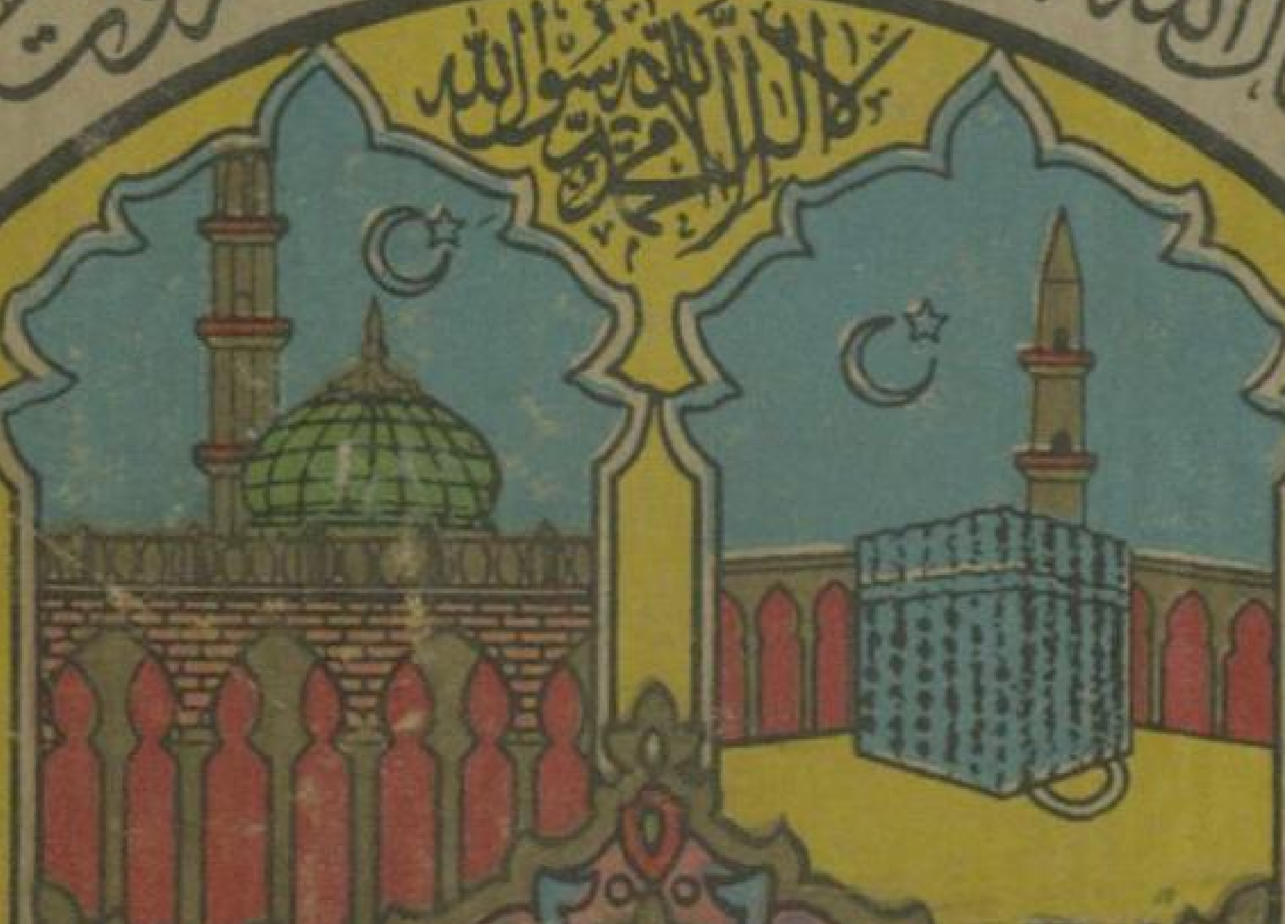
قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت

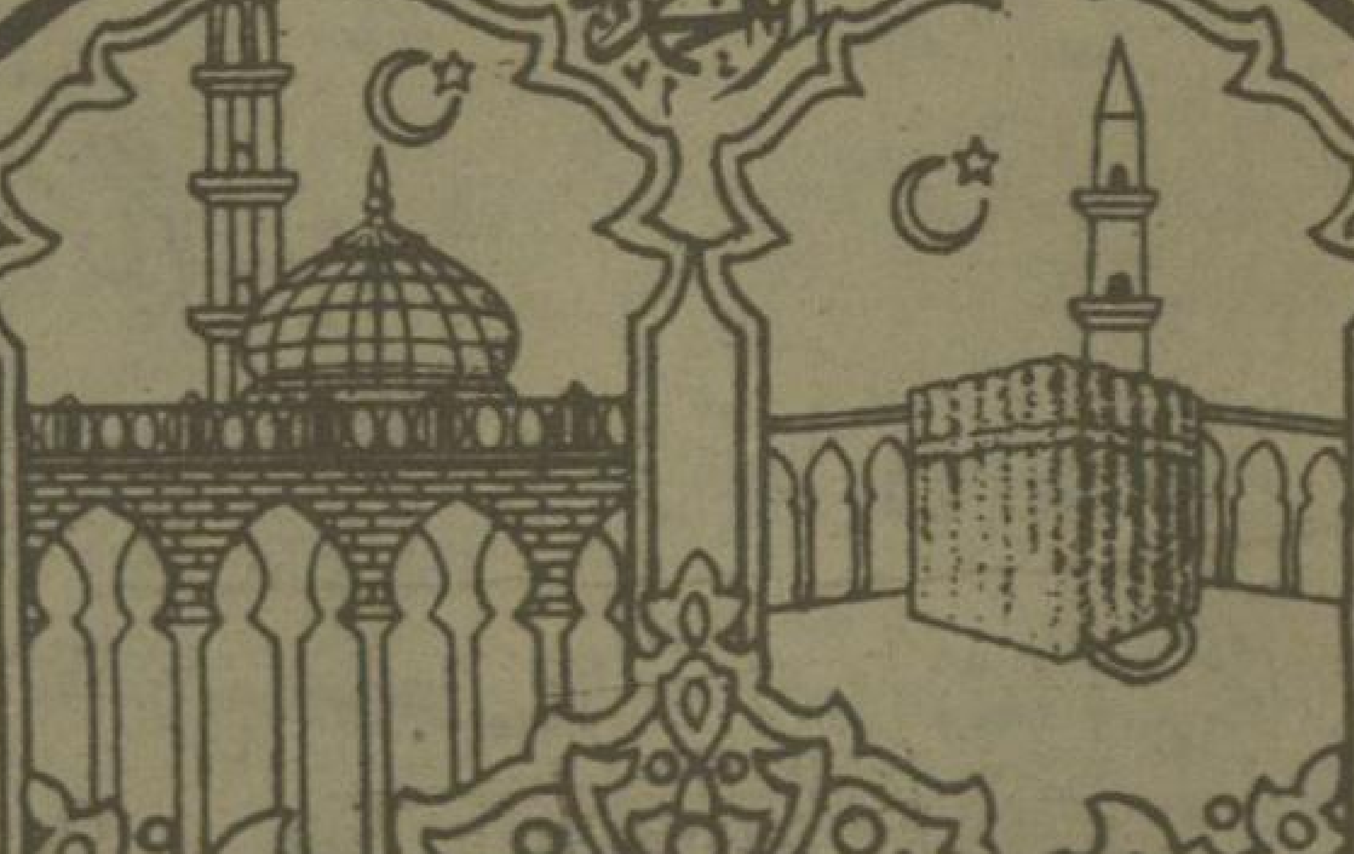


موت کا منظر
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

خواجہ محمد اسلام ۔ گوڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



موت کا منظر

خواجہ محمد اسلام گھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

۷/۵۰ //

CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY
MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 676498
MAILSI
Masood Faisal Jhandir Library

ناظرین کرام!

اُن کتابوں کی تفصیل جن سے مضامین لے کر اس کتاب (موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا)، کو مرتب کیا گیا ہے۔

قرآن مجید	:	اللہ تعالیٰ کی پاک کلام
بخاری شریف	مؤلف	حضرت امام بخاریؒ
مسلم شریف	مؤلف	حضرت امام مسلمؒ
مشکوٰۃ شریف	مؤلف	ابو محمد حسین بن مسعودؒ
فضائل صدقات و فضائل حج	مؤلف	شیخ الحدیث الحاج حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
روض الریاحین	مؤلف	امام جلیل جر نبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعدؒ
مرنے کے بعد کیا ہوگا	مؤلف	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
جنت کی کنجی	مؤلف	حضرت مولانا سعید احمد صاحب
دوزخ کا کھٹکا	مؤلف	حضرت مولانا احمد سعید صاحب
موت کا جھٹکا	مؤلف	حضرت مولانا سعید احمد صاحب
جنت دوزخ	مؤلف	حضرت غوث الاعظمؒ
کیمیائے سعادت	مؤلف	حضرت امام غزالیؒ
علاماتِ قیامت	مؤلف	حضرت شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی
جنت کی بہاریں	مؤلف	حضرت مولانا محمد ادریس جامعہ اسلامیہ کراچی
مخزنِ اخلاق	مؤلف	حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانیؒ
نور الصدور شرح القبور	مؤلف	حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

خبردار

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اُونچے اُونچے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی اُمیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے، لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو اُن کو گڑھے میں ڈال دیا اور اُونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا۔ بجلی اور قمقموں کی روشنی سے نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کی بجائے زمین کے کیڑوں کے حوالے ہو گئے۔ اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لطف حاصل کرنے کی بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کی بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے۔ پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کر لی، اس سے بچنے کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کر لیا۔ پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لیے صرف اُسی کی تنہا ذات ہے، کوئی اس کا مثل نہیں۔

پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹّی میں جا کر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدّتوں رہنا ہے اور وہاں بہت طویل زمانہ تک ٹھکانا ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے۔ اس کے بعد معلوم نہیں جنّت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا فکر ہر وقت آدمی پر مسلط رہے۔ میرے دوستو دُنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس کا مال و متاع چاہے کتنا ہی زیادہ ہو جائے ایک دن چھوٹنے والا ہے۔

آخرت کی زندگی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ایسی حالت میں کھلی ہوئی بات ہے کہ آدمی میں اگر ذرا سی بھی عقل ہو تو ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہیے جو ہمیشہ اپنے پاس رہے گی۔ ایسی چیز کے پیچھے پڑنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس ہمیشہ نہیں رہ سکتی بے وقوفی کی انتہا ہے۔ مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس اسٹیشن کے ویٹنگ رُوم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صِرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آجائے اس پر سوار ہو جانا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں اگر آدمی اپنے سفر کی تیّاری میں مشغول رہے اپنے سامانِ سفر کو تیار کرے۔ جو چیزیں وطن میں پہنچ کر کام آنے والی ہیں اُن کو فراہم کرے، تو یقیناً اس کے لیے کار آمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کر دے، اپنا سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ رُوم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینہ سے رکھنے میں لگ جائے یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں ٹکانے کے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی متاع بھی ضائع کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا ایسے ہی لوگ خسارہ والے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اُس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور وہ کہنے لگے اے میرے رب مجھ کو تھوڑے دن کی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں خیرات کر دیتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھی جب اس کی موت کا وقت آجائے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ مال و متاع کی مشغولی، اہل و عیال کی مشغولی ایسی چیزیں ہیں جو اللہ جلِ شانہٗ کے احکامات کی تعمیل مین کوتاہی کا سبب بنتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دیکھتے آنکھوں اہل و عیال، مال و متاع سب کو چھوڑ کر چل دو۔ آج مہلت ہے جو کرنا ہے کر لو۔

زنگالے نہ چُندریہ، گُندھالے نہ بسی　　　نہ جانے بُلالے پیا کِس گھڑی

تُو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن تو دیکھا کرے گی کھڑی دن کے دن

میرے دوستو اور بزرگو! تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ رحم کرے۔ اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے، مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ، پھر تمہارے لیے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بُلائے جائیں اور زندگی کی کوئی بھی اُمید نہ دلائے۔ پھر یہ آواز آنے لگے کہ اُس نے وصیتیں شروع کر دیں، اے لو اس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی۔ اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے۔ کراہ بھی بڑھ گئی، پلکیں بھی جُھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے، لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ بھائی بند رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی، اتنے میں بدن کے اجزا سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے۔ عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو دھو کر چُپ ہو جاتے ہیں۔ دُشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس زندگی کی۔ موت کا معاملہ نہایت سخت ہے اور ہم لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو محض زبانی تذکرہ، جو مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب سے فارغ کر کے اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جس کی صُورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیوں کر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا۔ ان کی صُورتوں کا، ان کے اعلیٰ منصبوں کا خیال کرے اور غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح اُن کی اچھی صُورتوں کو پلٹ دیا ہو گا۔ اُن کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کر چل دیے۔ اُن کے سامان، اُن کے مال، اُن کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہو گا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے

ہیں۔ کس طرح دُنیا کی لذّتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹّی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج اُس کا شکار ہوگئے۔ کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے۔ آج ہاتھ الگ پڑا ہے، پاؤں الگ پڑا ہے، زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیا کھِل کھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے سامان سوچتے تھے حالانکہ موت سر پر تھی، مَرنے کا دن قریب تھا، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے۔ آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

اب کتاب کو شروع کرنے سے پہلے ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے لُطف و کرم سے ہم سب کو جو ہر وقت معاصی اور دُنیا میں ہی غرق رہتے ہیں اپنی طرف رجُوع کی توفیق عطا فرمائے اور اس ناپاک دُنیا سے نفرت کا ذائقہ نصیب فرمائے۔ اور اس کتاب (موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا) کو دنیا بھر کے انسانوں کو پڑھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتاجِ دُعا

خواجہ محمد اسلام

پہلا حِصّہ

موت کا منظر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں دُنیا کی حقیقت دکھاؤں۔ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ سے باہر ایک کوڑی پر تشریف لے گئے۔ جہاں آدمیوں کی کھوپڑیاں، پاخانے اور پھٹے ہُوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ یہ آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں۔ یہ دماغ اسی طرح دُنیا کی حرص کرتے تھے جس طرح تم سب زندہ آج کل کر رہے ہو۔ یہ بھی اسی طرح اُمیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ اُمیدیں لگائے ہُوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور گزر جانے کے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ پاخانے وہ رنگ برنگ کے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے کمایا، حاصل کیا، پھر ان کو تیّار کیا اور کھایا۔ اب یہ اس حال میں پڑے ہیں کہ لوگ اس سے (نفرت کر کے) بھاگتے ہیں (وہ لذیذ کھانا جس کی خوشبو دُور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی آج اُس کا منتہا یہ ہے کہ اُس کی بدبُو سے لوگوں کو اپنے سے متنفر کرتی ہے)، یہ چیتھڑے وہ زینت کا لباس (تھا جس کو پہن کر آدمی اکڑتا تھا آج یہ اس حال میں) ہے کہ ہوائیں اس کو ادھر سے اُدھر پھینکتی ہیں، یہ ہڈیاں ان جانوروں کی ہڈیاں ہیں جن پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھ کر مٹکتے تھے) اور دُنیا میں گھومتے تھے۔ بس جسے ان احوال پر (اور ان کے عبرت ناک انجام پر) رونا ہو وہ ان کو دیکھ کر روئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب بہت روئے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا (ظاہر کے اعتبار سے) میٹھی اور سرسبز ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ نے تم کو اس میں اپنے اسلاف کا جانشین اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل پر جب دُنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو وہ اس کی

زیب وزینت اور عورتوں اور زیوروں کے چکّر میں پڑ گئے۔ دوستو غور کرو کہیں آج ہم بھی تو عورتوں کے چکّر میں نہیں پڑ گئے۔

قِصّہ ہارون رشید بادشاہ کے لڑکے کا

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جاکر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دُنیا میں تھے۔ دُنیا کے مالک تھے لیکن اُس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ کاش مجھے کسی طرح ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال وجواب ہُوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔ مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا۔ اُس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سَر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی۔ اراکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیرالمومنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے۔ اگر امیرالمومنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیرالمومنین نے یہ بات سُن کر اُس سے کہا کہ بیٹا تُو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ اُس نے یہ بات سُن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تُو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا۔ وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر اُس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہا کہ اب اپنی جگہ پر چلا جا۔ وہ ہاتھ پر سے اُڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اُس کے بعد اُس نے عرض کیا کہ ابّا جان اصل میں آپ دُنیا سے جو محبّت کر رہے ہیں، اُس نے مجھے رُسوا کر رکھا ہے۔ اب مَیں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جُدائی اختیار کر لوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہُوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اُس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اُس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا۔ ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ

کو مزدوری کرلیتا اور ایک درم اور ایک وانق (یعنی درم کا چھٹا حصّہ) مزدوری لیتا۔ اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک وانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی اس کو بنوانے کے لیے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) مَیں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے، مزدوری کے لیے تو پیدا ہی ہُوئے ہیں۔ آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے؟ میں نے کہا گارے مٹّی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک درم اور ایک وانق مزدوری ہوگی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لیے جانا ہوگا۔ مَیں نے اُس کی دونوں شرطیں منظور کرلیں اور اُس کو لاکر کام پر لگا دیا۔ مغرب کے وقت جب مَیں نے دیکھا تو اُس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا۔ مَیں نے اُس کو مزدوری میں دو درم دیے۔ اُس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کردیا اور ایک درم اور ایک وانق لے کر چلا گیا۔ دُوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ مَیں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صُورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہُوئی کہ مَیں نے آٹھ دن تک اپنی تعمیر بند کردی اور شنبہ کے دن اُس کی تلاش میں نکلا۔ وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہُوا ملا۔ مَیں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ اُس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں، مَیں نے منظور کرلیں۔ وہ میرے ساتھ آکر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کرلیا، اس لیے اس مرتبہ مَیں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اُس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا، تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتّھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جُڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے جب شام ہوئی تو مَیں نے اُس کو تین درم دینا چاہے۔ اُس نے لینے سے انکار کردیا کہ میں اتنے درم کیا کروں گا اور ایک درم اور ایک وانق لے کر چلا

گیا۔ مَیں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر مَیں اُس کی تلاش میں نکلا، مگر وہ مجھے نہ ملا۔ مَیں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ مَیں نے ایک شخص کو اُجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچا دے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اُس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہُوا ہے۔ مَیں نے اس کو سلام کیا، اُس نے جواب نہ دیا۔ مَیں نے دُوسری مرتبہ سلام کیا تو اُس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اُس کا سر اینٹ پر سے اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُس نے سر ہٹا لیا اور کہا:

"میرے دوست دُنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ۔ عُمر ختم ہوتی جا رہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اُٹھایا جائے گا۔"

اُس کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ ابُو عامر جب میری رُوح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ مَیں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لیے نئے کپڑے لے آؤں۔ اُس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لیئے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت ابُوبکر صدیق رضؓ کا جواب ہے اُنہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں چادروں میں کفن دے دینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو اُنہوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ کفن تو (پُرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہو جائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اُس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اُس کی رُوح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کی وصیّت کے موافق میں نے اُس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور

قصرِ شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ مَیں ایک اُونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔ دسویں جتھے میں خود امیر المومنین بھی تھے میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المومنین آپکو حضورِ اقدس ﷺ کی قرابت داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجیے۔ میری آواز پر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا اُن کی آنکھوں آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو۔ جب میں واپسی پر بلاؤں، تو میرے پاس پہنچا دینا۔ جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پر پہنچے، تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا۔ اُس شخص کو بُلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے بُلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے۔ اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو، تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔ اُس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔ مجُھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ۔ مَیں قریب جا کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔ مَیں نے کہا، جی ہاں مَیں اُن کو جانتا ہُوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ مَیں نے کہا گارے مٹّی کی مزدوری کرتے تھے۔ کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا تھا؟ مَیں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اُس کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضورؐ کے چچا حضرت عباس رضؓ کی اولاد ہیں) مَیں نے کہا امیر المومنین پہلے اللہ جل شانہٗ سے معذرت چاہتا ہُوں اس کے بعد آپ سے عُذر خواہ ہوں مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تُم نے اپنے ہاتھ سے اُس کو غسل دیا۔ مَیں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ دیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اُس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دُور ہے، لیکن اُس کا غم میرے قریب ہے۔ بے شک موت

ہر اچھّے سے اچھّے عیش کو مکدّر کر دیتی ہے۔ وہ مُسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اُس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اُس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامرؒ ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے وہ مُسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا۔ موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اُس کو جلدی سے اُچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لیے اُنس اور دل کا چین تھا۔ لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تُو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیے گا بلکہ دُنیا کا ہر آدمی اس کو پیے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا۔ پس سب تعریفیں اُسی واحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں"۔ ابُو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو میں اپنے وظائف پُورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ مَیں نے خواب میں ایک نُور کا قبہ دیکھا جس کے اُوپر نُور ہی نُور پھیل رہا ہے۔ اس نُور کے اَبر میں سے اُس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا ابُو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز تکفین کی اور میری وصیت پُوری کی) مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گُزرا۔ کہنے لگا کہ مَیں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مُجھ سے بہت راضی ہے مجھے اُس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سُنیں نہ کِسی کے دل پر ان کا خیال گزرا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لیے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دُور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کے لیے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، نہ ان کو کوئی مقرّب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (سورہ سجدہ ع ۲) کِسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانۂ غیب میں موجود

ہے (درمنثور) اس کے بعد اُس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ، نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دُنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اُس کے لیے یہی اعزاز اور اکرام ہیں جو میرے لیے ہوئے۔

صاحبِ روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا، تو انھوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ بہت اچھّی تربیت پائی تھی، قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میری دُنیا سے اُس نے کوئی راحت نہ اُٹھائی۔ چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دے دے۔ اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر وہ اُس کو بھی کام میں نہ لایا۔ مرتے وقت واپس کر گیا۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرماں بردار تھا۔ (روض)

حضور پاک ؐ کا ارشاد مُبارک موت کے بارے میں

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھ دار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے۔ اور کسی کام کے لیے تیاری اس کے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اس کا اہتمام رہے۔ اُس کا ذکر تذکرہ رہے۔ اس لیے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اور اس کے دھوکہ کی چیزوں میں پھنسا ہُوا ہے۔ اُس کی شہوتوں پر فریفتہ ہے۔ اُس کا دل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اسی کو حق تعالیٰ شانہ، ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی۔ پھر تم اُس ذاتِ پاک کی طرف لے جائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے ہُوئے کام جتا دے گی۔ (اور ان کا بدلہ دے گی) (سورہ جمعہ۔ رکوع ۱)

عُلماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارہ میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں منہمک ہیں جن کو موت کا ذکر بھی اس وجہ سے اچھّا نہیں لگتا کہ اُس سے دُنیا کی لذّتیں چھُوٹ جائیں گی۔ ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو بُرائی کے ساتھ، اس لیے کہ دُنیا کے چھُوٹنے کا اس کو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔ دُوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رجُوع کرنے والا تو ہے مگر ابتدائی حالت میں ہے۔ موت کے ذکر سے اس کو اللہ

تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اُس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دُنیا چھوٹ جائے گی بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی توبہ تام نہیں ہے یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تاکہ اپنے حال کی اصلاح کرلے اور اُس کی فکر میں لگا ہوا ہے تو یہ شخص موت کے ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ، بھی اُس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں، اس لیے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہ، کی مُلاقات سے کراہت نہیں کرتا بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے۔ اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب کی مُلاقات کے لیے اُس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو، تاکہ محبوب کا دِل خوش ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اس کے سوا کوئی دُوسرا مشغلہ اس کو نہ ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے، تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے۔ یہ بھی دُنیا میں منہمک ہی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے اُس کی توبہ کامل ہے۔ یہ لوگ مَوت کو محبُوب رکھتے ہیں اُس کی تمنّائیں کرتے ہیں، اس لیے کہ عاشق کے لیے محبوب کی مُلاقات سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہوگا۔ مَوت کا وقت مُلاقات کا وقت ہے۔ عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھُولتا۔ یہی لوگ ہیں جن کو مَوت کے جلدی آنے کی تمنّائیں رہتی ہیں وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آ ہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے محبوب (مَوت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحّت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی۔ مجھے جلدی سے مَوت عطا کردے کہ تجھ سے مِلوں۔

چوتھی قسم جو سب سے اُونچا درجہ ہے، ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہ، کی رضا کے مقابلہ میں تمنّا بھی نہیں رکھتے۔ وہ اپنی خواہش سے اپنے لیے نہ مَوت کو پسند کرتے ہیں نہ زندگی کو۔ یہ عشق کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہُوئے ہیں۔ بہرحال موت کا ذکر ہر

حالت میں موجب اجر و ثواب ہے کہ جو شخص دُنیا میں منہمک ہے اس کو بھی موت کے ذکر سے اس کی لذتوں میں کمی آئے گی اور کچھ نہ کچھ تو دُنیا سے بُعد پیدا ہو ہی گا اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو یعنی اس کے ذکر سے اپنی لذّتوں میں کمی کیا کرو تاکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع ہو سکے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی کوئی موٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے۔ موت کے خوف سے دُبلے ہو جائیں) حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص دِن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہو سکتا ہے (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَابَعْدَ الْمَوْتِ پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہو سکتا ہے) اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی ہے کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکہ کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لیے تیاری پر آمادہ کرتا ہے اور موت سے غفلت دُنیا کی شہوتوں اور لذّتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے۔

عطاء خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک مجلس پر گزر ہوا جہاں زور سے ہنسنے کی آواز آ رہی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذّتوں کو مکدّر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کر لیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لذّتوں کو مکدّر کرنے والی چیز کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ موت۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دُنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا کیا گزرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ، کبھی لذّت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابیؓ کو حضورؐ نے وصیّت فرمائی کہ موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہ تمہیں دُوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو شخص

موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اُس پر آسان ہو جاتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے موت سے محبّت نہیں ہے کیا علاج کروں ؟ حضورؐ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو آگے چلتا کر دو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے، جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے، لوگو! اللہ کو یاد کر لو، اللہ کو یاد کر لو عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکنے کا وقت آ رہا ہے اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آ رہی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دُنیا کی ہر لذّت کو منقطع کر دیا۔ ایک موت نے ' دوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ' کے سامنے کھڑا ہونے کے فکر نے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لے، اُس پر دُنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں۔ اشعثؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنّم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دِل کی قساوت کی شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو۔ دل نرم ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے موت کے بارے میں احکامات

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں، ان کو سال بھر کے احکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدر آمد ہو گا۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں یا شب برأت میں جونسی بھی رات ہو کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دُنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے لہو و لعب میں مشغول ہوتا ہے اور

آسمانوں پر اُس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا ہے۔ اُس کی موت کا حکم صادر ہو چکا ہے جس میں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے نہ اپیل کی۔ نہ جو وقت اُس کی موت کا تجویز ہوا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر ہو سکتی ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونے والی ہیں کہ اتنا رزق دیا جائے گا، فلاں فلاں مرے گا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی۔ حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔ ایک حدیث میں ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ تُو آدمی کو دیکھے گا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے، لیکن اُس کا نام اس سال کے مُردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ ابو نضرۃؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام (فرشتوں پر) منقسم کر دیے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی بُرائی، روزی اور موت، تکلیفیں اور نرخوں کی ارزانی اور گرانی تمام سال کی دے دی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ شبِ براءت میں سال بھر کے احکام طے کر کے حوالہ کر دیے جاتے ہیں۔ اس سال کے مُردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست دے دی جاتی ہے نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دُوسرے شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں، ان سب کے اوقات لکھ کر دیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آدمی دُنیا میں نکاح کرتا ہے۔ اُس کے بچہ پیدا ہوتا ہے، لیکن آسمان میں اُس کا نام مُردوں کی فہرست میں آ چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، اس لیے کہ اس میں تمام سال میں مرنے والوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور وہاں اس کا نام مُردوں میں لکھا گیا۔ ایک آدمی حج کو جا رہا ہے اور اس کا نام مُردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ حضورؐ شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں سال بھر کے مُردوں کی فہرست بنتی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مُردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت کو اُس سال

میں مرنے والوں کی اطلاع فرمادیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کرلے آج کا دن تیری عمر میں پھر کبھی نہیں آئے گا۔ (اس لیے اس دن میں تیری جو نیکیاں لکھی جاسکتی ہوں لکھوالے) اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں ایک ان میں سے کہتا ہے اے نیکی کے طلب کرنے والے خوشخبری لے (اور آگے بڑھ) اور دوسرا کہتا ہے اے برائی کے کرنے والے بس کر اور رُک جا (اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر) اور دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ عطا ابن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دے دی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی اس سال میں رُوح قبض کرلی جائے۔ یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہوا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مُردوں کی فہرست میں آگیا۔[1]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کردینے کے لیے کافی ہے اُس کے سارے راحت وآرام کو کھو دینے والی چیز ہے۔ اُس کی غفلت کو زائل کردینے کے لیے اسی کا فکر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اُس کے فکر اور اُس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہیے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلّط ہو جائے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ رسّی دُوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے حضرت لقمانؑ کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے۔ اس کے لیے اس سے پہلے پہلے تیاری کرلے کہ وہ دفعۃً آجائے اور واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذتوں میں مشغول ہوئے لہو ولعب کی اُونچی مجلس میں شریک ہو اور اس کو یہ معلوم ہوجائے کہ ایک سپاہی اُس کی تلاش میں ہے جو (کسی جرم کی سزا میں) اس کے پانچ کوڑے مارے

---

[1] درمنثور

گا، تو ساری لذت، سارا عیش و آرام مکدّر ہو جائے گا (بلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اُس کی گرفتاری کا وارنٹ ہے۔ وہ آج کل میں اس کو گرفتار کرلے گا تب بھی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، رات کو نیند اُڑ جائے گی) حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اس پر مسلّط ہے اور موت کی سختیاں (جو ہزاروں کوڑوں سے بڑھ کر ہیں) اس پر مسلّط کرنے والا ہے پھر بھی ہر وقت اُس سے غافل رہتا ہے۔ یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے دوسرے کو اس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ وہ صرف قیاس کر سکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصہ میں رُوح نہیں ہوتی اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مُردہ ہو جاتی ہے اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی) لیکن جس عضو میں اور جس حصّہ میں جان ہوتی ہے اس میں سُوئی چبھونے سے یا اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اُس سے تکلیف اس وجہ سے پہنچتی ہے کہ رُوح کو اور زندگی کو اُس حصّۂ بدن سے تعلّق ہے اُس تعلّق کی وجہ سے اُس عضو کے ذریعے سے رُوح پر اثر پہنچتا ہے اور رُوح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر ہر عضو میں اُس کا بہت تھوڑا سا حصّہ اثر کیے ہوئے ہے اور جتنا حصّہ اس عضو میں ہے اُسی کے بقدر رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا حصّہ ہے لیکن جو تکلیف اعضا کے بجائے براہِ راست ساری رُوح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ کتنی ہو گی۔ اس لیے کہ موت براہِ راست ساری رُوح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضاء میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے بدن کا کوئی حصّہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رُوح اُس سے جدا ہوتی ہے اور اگر وہ مُردہ ہو اس میں رُوح نہ ہو تو اُس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب رُوح کے ذرا سے حصّہ کے جدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری رُوح کو بدن کے تمام حصّوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہو گی، لیکن بدن کا

اگر ایک حصّہ کاٹا جاتا ہے تو رُوح کا بقیّہ حِصّہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے۔ وہ اُس وقت قوی ہوتا ہے، اس لیے آدمی چلّاتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری رُوح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوّت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے، البتّہ اگر بدن قوی ہوتا ہے، تو اس کی بقدر سانس کے اُکھڑنے کے وقت اُسمیں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دی جاتی ہے قوّت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لیے کہ رُوح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکل کر مُنہ کے ذریعے سے جاتی ہے، پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں۔ اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اُس کے کاٹنے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ جب رُوح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نُور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ و سلّم کی دُعاؤں میں یہ بھی دُعا ہے کہ یا اللّٰہ مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضورؐ کے اتباع میں اس دُعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشاد اپنے حواریّین سے ہے کہ میرے لیے حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کی دُعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہو جائے کہ مُوت کے ڈر نے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور اُنھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کی دُعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مُردہ ظاہر ہو جس سے ہم پُوچھیں کہ کیا گزری؟ اُن لوگوں نے دُعا کی۔ ایک مُردہ ان پر ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنے کا نشان بھی پڑا ہُوا تھا۔ وہ کہنے لگا تم مُجھ سے کیا پُوچھنا چاہتے ہو۔ مجھے مَرے ہُوئے پچاس سال ہو گئے، لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یا اللّٰہ تُو رُوح کو پٹھوں سے، ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ

نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے کہ اگر تم قتل نہ کیے گئے تو بستروں پر مرو گے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مُردوں کو قیامت میں اُٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؒ کہتے ہیں کہ موت دُنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے۔ وہ آرہ چلا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مُردے قبر سے اُٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دُنیا میں لذّت سے وقت نہیں گزار سکتا، میٹھی نیند اس کو نہیں آسکتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت مُوسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہُوا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھُونا جا رہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو نہ اُڑنے کی کوئی صُورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جا رہی ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضورؐ کے قریب رکھا ہُوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم بار بار اپنے مُبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر مُنہ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے یا اللہ نزع کی سختی پر میری مُدد فرما۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے، پھر ایک دم اُس کو کھینچ لیا جائے۔ اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی۔ ان سب کے علاوہ مَلک الموت اور اس کے

مددگار فرشتوں کی صورتوں کا ایک خوف ایک مستقل مرحلہ ہے جس صورت پر وہ گناہ گاروں کی جان نکالتے ہیں وہ ایسی ڈراؤنی صورت ہوتی ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اُس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اس کا تحمّل نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمّل کر لوں گا۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اچھا دُوسری طرف منہ کر لیجیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب اُوپر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیو کی شکل) بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبُو، کالے کپڑے، اُس کے مُنہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آگیا۔ بڑی دیر میں افاقہ ہُوا، تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کے لیے کوئی دُوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صُورت ہی اُس کی موت کے لیے کافی ہے۔

یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی رُوح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صُورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہُوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کے لیے اگر مرتے وقت اس صُورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

قصّہ ایک بادشاہ کا

ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اُس کے لیے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا دُوسرا منگایا گیا۔ غرض بار بار کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عُمدہ گھوڑا لایا گیا۔ پسند نہ آیا اُس کو واپس کر کے دُوسرا تیسرا منگایا جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے۔ ان میں سے بہترین گھوڑا

پسند کر کے سوار ہوا۔ شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھونک دی، نہایت تکبر سے سوار ہوا۔ حشم و خدم فوج پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ اُن کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پُرانے کپڑوں میں ملا اُس نے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا۔ اس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑلی۔ بادشاہ نے اُس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ اتنی بڑی جرأت کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھّا صبر کر۔ جب میں سواری سے اُتروں گا اس وقت کہہ لینا۔ اُس نے کہا نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔ بادشاہ نے کہا کہہ۔ اُس نے کہا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اُس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہُوں تیری جان لینا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، پھر کہنے لگا کہ اچھّا مجھے اتنی مُہلت دے دے کہ میں گھر جا کر کچھ اپنے سامان کا نظم کر دوں، گھر والوں سے مل لوں، فرشتہ نے کہا کہ بالکل مُہلت نہیں ہے اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا یہ کہہ کر اُس کی رُوح قبض کر لی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مُسلمان کے پاس گیا کہ وہ (نیک بندہ) بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا۔ اس کو جا کر سلام کیا۔ اُس نے وعلیکم السلام کہا۔ اُس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اُس نے کہا کہو۔ اُس نے کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہُوں۔ اُس نے کہا بہت اچھّا کیا آئے، بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو جتنے آدمی دُور ہیں ان میں کسی سے بھی مُلاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ تم جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پُورا کر لو۔ اُس نے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہ، سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لیے پسند کرتے ہو میں اُسی حالت میں جان قبض کروں گا۔ اُس شخص نے کہا کہ تمہیں اس کا اختیار ہے۔ فرشتہ نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے (کہ تمہاری خوشی کا اتّباع کروں) اُس شخص نے کہا کہ اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری رُوح قبض کر لینا۔ چنانچہ اُس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اُس کی رُوح قبض کی گئی۔

قصّہ ایک مال دار کا

ایک شخص نے بہت سامال جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگالی ہو اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیّار کیا جس کے دو دروازے تھے۔ اُن پر غلام محافظ مقرّر کیے اور مکان کی تیاری کی، بہت بڑی دعوت کی جس میں اپنے سب عزیز واحباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالیشان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دُوسری ٹانگ اُس پر رکھّے بیٹھا تھا۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں دفقیروں جیسا) جھولا پڑا ہُوا دروازہ پر آیا اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اُس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اُس سے جا کر پُوچھا یہ کیا بات ہے۔ اُس فقیر نے کہا کہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اُس نے کہا ضرور آئیں گے، اُس سے جا کر کہہ دو۔ وہ آقا کے پاس گئے اور اُس سے قصّہ سنایا۔ اس نے کہا تُم نے اُس کو مزہ نہ چکھایا۔ اتنے میں اُس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اُس فقیر نے کہا کہ اُس اپنے آقا سے کہہ دو کہ مَیں ملک الموت ہُوں۔ یہ سُن کر ان کے ہوش اُڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا۔ اُس پر بھی مٹّی چھٹ گئی اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دُوسرے کو قبول کرلے۔ اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اُس سے کہا کہ تجھے جو کُچھ کرنا ہے کرلے مَیں تیری رُوح قبض کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ اُس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تُو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کرلیتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی۔ اُس نے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے۔ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جب کہ نیک لوگ ان کے دروازوں سے ہٹا دیے جاتے تھے۔ میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذّتیں حاصل کرتا تھا۔ میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا، تو مجھے

بُرائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کر سکتا تھا اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اُس کے بعد ملک الموت نے ایک دم اُس کی رُوح قبض کر لی

قِصّہ ایک ظالم کا

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی رُوح قبض کر کے لے گئے کہ دُنیا میں اُس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جا رہے تھے فرشتوں نے اُن سے پُوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی۔ جب ہی اُس کے بچّہ پیدا ہُوا تھا مجھے حکم ہُوا کہ اس عورت کی جان قبض کر لُوں۔ مجھے اُس عورت کی اور اُس کے بچّہ کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچّہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم جس کی رُوح تم لے جا رہے ہو وہی بچّہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے مولیٰ تُو پاک ہے، بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد موت کے بارے میں

حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اُس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت اُس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی نہیں کھالی یہ اپنی روزی ختم کر چکا تھا میں نے اس کی عُمر کم نہیں کر دی۔ مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے۔ اتنے سب ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اُس فرشتہ کو دیکھیں اور اس کی باتیں سُن لیں تو مُردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑ جائیں۔

قِصّہ بنی اسرائیل کے ایک ظالم کا

یزید رقاشیؒ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہُوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصہ میں اُس کی طرف لپکا۔ اُس سے پُوچھا کہ تُو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی۔ اُس نے کہا کہ مجھے اُس گھر کے مالک نے اندر

آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لیے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور متکبّر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اُس کی یہ گفتگو سُن کر وہ ظالم خوفزدہ ہوگیا، بدن میں کپکپی آگئی اور اوندھے مُنہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا، پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔ اُس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحبِ مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیّت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اب اس کا وقت دُور چلا گیا۔ افسوس کہ تیری مدّت ختم ہوچکی ہے سانس پُورے ہوگئے اور تیرا وقت ختم ہوگیا۔ اب تیرے لیے ذراسی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔ صاحب مکان نے پُوچھا کہ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہُوئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا (جیسے عمل کیے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا) اور جس قسم کا گھر تُو نے اُس جہان میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا۔ اس نے کہا کہ مَیں نے تو نیک اعمال کچُھ بھی نہیں کیے اور نہ کوئی عُمدہ گھر اپنے لیے اب تک بنا رکھا ہے۔ فرشتہ نے کہا پھر تو نظی نزاعة للشویٰ کی طرف لے جاؤں گا یہ سورۂ معارج ع ا کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اُس شخص کو جس نے (دُنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بُلا لے گی۔ (اپنی طرف کھینچ لے گی) اُس کے بعد اُس فرشتہ نے اُس کی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا کوئی رو رہا تھا کوئی چلّا رہا تھا۔ یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مُردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اُس پر گزر رہی ہے۔

قصّے اللہ والوں کی موت کے بارے میں

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دِل کی رگ کو چھُوتے ہیں اُس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہوجاتا ہے، زبان بند ہوجاتی ہے اور دُنیا کی سب چیزوں کو بھُول جاتا ہے اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو

تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہے اس وقت شیطان اُس کے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو خود ہی کلمۂ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اُس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اُس وقت اُس کے ہم مجلسوں کی صورتیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اگر اُس کا بیٹھنا اُٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ صحابیؓ سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ربیع بن برۃؒ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا۔ لوگ اس کو لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اُس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ "شراب کا گلاس، تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا۔ لوگ اس کو لاالٰہ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس دس روپیہ گیارہ گیارہ بارہ بارہ۔

اس کے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں، وہ دُنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے۔ اُس کے لیے کچھ کارنامے کر رکھے تھے۔ اُن کے لیے موت ایسی ہی تھی جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے مومن کا تحفہ بتایا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا۔ اُن کی بیوی کہہ رہی تھیں واحزناہ ہائے افسوس تُم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے واطرباہ غداً نلقی الاحبۃ محمداً وحزبہ کیسے مزے کی بات ہے، کیسے لُطف کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملیں گے، ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حضرت معاذؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، تو فرمایا۔ اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دُنیا

میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لطف اٹھاؤں اور (دین کے لیے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمانؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے تم جا کر حضورؐ سے ملو گے۔حضورؐ کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دُنیا کے چھوٹنے سے بلکہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دُنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ۔میں اس عہد کو پُورا نہ کر سکا۔لیکن جب وصال پر اُن کے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درم سے کچھ زائد تھا اور ایک درم ۳۰ کا ہوتا ہے۔یہ تھی وہ کُل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مُشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو۔میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ کی جب وفات کا وقت ہُوا تو وہ ہنسے اور فرمایا۔لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ اسی جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہیے (وہاں کی کچھ لذتیں، فرحتیں سامنے آئی ہوں گی) نیز جب ان کی وفات کا وقت تھا تو انہوں نے اپنے غلام سے جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھ دو۔وہ رونے لگے۔انہوں نے پُوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے۔نصر نے کہا آپ ایسی راحتوں میں زندگی گزارتے تھے۔اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سر رکھ کر مر رہے ہیں۔فرمانے لگے چُپ رہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی تھی کہ میری زندگی مالداروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی۔

عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا۔شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا، تو مجھ سے چھُوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا) وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے اب تک بھی اطمینان نہیں ہے۔جریریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جُنید کے پاس اُن کے انتقال کے وقت موجود تھا۔وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔کسی نے عرض کیا کہ یہ وقت (ضعف

کا ہے)، یہ تلاوت کا کیا وقت ہے۔ فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کونسا ہوگا۔ میرا اعمال نامہ اس وقت بند ہو رہا ہے۔ حضرت جنیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابوسعید خرازؒ انتقال کے وقت بہت ہی مزے پر آرہے تھے کیا بات تھی؟ فرمانے لگے کہ اگر اس وقت اُن کی رُوح اشتیاق میں اُڑجاتی تب بھی بعید نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرمانا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتادیں۔ فرمایا صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوریؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے۔ جہاں کوئی مرجائے۔ اُنہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ وہ اُس کے قریب گیا۔ وضو کی اور نماز پڑھی اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

ابو علیؒ رودباری کی ہمشیرہ فاطمہؒ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو اُن کا سر میری گود میں تھا۔ اُنہوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزیّن کر دی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابو علی اگرچہ تم اتنے اونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے مگر ہم نے تمہیں اُونچے درجہ پر پہنچا دیا۔ پھر انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے حق کی قسم میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبّت کی نگاہ سے) آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سُرخ ہو گئے۔

قصّہ ایک بُت پرست کا

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جارہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بُت کو پُوج رہا ہے۔ ہم نے اُس سے پُوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے۔ اُس نے اُس بُت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پُوجنے کے لائق نہیں ہے

اُس نے کہا تُم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اُس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اُوپر ہے۔ اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اُس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمہیں اُس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اُس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اُس رسُولؐ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اُس نے کہا وہ رسولؐ کہاں ہیں؟ ہم نے کہا کہ اُس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پُورا کر دیا تو اُس مالک نے اُس کو اپنے پاس بُلا لیا تاکہ اُس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پُورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اُس نے کہا کہ اُس رسولؐ نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اُس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اُس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ ہم نے قرآن پاک لاکر اُس کے سامنے رکھا۔ اُس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ ہم نے ایک سورت سنائی۔ وہ سُنتے ہُوئے روتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سُورت پُوری ہو گئی۔ اُس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اُس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اُس کے بعد وہ مُسلمان ہو گیا۔ ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہُوئی عشا کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اُس نے پُوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے۔ ہم نے کہا وہ پاک ذات حیّ قیوم ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اُونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تُم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تُم سو جاؤ۔ ہمیں اس کی بات سے بڑی حیرت ہُوئی۔ جب ہم اُس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں۔ ہم نے اپنے ساتھ لے لیا۔ جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نو مُسلم ہے اس کے لیے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیے۔ ہم نے کچھ درم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے۔ اُس نے پُوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لاالٰہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ مَیں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بُت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اُس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا۔ حالانکہ مَیں اُس

کو جانتا بھی نہ تھا۔ پس وہ اس وقت مجھے کیوں کر ضائع کر دے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اُس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے۔ ہم اُس کے پاس گئے اُس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اُس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اُس میں ایک نہایت نفیس قُبّہ بنا ہوا ہے۔ اُس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اُس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اُس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اُس کو جلدی بھیج دو۔ اُسکے اشتیاق میں میری بیقراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھُلی تو اس نومسلم کی رُوح پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے اُس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قُبّہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ الآیہ (رعد ع ۳) جس کا ترجمہ یہ ہے: اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے) اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بُت پرستی کی اور اُس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اُس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ مالک الملک جس کو تُو دینا چاہے اُس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو تُو نہ چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

قصّہ ایک باندی کا

حضرت مالک بن دینارؒ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم و خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالکؒ نے اُس

کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اس فقرہ کو سُن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا، پھر کہو۔ اُنہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اُس نے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے۔ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں۔ وہ باندی یہ سُن کر ہنس پڑی اور اپنے خدّام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔ وہ جب گھر واپس پہنچی تو اُس نے اپنے آقا سے یہ قصہ سنایا۔ وہ بھی سُن کر بہت ہنسا اور اُن کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب یہ سامنے پیش کیے گئے تو اُس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی اُن کی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے کہا آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو بھی ہوئی گٹھلیاں ہیں۔ یہ سُن کر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ اُنہوں نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟ فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بُو آنے لگے۔ اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاہند آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جُوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بُو آنے لگے) ذرا عُمر زیادہ ہو جائے گی تو بُوڑھی بن جائے گی (مُنہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھُوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں۔ غم رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے اُلفت جتاتی ہے۔ (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے، ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بیوفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے۔ اس کی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو تیرے بعد کسی دُوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اُس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ مُشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے۔

اس پر موتی اور نُور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اُس کا آبِ دہن ڈال دیا جائے، تو وہ میٹھا ہو جائے اور مُردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اُس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نُور ہو جائے گہن ہو جائے۔ اگر وہ اندھیرے میں آ جائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، چمک جائے۔ اگر وہ دُنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آ جائے تو سارا جہاں معطّر ہو جائے، چمک جائے، اس باندی نے مُشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے، ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم جو جنّت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے، کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبّت کو نہیں بدلتی دہر جائی نہیں ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے۔ سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اُس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پُوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کے لیے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہٗ کے لیے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تُم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو اور اللہ جل شانہٗ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو ہٹا دو، دُنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پُورا کر دو اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو۔ ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تُم دُنیا میں عزّت کی زندگی گزارو گے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے اور جنّت جو نعمتوں کا گھر ہے اُس میں اللہ جل شانہٗ رب العزّت کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اُس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پُوچھا کہ تُو نے شیخ کی باتیں سُن لیں۔ یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔ شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔ آقا نے کہا کہ اچھا تو تُو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے

سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہوا ور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اُس کو اُتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس فاخرہ اُتار کر صدقہ کر دیا۔ اُس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لیے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بن دینارؒ ان کو دُعائیں دیتے ہُوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لنا ولہم[1]

قِصّہ ایک نوجوان کا

جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینارؒ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ ایک عالیشان محل پر گزر ہُوا جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہُوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینارؒ اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے۔ اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے۔ میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ سے اس نوجوان کے لیے دُعا کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنا لے۔ کیسا اچھا ہو اگر یہ جنّت کے نوجوانوں میں بن جائے۔ جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اُس نوجوان کے پاس گئے۔ اُس کو سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا۔ وہ مالک سے واقف تھا، مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالکؒ نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اُس نے کہا ایک لاکھ درم۔ مالکؒ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دے دو، تو میں تمہارے لیے جنّت میں ایک مکان کا ذمّہ لیتا ہُوں جو اس سے بدرجہا بہتر

---

[1] روض

ہوگا اور اس میں حشم وخدم بہت سے ہوں گے۔ اس میں خیمے اور قبّے سُرخ یاقوت کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہُوئے ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، اس کا گارا مشک سے بنا ہوگا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی وہ کبھی نہ پُرانا ہوگا نہ ٹوٹے گا۔ اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ، کے اَمرِ کُن سے تیّار ہو جائے گا۔ اُس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لیے آج رات کی مُہلت دیجیے۔ کل صبح آپ تشریف لاویں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کردوں گا۔ حضرت مالکؒ واپس چلے آئے اور رات بھر اُس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے۔ آخر شب میں اُس کے لیے بہت عاجزی سے دُعا کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالکؒ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی۔ اُس نوجوان نے کہا کہ آپ اُس چیز کو پُورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا ضرور۔ اُس نے دراہم کے توڑے سامنے لاکر رکھ دیے اور دوات قلم لاکر رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فلاں شخص سے اس کا ذمّہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں حق تعالیٰ شانہ، کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اُوپر بیان کی گئی اور جو صفات اُس مکان کی اُوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا ملے گا بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ عُمدہ اور بہتر جو عُمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہ، کے قریب ہوگا۔ یہ پرچہ لکھ کر اُس کے حوالہ کر دیا اور ایک لاکھ درم اُس سے لے کر چلے آئے۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالکؒ کے پاس اُس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔ اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالکؒ جب صبح کی نماز سے فارغ ہُوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالکؒ نے اُس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پُشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہُوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ، کی طرف سے مالک بن دینارؒ کے ذمّہ کی براءت ہے۔ جس مکان کا تم نے اس جوان سے ذمّہ لیا تھا وہ ہم نے اُس کو پُورا پُورا دے دیا اور اُس سے ستّر گنا زیادہ دے دیا۔ حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے

ہُوئے۔ اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا، اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے پُوچھا تو معلوم ہُوا کہ اس نوجوان کا کل گزشتہ انتقال ہوگیا۔ ہم نے پُوچھا کہ اس کا غسلِ میّت کس نے دیا تھا۔ اُس کو بُلایا گیا، ہم نے اُس سے اُس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پُوچھی۔ اس نے کہا کہ اُس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اُس میں رکھ دینا۔ مَیں نے اُس کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اُس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اس کو موت دی یہ پرچہ مَیں نے خود اُس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دُوسرا نوجوان اُٹھا اور کہنے لگا کہ مالکؒ آپ مُجھ سے دو لاکھ درم لے لیجیے) اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجیے۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ وہ بات دُور چلی گئی۔ اب نہیں ہو سکتا اللہ جل شانہٗ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالکؒ اس نوجوان کا ذکر فرماتے، تو رونے لگتے اور اُس کے لیے دُعا کرتے تھے۔

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اسی طرح پُورا فرماتے ہیں جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا کہ بہت سے بکھرے ہُوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹا دیں اور ان کی پرواہ بھی نہ کریں، ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پُورا کرے۔

قصہ مُوسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی کا

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو اُمیہ کے لوگوں میں مُوسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔ دل کی خواہشات پُوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو و لعب میں، خواہشات اور لذّات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اُس کو کوئی غم تھا نہ فکر۔ خود بھی نہایت

ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہب ولعب میں خرچ ہوتی تھی۔ ایک اونچا بالاخانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کئی کھڑکیاں دوسری جانب باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اُس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اُس پر جھول تھا۔ اُس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا۔ اُس قبہ میں اُس کے یار احباب جمع رہتے۔ خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں۔ جب گانا سننے کو دل چاہتا، وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا، گانا بند ہو جاتا۔ رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اُس کی عقل جاتی رہتی یارانِ مجلس اُٹھ کر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اُس کے ساتھ خلوت کرتا۔ صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا۔ اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات، کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا۔ اُس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں، ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اُس زمانہ میں کہیں ملتیں، وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں۔ عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کیے جاتے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گزرے۔ ایک رات کو وہ حسبِ معمول اپنے قبہ میں تھا۔ دفعتہً اُس کے کان میں ایک ایسی سُریلی آواز پڑی جو اُس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی، لیکن بڑی دلکش تھی۔ اُس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اُس کو بے چین سا کر دیا۔ اپنے گانے والیوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اُس آواز کو سننے لگا۔ وہ آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی۔ اُس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آرہی ہے اُس کو پکڑ کے لاؤ۔ شراب کا دور چل رہا تھا خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے۔ مسجد

میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اُس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے۔ مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغولِ تلاوت ہے۔ یہ لوگ اُس کو پکڑ کر لے گئے نہ اُس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اُس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالاخانہ پر لے جا کر اُس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے، وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سُنی تھی۔ اُس نے پُوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا، کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اُس رئیس نے اس فقیر سے پُوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ اُس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۙ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ (سورۂ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے بیشک نیک لوگ (جنّت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے ہُوئے (جنّت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو اُن کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی، سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لیے خالص شراب سربمہر جس پر مُشک کی مُہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے ان اعمال میں حرص کرنا چاہیے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اُس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اُس سے اُس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنّت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائے گا)، اُس کے بعد اُس فقیر نے کہا

ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو، تیرے اس بالاخانہ کو، تیرے ان فرشوں کو اُن سے کیا مناسبت، وہ بڑی اُونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (الواقعہ: ع ۱) ان کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (الرحمٰن: ع ۳) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب و غریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (الرحمٰن: ع ۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے)۔ (الرحمٰن: ع ۳) وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ اُن کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دُنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (الواقعہ: ع ۱) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنّت میں ہوں گے (الحاقہ: ع ۱) ایسی عالی مقام جنّت میں ہوں گے جہاں کوئی لغویات نہ سُنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اُس میں اُونچے اُونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے اور برابر گدّے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے (والمرسلات: ع ۲) اُس کے جنّت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اُس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد: ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے)، بلاشبہ مُجرم لوگ جہنّم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اُس میں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف: ع ۷) بلاشبہ مُجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اُس دن معلوم ہوگی)، جس دن مُنہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں پھینک دیے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر: ع ۳) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے (واقعہ: ع ۱) مُجرم آدمی اس بات کی تمنّا کرے گا کہ اُس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں

کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کُنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام رُوئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اُتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاوے گی جس نے (دُنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رُخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اُس کو اُٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج ع ۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اِس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (اس کلام میں اس فقیر نے جنّت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جن کی سُورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا۔ پُوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جاسکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سُن کر اپنی جگہ سے اُٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خُوب چلّا کر رویا اور اپنے سب اہلِ مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں گیا اور ایک بوریے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اُس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اُس نے اپنے سب گناہوں سے اوّل فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔ پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنا سارا ساز و سامان، مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہلِ حقوق کو واپس کیں۔ غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کیے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جَو کی روٹی اختیار کی۔ تمام رات نماز پڑھتا، دن کو روزہ رکھتا حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اُس کے پاس زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اُس نے شروع کر دیا کہ لوگ اُس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اُس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ مگر وہ کہتا کہ دوستو میرا حال مُجھی کو معلوم ہے۔ مَیں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں۔ بڑے سخت سخت

گناہ کیے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا۔ اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا، ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا۔ اسی حالت میں مکّہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا۔ وہیں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ مکّہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔ میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لیے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔ یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمالنامے کھولے جائیں گے۔ آہ وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ وہ میرے گناہوں سے پُر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کیے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں تیرے سوا کون ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنّت کا سوال کروں۔ البتہ محض تیرے کرم سے، تیری عطا سے، تیرے فضل سے اس کی تمنّا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ فَاِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔

قصہ اللہ کے عاشق لڑکے کا

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ پیدل چل رہا ہے نہ تو اس کے پاس سواری نہ توشہ نہ پانی۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا جوان کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ کہا اسی کے پاس۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا یہ راستہ بغیر توشہ اور پانی کے طے نہیں ہوگا۔ آخر تیرے ساتھ کچھ ہے بھی؟ کٓھٰیٰعٓصٓ اس نے کہا میں نے سفر کے شروع کے وقت پانچ حرف توشہ کے لیے پکڑ

لیے تھے۔ مَیں نے پُوچھا وہ پانچ حروف کون سے ہیں۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد کٓھٰیٰعٓصٓ مَیں نے پُوچھا اس کے کیا معنے ہُوئے؟ کہنے لگا کہ کاف کے معنے کافی کفایت کرنے والا۔ ھ کے معنے ہادی ہدایت کرنے والا۔ یاء کے معنے مؤدی ٹھکانا دینے والا۔ عین کے معنے عالِم ہر بات کا جاننے والا۔ ص کے معنے صادق اپنے وعدہ کا سچّا۔ پس جس شخص کا ساتھی کفایت کرنے والا۔ ہدایت کرنے والا۔ جگہ دینے والا، باخبر اور سچا ہو وہ برباد ہو سکتا ہے یا اس کو کسی بات کا خوف ہو سکتا ہے کیا وہ شخص بھی اس کا محتاج ہے کہ توشہ اور پانی لادے لادے پھرے۔ حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اُس کی گفتگو سُن کر اپنا کُرتہ اس کو دینا چاہا۔ اُس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بڑے میاں دُنیا کے کُرتے سے ننگا رہنا اچھّا ہے۔ دُنیا کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہے اور اُس کی حرام چیزوں کا عذاب بھگتنا ہے جب رات کا اندھیرا ہُوا تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور یہ کہا اے وہ پاک ذات جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے یعنی اطاعت اور وہ چیز معاف فرما دے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں یعنی گناہ۔ اس کے بعد جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چپ تھا۔ مَیں نے کہا تُم لبیک نہیں پڑھتے۔ کہنے لگا مجھے یہ ڈر ہے کہ مَیں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے لا لبیک ولا سعدیک " نہ تیری لبیک معتبر نہ سعدیک معتبر" نہ میں تیرا کلام سُنتا ہُوں نہ تیری طرف التفات کرتا ہُوں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اس کے بعد مَیں نے سارے راستے اس کو نہیں دیکھا۔ آخر میں منٰی میں وہ نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ محبوب جس کو میرا خُون بہانا اچھّا معلوم ہوتا ہے میرا خُون حرم میں بھی اس کے لیے حلال ہے اور حرم سے باہر بھی۔ خُدا کی قسم اگر میری رُوح کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ کس پاک ذات کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے تو قدم کے بجائے سَر کے بَل کھڑی ہو جائے۔ او ملامت کرنے والے مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر، اگر تجھے وہ نظر آ جائے جو مَیں دیکھتا ہُوں تو کبھی بھی لب کشائی نہ کرے۔ لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔ عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی

قربانی کی، لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی۔ لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنی سکون کی چیز کا ہے۔ لوگوں نے قربانیاں کی ہیں میں تو اپنے خون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہوں۔ اس کے بعد یہ دعا کی، اے اللہ لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لیے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے۔ میں اس کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو اس کو قبول کرلے۔ اس کے بعد ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر گیا۔ اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے، خدا کا قتیل ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اس کی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا۔ اسی میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اس کو دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگے کہ جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا بلکہ اس پر بھی کچھ زیادہ ہوا۔ میں نے پوچھا کہ زیادہ ہونے کی کیا وجہ۔ کہنے لگے کہ وہ کافروں کی تلوار سے شہید ہوئے تھے اور میں عشق مولیٰ کی تلوار سے

قصہ ایک لڑکے کا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا۔ لو بڑی شدت سے چلتی تھی۔ ایک دن جب کہ میں وسط حجاز میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی۔ دفعتہً آنکھ جو کھلی تو مجھے اس جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا ایک کمسن لڑکا تھا جس کے ڈاڑھی بھی نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے، بلکہ دوپہر کا سورج۔ اس پر ناز و نعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام۔ میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا۔ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ صاحبزادے تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ کہنے لگا کہ ابراہیم! جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا کہ اس سخت گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی۔ کہنے لگا کہ ابراہیم اس کے سوا میں نے کبھی کسی سے اُنس پیدا نہیں کیا اور نہ اس کے سوا کبھی کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا میں اس کی طرف بالکلیہ منقطع ہو چکا ہوں اور

اس کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تیرے کھانے پینے کا ذریعہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمّہ لے رکھا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کیے تیری جان کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی۔ چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے لیے جاتا ہے اور اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا۔ اگر مجھے بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعیف ہوں تو اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک (یعنی پورب سے پچھم تک) لے جا سکتا ہے۔ تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے اپنی ملامت کو چھوڑ، جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ تو نے بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے۔ میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ابراہیم تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ میں نے بتا تو دی ہے۔ میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا۔ کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی حسن صورت، حسن سیرت اور شیریں کلام پر بڑا ہی تعجب ہوا۔ میں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں۔ اس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اوپر کی طرف منہ اٹھا کر بہت ترچھی کڑوی نگاہ سے مجھے دیکھا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "اگر میری سزا جہنّم ہو تو میرے لیے ہلاکت ہے اس وقت میری یہ رونق اور خوبصورتی کیا بنائے گی۔ اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا اور جہنّم میں طویل عرصہ تک رونا پڑے گا اور جبّار جل جلالہ یہ فرمائے گا او بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے۔ تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا۔ میری حکم عدولی کی۔ کیا تو میرے عہد و پیمان کو دجوازل

میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا یا میری (قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا (اے ابراہیم) تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹا دیں گے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک ذات کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان فرمانبرداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہو گی"۔ یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا اے ابراہیم مہجور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہو گیا ہو اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا ہو لیکن ابراہیم اپنے رفقاءِ سفر سے بچھڑ گئے ہو۔ میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا۔ تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لیے دعا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملوں۔ میرے اس کہنے پر اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے اس وقت مجھے دفعۃً نیند کا جھونکہ سا آیا یا بیہوشی سی ہوئی۔ اس سے جو میں نے افاقہ پایا، تو قافلہ کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ابراہیم ہوشیار رہو۔ سنبھلے رہو ایسا نہ ہو اونٹ پر سے گر جاؤ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا۔ جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے: "میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں، لیکن دل میں جو کچھ ہے اس کو اور راز کی بات کو تو خوب جانتا ہے میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں، کہیں سوار نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں۔ میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا اور اگر لوگ ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں۔ اے اللہ اگر میری موت کا وقت آ گیا ہو تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب ہو سکوں"۔ اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا اور میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو

ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال کا بڑا سخت صدمہ ہوا۔ مَیں وہاں سے اُٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اُس کے کفن دینے کے لیے کپڑا لیا اور مدد کے لیے ایک دو آدمی ساتھ لیے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مُردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہاں دُوسرے حاجیوں سے دریافت کیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ کسی نے اس کو دیکھا ہو تو میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ مَیں وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو مَیں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نُور چمک رہا ہے اور ایسے عُمدہ جوڑے ہیں کہ اُن کی صفت بیان میں نہیں آ سکتی۔ مَیں نے اس سے پُوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے۔ کہنے لگا کہ مَیں وہی ہوں۔ مَیں نے پُوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا۔ اُس نے کہا ہاں ہو گیا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے تو تجھے تجہیز و تکفین کے لیے بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا ابراہیم سُن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا اور میرے عزیز و اقارب سے جُدا کیا، اسی نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا۔ مَیں نے پُوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا اللہ جل جلالہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ الٰہا تو ہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے۔ فرمایا کہ بیشک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمالے۔ ارشاد ہوا کہ ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور مَیں نیند سے بیدار ہو گیا۔ مَیں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے وہ پُورے کیے، لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا۔ مَیں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن راستہ میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیمؒ تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیمؒ کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی۔

قصّہ ایک نوجوان کا

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لیے جارہا تھا۔ بہت سے رفیق ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کر اکیلے چلوں۔ مَیں نے اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر سب چل رہے تھے، ایک دُوسرا تنہائی کا راستہ اختیار کر لیا اور مَیں تین دن اور تین رات برابر چلتا رہا۔ نہ تو مجھے اُن میں کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا نہ کوئی اور حاجت پیش آئی۔ تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے مہک دار تھے اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ ہے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو جنّت ہے اور مَیں سخت حیرت میں پڑ گیا۔ مَیں اسی فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی جن کے چہرے تو آدمیوں جیسے تھے اور ان پر مرقع چادریں اور خوشنما لنگیاں تھیں۔ ان لوگوں نے آکر مجھ کو گھیر لیا اور سلام کیا۔ مَیں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کہاں میں کہاں۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ جنّات کی قوم ہے۔ اتنے میں اُن میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے اور ہم جنّات میں سے ہیں جنہوں نے بیعت العقبہ کی رات میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا پاک کلام سُنا تھا۔ حضورؐ کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دُنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا اور یہ جگہ اللہ جل شانہٗ نے ہمارے لیے مزیّن فرما دی۔ مَیں نے پُوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دُور ہے جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے۔ میرے اس سوال پر ایک شخص نے اُن میں سے تبسّم کرتے ہُوئے کہا کہ ابواسحٰق اللہ جل شانہٗ کے بھی عجیب بھید ہیں۔ اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا۔ ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا۔ اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا اور یہ دیکھ اُس کی قبر ہے۔ اس کی قبر مَیں نے دیکھی کہ اس پانی کے تالاب کے کنارہ تھی۔ اُس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ میں نے اس جیسے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر وہ جن کہنے لگا کہ اس جگہ کے اور اس کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا یا اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے۔ ابراہیمؒ نے کہا کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ۔ اُن میں سے ایک نے سُنایا کہ ہم لوگ اس چشمہ کے کنارہ بیٹھے

ہوئے عشق کے بارہ میں بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوان آیا اور اُس نے آکر سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پوچھا کہ نوجوان کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا کہ شہر نیشاپور سے آیا ہوں۔ ہم نے پوچھا کہ اس شہر کو چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے۔ اُس نے کہا سات دن ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ شہر سے کس ارادہ سے چلے تھے۔ اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سُنا ہے۔ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (زمر: ۶۴) ترجمہ: تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، قبل اس کے کہ تُم پر عذاب ہونے لگے۔ پھر اس وقت تمہاری کسی طرف سے بھی کوئی مدد نہ کی جائے۔" ہم نے اس جوان سے پوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے؟ اُس نے بیان کرنا شروع کیا اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا ہم لوگوں نے اُس کو اس قبر میں دفن کر دیا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں مجھے اس قصہ سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا، تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا تھا اور اُس کی قبر پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے هٰذَا قَبْرُ حَبِیْبِ اللّٰہِ قَتِیْلَ الْغَیْرَۃِ۔" یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے" اور نرگس کے ایک پتہ پر انابۃ کی تفسیر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو پڑھا۔ ان جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا۔ میں نے اس کا مطلب بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور مزے میں لوٹنے لگے۔ جب اس سے انہیں سکون سا ہوا تو کہنے لگے کہ ہمارا وہ مسئلہ جس پر جھگڑا تھا، حل ہو گیا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔ اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو میں مسجد عائشہؓ کے پاس تھا (جو تنعیم کے پاس مکّہ مکرّمہ کے قریب ہے۔) اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا۔ ایک سال تک اس میں کوئی تغیّر نہ ہوا۔ اس کے چند ایّام بعد وہ خود بخود گم ہو گیا۔

قصّہ ایک عورت کا

ابوالحسن سراجؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ میں طواف کر رہا تھا میری نگاہ ایک ایسی حسین عورت پر پڑی جس کے چہرہ کا حُسن چمک رہا تھا۔ میں نے کہا واللہ ایسی حسین عورت میں نے آج تک

نہیں دیکھی۔ یہ اس کے چہرہ کی ساری رونق اس وجہ سے ہے کہ اس کو کبھی کوئی رنج وغم نہیں پہنچا۔ اس نے میری یہ بات سن لی۔ کہنے لگی تم نے یہ کیا کہا۔ واللہ میں غموں میں جکڑی ہوئی ہوں اور میرا دل فکروں سے اور آفتوں سے زخمی ہے اور کوئی بھی میرے غموں میں میرا شریک نہیں رہا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ میرے خاوند نے قربانی کی ایک بکری ذبح کی میرے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے اور ایک بچہ دودھ پیتا میری گود میں تھا۔ میں گوشت پکانے کے لیے اٹھی تو ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے بتاؤں کہ ابا نے بکری کس طرح ذبح کی۔ اس نے کہا بتا، تو اس نے چھوٹے بھائی کو لٹا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا پھر وہ اس کو ذبح کر کے ڈر کے مارے بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک بھیڑیے نے اس کو کھا لیا۔ باپ اس کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ میں دودھ پیتے بچے کو بٹھا کر دروازہ تک گئی کہ شاید خاوند کا کچھ پتہ کسی سے ملے۔ تو وہ بچہ گھسٹتا ہوا ہانڈی کے پاس پہنچ گیا جو چولہے پر رکھی ہوئی جوش سے پک رہی تھی۔ اس کو جو اس نے ہلایا وہ پکتی پکتی اس پر گر گئی جس سے اس بچے کا سارے بدن کا گوشت جل کر ہڈیوں سے الگ ہو گیا، میری ایک بڑی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے گھر تھی اس کو جب اس سارے قصہ کی خبر پہنچی تو وہ خبر سن کر زمین پر گر گئی۔ اسی میں اس کی بھی موت مقدر تھی وہ بھی مر گئی، مقدر نے ان سب کے درمیان سے مجھے اکیلی کو چھوڑ دیا۔ میں نے کہا ان مصیبتوں پر تجھے کس طرح صبر آیا؟ وہ کہنے لگی کہ جو شخص صبر اور بے صبری میں الگ الگ غور کرے گا وہ ان کے درمیان بہت بون بعید پائے گا۔ صبر کا انجام محمود ہے اور بے صبری پر کوئی اجر نہیں ملتا پھر اس نے تین شعر پڑھے اور چل دی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے صبر کیا اس لیے کہ صبر بہترین اعتماد کی چیز ہے اور اگر بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تو کرتی میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا اگر وہ مصیبتیں سخت پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے میں نے اپنے آنسوؤں پر قدرت پائی پس ان کو نکلنے سے روک دیا۔ اب وہ آنسو اندر ہی اندر میرے دل پر گر رہے ہیں۔

قصہ راشد بن سلیمان کا

حضرت ضحاک بن مزاحم فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے

نکلا۔ چاندنی رات تھی مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے۔ مَیں اُس کے قریب گیا تاکہ اس کی بات سنوں، تو وہ یہ کہہ رہا تھا۔

ترجمہ: اے عزّت والے تیرے ہی اُوپر مجھ کو بھروسہ ہے۔ خوش حال ہے وہ جس کا تو مقصود ہے، خوشحال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گزار دے اور عزّت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علّت اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولیٰ سے عشق رہے۔ جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہو، تو اللہ کی طرف سے اُس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک ہو۔" بار بار کہہ رہا تھا اور رو رہا تھا اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آگیا۔ پھر اُس نے ایسی کلام کی جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا اور اُس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سُنا جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میرے بندے مَیں موجود ہوں، تو میری حفاظت میں ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہم اُس کو سُن رہے ہیں۔ تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیے۔ حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ پھر مَیں نے اس کو سلام کیا۔ اُس نے جواب دیا۔ مَیں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ کہنے لگے: "مَیں راشد بن سلیمان ہوں۔" مَیں نے نام سے ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سُنتا رہتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا، مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا۔ آج اللہ جل شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا۔ مَیں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ بہت دُشوار ہے۔ بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذّت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب اُنس رکھ سکتا ہے۔ کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گزر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر راشدؒ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اُتر گئے۔ مجھے اُن کی جُدائی سے رنج ہوا اور مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ مرنے سے پہلے پہلے اُن سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے۔ اتفاق سے مَیں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ

تلے ان کو بیٹھے دیکھا اور ایک مجمع اُن کے پاس تھا جو سورۂ انعام اُن کو سنا رہا تھا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تبسّم فرمایا کہ یہ علماء کی مہربانی ہے اور وہ اولیا کی تو انکنع تھی پھر اُٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ مرنے سے پہلے مجھ سے ملاقات ہو جائے۔ مَیں نے عرض کیا۔ جی ہاں دُعا کی تھی فرمایا الحمد للہ علیٰ ذالک مَیں نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سُنا تھا وہ مجھے بتا دیجیے۔ انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری جس سے میں یہ سمجھا کہ اُن کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع اُن کے پاس تھا اور پڑھ رہا تھا وہ چلا گیا۔ جب اُن کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اُس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے۔ مَیں نے پوچھا اچھّا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے۔ فرمایا یہ جنّات کی جماعت تھی۔ قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں پھر اُنہوں نے مجھ کو رخصت کیا اور فرمایا حق تعالیٰ شانہ جنّت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جُدائی ہوگی نہ مشقت نہ غم ہوگا نہ کلفت یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے اُن کو نہیں دیکھا۔

قصّہ ایک لڑکی کا

محمد بن حُسین بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا میں اتفاق سے مکّہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہُوئے تھا لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ بدن بہت لاغر لیکن اس کے چہرہ پر ایک نورانی چمک تھی۔ وہ بوڑھا پکار رہا تھا کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے کوئی ہے جو اس کو پسند کرے، کوئی ہے جو بیس۲۰ اشرفی سے اس کی قیمت زیادہ دے اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہُوں۔ مَیں نے اس شخص کے قریب جا کر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہو گیا، اس میں عیب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکی پاگل ہے، ہر وقت غمزدہ رہتی ہے، رات بھر نماز پڑھتی ہے، دن بھر روزہ رکھتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے۔ جب مَیں نے اس کی بات سنی تو وہ لڑکی مجھے

پسند آگئی اور میں نے اُس کو خرید لیا اور اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔ میں نے اُس کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے۔ پھر اُس نے سر اُٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے کہا عراق ہے۔ کہنے لگی کونسا عراق، بصرہ یا کوفہ۔ میں نے کہا دونوں نہیں۔ کہنے لگی تو کیا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی واہ واہ، وہ تو عابدوں کا شہر ہے، زاہدوں کا شہر ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ باندی ایک کوٹھڑی سے دوسری کوٹھڑی میں جانے والی، اس کو عابدوں زاہدوں کی کیا خبر۔ میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو اُن میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے۔ کہنے لگی مالک بن دینارؒ کو بشر حافیؒ کو صالح مریؒ کو ابو حاتم سجستانیؒ کو معروف کرخیؒ کو محمد بن حسین بغدادیؒ کو رابعہ عدویہؒ کو شعوانہؒ کو میمونہؒ کو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا۔ کہنے لگی اے جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں۔ خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں۔ پھر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے فکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے پس اُن کے لیے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا۔ ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہے کیا ہی بہترین مقصد ہے جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے۔ نہ تو دُنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دُنیا کی لذتیں، نہ اولاد، نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے نہ مال کی روزافزوں زیادتی، نہ تعداد کی کثرت۔" اس کے بعد میں نے کہا اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں۔ کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ تم سے میری کہیں ملاقات ہو جائے۔ تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور سُننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا بحالہ موجود ہے۔ کہنے لگی خدا کی قسم مجھے قرآن پاک کچھ سنا دو۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا تو کہنے لگی جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کو پہچان لوں اور جنت میں اس کو دیکھ لوں گی تو کیا حال ہو گا۔ پھر کہنے لگی اچھا پڑھیے اللہ جل شانہ آپ پر رحم کرے میں نے یہ آیت پڑھی: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ

نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ
مَا يَحْكُمُونَ ٥ (جاثیہ: ع ۲) ”جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم
ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان سب کا جینا مرنا
ایک سا ہو جائے (جو ایسا گمان کرتے ہیں) بہت بُری تجویز کر رہے ہیں“۔ یہ آیت سن کر وہ
کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے کبھی کسی کی نہ پرستش کی نہ کسی صنم کو بوسہ دیا اور کچھ پڑھیے،
اللہ آپ پر رحم کرے میں نے پڑھا۔ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ
سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ
الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ٥ (کہف: ع ۴) بیشک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر
رکھی ہے۔ جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گی اور اگر وہ لوگ فریاد کریں
گے تو ایسے پانی سے اُن کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کے تلچھٹ کی طرح (بدہیئت) ہوگا
(اور ایسا سخت گرم) موہنوں کو بُھون رے گا۔ کیا ہی بُرا پانی ہوگا اور (جہنم) کیا ہی بُرا ٹھکانا
ہوگا۔ وہ کہنے لگی تم نے اپنے دل پر نااُمیدی لازم کر دی۔ اپنے دل کو اُمید اور خوف کے
درمیان معطّر کرو۔ کچھ اور پڑھو اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ تو میں نے پڑھا وُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (عبس) بہت سے چہرے اس دن خنداں و
شاداں ہوں گے اور یہ پڑھا وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (قیمہ: ع ۱)
”بہت سے چہرے اس دن بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے“۔
اس پر وہ کہنے لگی ہائے مجھے اس دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہوگا جس دن وہ اپنے
دوستوں کے لیے تجلّی فرمائے گا کچھ اور پڑھیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت
پڑھی: يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ٥ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن
مَّعِينٍ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ٥ (واقعہ: ع ۱) چند آیتیں لِأَصْحَابِ
الْيَمِينِ ٥ تک یعنی سورہ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم تک پڑھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ
ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ یہ چیزیں لے
کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے۔ آبخورے اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئی شراب

سے بھرے گئے ہوں کہ نہ اس شراب سے ان کو سر کا درد ہو گا (یعنی چکر آئے گا) نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے لے کر آئیں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لیے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسا کہ (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ سب کچھ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (یہ لوگ جنت میں) نہ بک بک سنیں گے نہ کوئی اور بیہودہ بات۔ بس سلام ہی سلام کی آواز (ہر طرف سے) آئے گی اور (نمبر دو کے حضرات) جو داہنے والے ہیں (یعنی ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ داہنے والے بھی کیسے اچھے آدمی ہیں۔ وہ ان باغوں رہیں گے جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے لگے ہوئے ہوں گے اور بہت لمبا سایہ ہو گا اور بہتا ہوا پانی ہو گا اور بہت کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ اُن میں کسی قسم کی روک ٹوک ہو گی۔ (جتنا جس کا دل چاہے کھائے) اور اُونچے اُونچے فرش ہوں گے اور اُن کے لیے بھی عورتیں (ہوں گی جن کو) ہم نے خاص طور سے بنایا یعنی ایسا بنایا کہ وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں گی (یعنی صحبت کے بعد پھر کنواری بن جائیں گی) اور (ناز و انداز کے لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی اور (جنت والوں کی) ہم عمر ہوں گی اور یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں۔" (ترجمہ ختم ہوا) پھر وہ لڑکی مجھ سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تم نے بھی حوروں سے منگنی کی ہے کچھ ان کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مجھے بتا دے ان کا مہر کیا ہو گا میں تو فقیر آدمی ہوں۔ کہنے لگی رات کو تہجد پڑھنا، دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبت رکھنا۔ اس کے بعد اس باندی نے چھ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: "اے وہ شخص جو حوروں سے اُن کے پردہ میں منگنی کرتا ہے اور ان کے عالی مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے۔ کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا سستی ہرگز نہ کر، نفس سے مجاہدہ کر، اس کو صبر کا عادی بنا، رات کو تہجد پڑھا کر، دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے۔ اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں جبکہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح سے اُن کے پستان

اُبھر رہے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں اور اُن کے سینوں پر چمکتے ہُوئے ہار پڑے ہُوئے ہوں، تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دُنیا کی جتنی زیب و زینت ہے ساری ہی تُنک بن جائے۔" یہ اشعار پڑھ کر اس کو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میں نے پھر اس کے چہرے پر پانی وغیرہ چھڑکا تو اس کو افاقہ ہوا۔ تو اُس نے کہا: اے اللہ تو مجھے عذاب سے بچائیو۔ بیشک میں اپنے گناہوں کا جو مجھ سے صادر ہُوئے اقرار کرنے والی ہوں۔ تُو نے کتنی کثرت سے میری خطاؤں کی لغزشیں معاف فرمائی ہیں۔ تو بڑے فضل والا ہے بڑے احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا گمان کرتے ہیں، لیکن اگر تو میری خطائیں معاف نہ کر دے تو میں بد ترین ہوں۔ میرے لیے کوئی تدبیر نہیں۔ اس کے سوا کہ تیری بخشش کی اُمید ہے اور تیرے ساتھ مجھے حُسنِ ظن ہے۔ (کہ تو ضرور کرم کرے گا۔)

یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہو گئی۔ مَیں جو اُس کے قریب پہنچا تو مر چکی تھی۔ مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا۔ مَیں اُٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا سامان خرید کر لاؤں۔ جب میں بازار سے لَوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہُوئی معطر نعش رکھی ہُوئی تھی۔ دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنّت کا لباس تھا۔ کفن میں دو سطریں نُور سے لکھی ہُوئی تھیں۔ پہلی سطر پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہُوا تھا۔ دُوسری پر یہ آیۃ ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O'' خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ غمگین ہوتے ہیں۔" مَیں اور میرے ساتھی اس کے جنازہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا اور اُس کی قبر پر سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دِل اس کے فراق سے غمگین تھا۔ واپس آ کر مَیں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنّت میں پھر رہی ہے نہایت مہکتے ہُوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے۔ ریشم کے اور استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے۔ اس کے سر پر ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سُرخ یاقوت کے جُوتے ہیں۔ مشک و عنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ مَیں نے کہا اے لڑکی ذرا ٹھہر تو یہ تو بتا دے کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا۔ کہنے لگی کہ

فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کے ہٹا دینے سے پھر اس نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر نوحہ کر لیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو۔ اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو اس حال کی حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو۔

قصہ ایک نوجوان عیسائی کا

حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی۔ ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیے۔ حامد اسودؒ کہتے ہیں، ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضرِ خدمت تھا۔ آپ حسبِ معمول لوٹا لے کر چل دیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں تو ہمرکابی کے لیے چل پڑا۔ فرمایا میرا ارادہ تو مکّہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے، تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہو لیا اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن اُس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی۔ میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا نماز نہیں پڑھتا۔ شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ اُس نے کہا میرے ذمّہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گزر کرتا ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا۔ میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں جہاں معبود کے سوا کوئی بھی نہیں ہے لا ڈالا۔ تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں۔ شیخ اس کی یہ بات سُن کر چل دیے اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بطنِ مر دپر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا۔ پھر اس لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدالمسیح۔ شیخ نے فرمایا:

عبدالمسیح یہ مکّہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ "مُشرکین ناپاک ہیں۔ یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ ہوں۔" اور اپنے نفس کا جو تو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہوگیا۔ پس ایسا نہ ہو کہ تو مکّہ میں داخل ہو جائے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامدؒ کہتے ہیں کہ ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکّہ مکرّمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اُوپر گر پڑا۔ شیخ نے پُوچھا عبدالمسیح کیا گزری کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ اپنی سرگزشت تو سناؤ کہنے لگے کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک اور قافلہ آیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اُن کے ساتھ ہو لیا۔ جب مکّہ مکرّمہ پہنچ کر بیتُ اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے۔ مَیں نے غسل کیا۔ مُسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ اس کے بعد سے ہم اور وہ ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ صوفیہ ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔ (روض)

قصّہ حضرت امام حسینؓ کی آل میں سے ایک بچے کا

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا اُن کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہُوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہے۔ مَیں نے اس سے کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا۔ اُس نے میری طرف نگاہ اُٹھا کر کہا ارے بیوقوف، کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہُوئے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہُوئے ہو؟ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ مَیں نے کہا

اللہ جلِ شانہٗ تیری عمر میں برکت کرے، تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی؟ کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (مومنون: ع ۶) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹائے نہیں جاؤ گے؟" میں نے کہا بیٹا تُو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر۔ اُس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دُنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت چلنے کے لیے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لیے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دُنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہتی ہے، نہ کوئی زندہ دُنیا کے لیے باقی رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ پس او بیوقوف جو دُنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے ذرا کر اور دُنیا سے اپنے لیے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔"

یہ شعر پڑھ کر اُس لڑکے نے آسمان کی طرف مُنہ کیا اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اُس کے رخساروں پر جاری تھی۔ کہہ رہا تھا:

"اے وہ پاک ذات کہ اُسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اُسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اُس سے کوئی شخص اُمید باندھ لے تو وہ نامُراد نہیں ہو سکتا۔ اُس کی اُمّید ضرور پُوری ہوتی ہے۔"

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اُس کا سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اُس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پُونچھنے لگا جب اُس کو ہوش آیا تو میں نے کہا بیٹا، ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا۔ ابھی تو تم بہت بچّے ہو ابھی تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا، کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ۔ میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی چھپٹیاں ہی چُولہے میں رکھتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنّم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں۔ میں نے کہا صاحبزادہ تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو۔ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اُس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے

"میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے چلا آرہا ہے" اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لیے (قبر میں جاکر)، گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں۔ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب کہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا یہ حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتی کہ میری ہڈیوں پر گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جارہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہوچکتیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بُری حرکتیں کی ہیں جو اب واپس بھی نہیں ہوسکتیں (یعنی جو گناہ کرچکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہوسکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لیے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں۔ وہ کل کو اُس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اُس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اُس کا خوف ضرور تھا، لیکن میں اُس کے غایتِ حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جُرأت ہوتی رہی)، اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اُس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے۔ بےشک تمام تعریفیں اُسی پاک ذات کے لیے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنّت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو و لعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی۔ (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کردے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے، تو آقا ہی اُس کو معاف کرتا ہے۔ بےشک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی، تو میرا کیا حال بنے گا جب کہ سخت سے

سخت پتھر بھی اُس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مَیں موت کے وقت بھی تن تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا ہی اُٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین و مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے، وحدہٗ لاشریک ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا"۔ بہلولؒ کہتے ہیں کہ اُس کے یہ اشعار سُن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ مَیں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا۔ وہ کہنے لگے تُو اس کو نہیں جانتا۔ یہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں ہے۔ مَیں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

قصہ اللہ کے عاشق کا

ابو سعید موصلیؒ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے دیر میں واپس ہوئے واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا۔ میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر گئے مَیں نے پانی چھڑکا۔ دیر میں ہوش آیا۔ پھر اُٹھ کر چلے۔ جب شہر کی گلیوں میں پہنچے، تو پھر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے، میرے محبوب تُو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو کر گر گئے۔ مَیں نے پھر پانی چھڑکا۔ پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

قصہ ایک ظالم کا

بخارا کا ایک حاکم بڑا سخت ظالم تھا۔ ایک دن وہ اپنی سواری پر چلا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک کُتّا نظر پڑا جس کے خارش ہو رہی تھی اور سردی نے اُس کو بہت ستا رکھا تھا۔ اس ظالم کی اُس پر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اس کُتّے کو میرے گھر لے جا میرے آنے تک اس کا خیال رکھیو۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کام جہاں جا رہا تھا چلا گیا۔ جب واپس آیا،

تو اُس کُتّے کو منگایا اور گھر کے ایک کونہ میں اُس کو بندھوا دیا۔ اُس کے سامنے ٹکڑا ڈالا پانی رکھوایا اور اُس کے بدن پر تیل ملوا کر ایک کپڑے کی جھول اُس کے اُوپر ڈلوائی۔ اس کے قریب آگ رکھوائی تاکہ اُس کی گرمی سے اُس پر سے سردی کا اثر زائل ہو جائے اور اس قِصّہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ اُس ظالم کا انتقال ہو گیا۔ ایک بزرگ نے جو اُس کے مظالم اور اس کی حالت سے خوب واقف تھے اُس کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پُوچھا کہ کیا گزری۔ اُس نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تُو کتا تھا (یعنی کُتّوں جیسے کام کرتا تھا انسانوں جیسے کام نہیں کرتا تھا) اس لیے ہم نے بھی ایک کُتّے ہی کو تجھ کو دے دیا (یعنی اُس خارشی کُتّے کے طفیل تیری بخشش کر دی) اور میرے ذمّہ جو حقوق تھے اُن کا خود ادا کرنے کا ارادہ فرمالیا[1]۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات بڑی کریم ہے۔ وہ سارے کریموں کا مالک ہے۔ بادشاہ ہے، اُس کے کرم تک کوئی کہاں تک پہنچ سکتا ہے کسی شخص کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی اُس کو پسند آجائے تو اُس شخص کا بیڑا پار ہے۔ آدمی اُس کی خوشنودی کی تلاش میں رہے۔ نہ معلوم کس کی کیا بات آقا کو پسند آجائے۔

باعثِ عبرت قصّہ

حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی برادری سے تھا اُن کا چچازاد بھائی تھا (دُنیاوی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت مُوسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے تُم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ مُوسیٰؑ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اُس نے نماز کا حکم کیا، تُم نے برداشت کیا، اُس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اُس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت مُوسیٰؑ پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔

---

[1] مسامرات

لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰؑ کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سُنا دیجیے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالےٰ کے احکام بتانے شروع کیے کہ مجھے یہ احکام دیے ہیں کہ اس کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے (تعجب سے) فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے! اور یہ کہہ کر اس عورت کو بُلا کر اس سے پُوچھا کہ تُو حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تُو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بَری ہیں۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام روتے ہُوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ہم نے زمین پر تسلّط دے دیا۔ تم جو چاہو ان کے متعلّق زمین کو حکم دو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ اُس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پُکارنے لگے۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پکارتے رہے۔ حضرت مُوسیٰؑ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے، وہ سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حضرت مُوسیٰؑ پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تُم سے عاجزی کرتے رہے۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دُعا کرتے، تو میں اُن کی دُعا کو قبول کر لیتا۔

قصّہ حضرت داؤد علیہ السّلام کا

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نہایت شرم وحیا والے تھے جب باہر جاتے، تو دروازہ بند کردیتے تھے۔ ایک دن دروازہ بند کرکے نکلے۔ جب واپس آئے اور دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور دربان مجھ کو اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔ آپ نے فرمایا: "قسم خدا کی تم ملک الموت ہو، مبارک ہو تم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے ہو۔" یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی رُوح قبض کی۔

روایت کیا طبرانی نے حسینؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مرض الموت میں جبرئیل علیہ السّلام حال دریافت کرنے کے لیے نازل ہوئے اور پوچھا آپؐ کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا اے جبرئیل مرض کی تکلیف زیادہ ہے۔ اس درمیان میں ملک الموت نے دروازے پر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرئیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم یہ ملک الموت ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کسی سے اجازت نہ چاہی اور آپؐ کے بعد بھی کسی سے اجازت نہ چاہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اندر آنے کی اجازت دو۔ جبرئیل نے اجازت دی۔ ملک الموت سامنے آکر کھڑے ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپؐ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ کی تابعداری کروں۔ پس اگر آپؐ اجازت دیں کہ میں آپؐ کی رُوح قبض کروں تو قبض کروں گا اور اگر اجازت نہ دیں، تو قبض نہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا "اے ملک الموت کیا تم ایسا کر سکو گے۔" کہا ہاں یا رسُول اللہؐ! اللہ نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ نے آپؐ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ آپؐ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اے ملک الموت اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ ملک الموت نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی رُوح قبض کی۔

جہاں بھی جاؤ موت آکر رہے گی

روایت ہے خثیمہ رضؓ سے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السّلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کی طرف تعجّب سے کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔ جب ملک الموت چلے گئے تو اُس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام سے پُوچھا: "یہ کون شخص ہے؟" آپ نے فرمایا ملک الموت۔ اس نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا میری رُوح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تُو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا مجھے ہندوستان میں پہنچا دیجیے۔ آپ نے ہَوا کو حکم دیا کہ اِس کو اُٹھا کر ہندوستان میں رکھ دے۔ ہَوا نے اُس کو ہندوستان میں پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے پُوچھا: تم کیوں اس شخص کو غور سے دیکھتے تھے؟ کہا مجھے تعجب اس بات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا ہے کہ اس کی رُوح ہندوستان میں قبض کرو اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔

ملکُ الموت اور اُن کے ساتھ والے فرشتوں کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ۝ (ترجمہ) یہاں تک کہ تُم میں کسی کی موت آجاتی ہے، تو لے لیتے ہیں اُس کو ہمارے فرشتے اور یہ زیادتی نہیں کرتے۔ ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِس سے ملک المُوت کے مددگار فرشتے مُراد ہیں۔ اور وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جو فرشتے انسان کے پاس آتے ہیں اور اس کی عُمر لکھتے ہیں، وہی اس کی رُوح قبض کرتے ہیں اور بعد قبض کرنے کے مَلکُ المُوت کو دیتے ہیں اور ملک الموت ان کے سردار ہیں۔

روایت ہے ابوہریرہ رضؓ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا، تو جو فرشتے عرش اُٹھائے ہُوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو زمین کی طرف بھیجا کہ کُچھ مٹی لادے۔ جب مٹی لینے کا ارادہ کیا، تو زمین نے کہا تجھ کو قسم ہے اُس

ذات پاک کی جس نے تجھ کو بھیجا ہے کہ مجھ سے مٹی نہ لے کہ کل کے روز اُس کو آگ میں جلنا ہوگا، فرشتے نے یہ سُن کر مٹی نہ لی۔ جب پروردگار کے پاس گیا، تو پروردگار نے پُوچھا: "تم کو کس نے میرا حکم بجالانے سے باز رکھا؟" فرشتے نے عرض کیا، خداوندا! اُس نے تیری قسم دی، اس لیے میں نے نہیں لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دُوسرا فرشتہ زمین کی طرف بھیجا۔ اُس کو بھی زمین نے اِسی طرح قسم دی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کُل فرشتوں کو ایک ایک کر کے بھیجا اور مٹی لانے سے سب عاجز رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ملک المُوت کو بھیجا۔ ملک الموت نے مٹی لینے کا ارادہ کیا، تو زمین نے اُسی طرح قسم دی۔ ملک الموت نے کہا جس نے مجھ کو بھیجا ہے اُس کا حُکم بجالانا ضروری ہے۔ پھر زمین کے ہر حصّہ بھلے اور بُرے سے تھوڑی مٹی لے کر پروردگار کے پاس حاضر ہُوئے اور جنّت کے پانی سے خمیر کر کے آدم کا بدن تیّار کیا۔ زہری نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور کہا اوّل فرشتہ اسرافیل تھے اور دوسرے فرشتے میکائیل اور ابنِ مسعود اور بہت سے صحابہ نے کہا کہ اوّل فرشتہ جبرئیل، مکائیل تھے۔

○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجہیز الاموات

جس میں نقشہ تفصیل کفن اور مسائل ضروریہ حسب ذیل آٹھ فصل میں منقسم ہے:

پہلی فصل : جان کندنی کے بیان میں۔
دُوسری فصل : غسل دینے کے بیان میں۔
تیسری فصل : کفن دینے کے بیان میں۔
چوتھی فصل : جنازہ لے جانے کے بیان میں۔
پانچویں فصل : نمازِ جنازہ کے بیان میں۔
چھٹی فصل : قبر اور دفن کے بیان میں۔
ساتویں فصل : زیارتِ قبر کے بیان میں۔
آٹھویں فصل : مسائل ضروریہ کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو اس سے نفع بخشے اور نیک عمل کی توفیق دے۔

پہلی فصل

جان کندنی کے بیان میں : جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہوں یعنی اُس کے دونوں قدم ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کج ہو جائے اور کنپٹیوں میں گڑھے پڑ جائیں اور چہرہ کا چمڑہ کھچ جائے، تو چاہیے کہ اس کو قبلہ رُخ داہنی کروٹ لٹائیں اور مستحب ہے کہ کلمہ شہادت کی تلقین اس طرح کریں کہ نیک آدمی اس کے پاس بلند آواز سے کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور اس کو پڑھنے کے لیے اصرار نہ کرے، اس واسطے کہ وہ اپنی تکلیف میں مبتلا ہے۔ اگر وہ ایک بار پڑھ لے تو کافی ہے۔ اِس کے بعد اگر وہ کوئی بات کرے، تو پھر اسی طرح ایک بار تلقین کر دے اور مستحب ہے کہ اِس کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھے اور اچھے آدمی متقی و پرہیز گار وہاں پر آئیں جب مر جائے، تو کپڑے کی پٹی سے اُس کی ڈاڑھی سر کے ساتھ باندھیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں اور باندھتے وقت کہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰہُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَہِّلْ عَلَیْہِ مَابَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْہُ

اور اس کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیں اور مستحب ہے کہ اس کے کپڑے اُتار کر ایک چادر اُڑھا دیں اور چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں۔ پھر اُس کے دوست آشنا محلّہ والوں کو خبر کر دیں تاکہ اِس کی نماز میں شریک ہوں اور اس کے لیے دُعا کریں اور مستحب ہے کہ اس کے ذمہ جو کچھ قرض ہو اس کو ادا کر دیں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کریں۔ غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن شریف پڑھنا منع ہے۔

دُوسری فصل

غسل دینے کے بیان میں: میّت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ جب غسل دینے کا ارادہ کریں، تو غسل کی چوکی کو خوشبو کی دھونی دیں۔ یعنی ایک بار یا تین بار یا پانچ بار اس کے چاروں طرف دھونی پھیریں اور اس پر مُردہ کو لٹائیں اور بہتر ہے کہ چاروں طرف پردہ کر لیں، پھر کپڑے اُتاریں اور ناف سے زانو تک چھپائیں اور ایک کپڑا ہاتھ میں لپیٹیں اور آگے پیچھے سے اس کا ستر پانی ڈال کر پاک کریں اور وضو کرائیں، لیکن میّت اگر بچّہ ہو تو وضو کی حاجت نہیں۔ اس وضو کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے منہ دھوئیں، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھو کر مسح کریں، پھر دونوں پاؤں دھوئیں اور داہنے عضو کو پہلے دھوئیں اور مُنہ اور ناک میں پانی نہ ڈالیں بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کپڑا تر کر کے اس کے منہ میں پھیریں اور دانت مل کر صاف کریں اور لب کی میل چھڑائیں اور

ناک کو تر کپڑے سے اندر سے صاف کریں اور غسل کا پانی گرم کر لیں اور اگر ہو سکے تو بیر کی پتی ملا کر پکائیں اور چھان لیں اور اگر سر میں بڑے بال ہوں تو خطمی پانی میں خوب مل کر چھان لیں۔ اس پانی سے سر اور داڑھی دھوئیں یا صابون سے دھوئیں۔ پھر میّت کو بائیں کروٹ لٹا کر داہنے پہلو کو سر سے پاؤں تک غسل دیں، پھر داہنی کروٹ لٹا کر غسل دیں تاکہ سب جگہ پانی پہنچ جائے، پھر پیٹھ کی طرف سہارا دے کر بٹھائیں اور شکم اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں، اگر کچھ نجاست نکلے تو صاف کریں اور غسل یا وضو نہ دہرائیں اور سر اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں نہ ناخن تراشیں نہ لب اور بغل کے بال دور کریں۔

جو شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا اس کو بھی غسل دینا واجب ہے اگر اس قدر پھول گیا ہے کہ غسل نہیں دے سکتے تو بھی اس پر پانی بہانا واجب ہے اور جو لڑکا پیدا ہو کر مر گیا، اس کا بھی غسل واجب ہے۔ چاہیے کہ اس کا نام رکھیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں اور جو مُردہ پیدا ہو یا کچا بچہ پیدا ہوا یعنی اس کے اعضا درست نہیں ہوئے اُس کو بھی غسل[1] دیں اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کریں اس پر نمازِ جنازہ نہیں ہے۔ جس میّت کے مومن یا کافر ہونے کا حال معلوم نہ ہو پس اگر اسلام کی علامت اس میں پائی جائے یا دار الاسلام میں ہو تو اس کا حکم مسلمان کا ہے اور جو شخص سمندر کے سفر میں مرے، تو غسل و کفن و نمازِ جنازہ کے بعد اس کو وزنی چیز سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیں۔ بہتر ہے کہ غسل دینے والا بھی باوضو ہو اور اگر جنابت والا یا حیض و نفاس والی عورت یا کافر غسل دے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور مستحب ہے کہ میّت کی قرابت والا غسل دے اور اگر اس کو غسل دینے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو پرہیزگار آدمی غسل دے اور غسل دینے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح غسل دے کہ تمام بدن میں

---

[1] اور نام رکھیں اگر لڑکا، لڑکی کا نشان نہ معلوم ہو تو اس کا نام ایسا رکھیں جو عورت مرد میں ملتا جلتا ہو جیسے بسم اللہ رحمت۔ نعمت، حشمت وغیرہ کذا فی الصحاح - ۱۲۔
محمد نذیر صابر دہلوی عفی عنہ

پانی پہنچ جائے اور اگر میّت کی خوبی دیکھے، تو اس کو بیان کرے اور اگر بُرائی دیکھے مثلاً بدبُو یا اس کی صُورت کی بے رونقی یا کسی عضو میں بُرائی تو اس کو ظاہر نہ کرے۔ مردوں کو مرد غسل دے اور عورتوں کو عورت اور چھوٹے لڑکے لڑکی کے غسل میں اختیار ہے چاہے مرد دے چاہے عورت۔ اور ضرورت کے وقت عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی بی بی کو غسل نہیں دے سکتا۔ اگر عورت مر گئی اور غسل دینے والی عورت نہیں ہے تو اگر مرد محرم موجود ہے تو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر شوہر ہے تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اگر اجنبی ہے تو بھی کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور ہاتھ کے تیمم کرانے کے وقت نگاہ نیچی رکھے۔ بڈھی اور جوان عورت کا ایک حکم ہے اور اگر مرد مر جائے اور غسل دینے والا مرد نہیں ہے، تو عورت ذی رحم محرم تیمم کرائے اور اگر یہ نہ ہو اجنبی عورت ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے۔ اگر لڑکا مر گیا اور باپ کافر ہے، تو اس سے غسل دلانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ مسلمان غسل دے۔ اگر کوئی شخص سفر میں مر گیا اور پانی نہیں ملتا، تو تیمم کرا کے نماز جنازہ پڑھے پھر اگر پانی مل جائے، تو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھے۔

تیسری فصل

کفن دینے کے بیان میں: میّت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لیے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ ازار، کُرتا، لفافہ اور صرف ازار لفافہ بھی کافی ہے اور مجبوری کے وقت جو مل جائے اسی کا کفن دے۔ ازار، لفافہ سر سے قدم تک اور کُرتا بغیر آستین اور کلی کا گردن سے قدم تک ہو اور متاخرین فقہا نے میت عالم کے واسطے عمامہ باندھنا بھی بہتر لکھا ہے، مگر شملہ منہ کی طرف رکھے اور عورت کے لیے مسنون پانچ کپڑے ہیں۔ کرتا، ازار، اوڑھنی، لفافہ، سینہ بند اور صرف ازار لفافہ اوڑھنی بھی کافی ہے۔ کرتا مونڈھوں سے ٹخنوں تک اور سینہ بند سینہ سے گھٹنوں تک یا ناف تک اور اوڑھنی دو ہاتھ لمبی، دو بالشت چوڑی اور ازار و لفافہ سر سے پیر تک ہونا چاہیے۔ ناچاری کے وقت عورت کو دو کپڑے اور مرد کو ایک کپڑا بھی جائز ہے اور بغیر ناچاری کے مکروہ ہے۔ اور جو لڑکے

لڑکیاں جوان ہونے کے قریب ہوں، ان کا حکم مرد اور عورت کا ہے اور جو لڑکا چھوٹا ہو اُس کے لیے ادنیٰ درجہ ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کے واسطے ادنیٰ درجہ دو کپڑے ہیں۔

مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑے اور کسم زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے اور عورت کے لیے جائز ہے۔

سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے اور نیا پرانا یکساں ہے جو میّت مالدار ہو اور اس کے ورثہ کم ہوں اس کو کفن مسنون دینا افضل ہے اور جس کے مال کم اور ورثہ زیادہ ہوں اس کو کفایتی افضل ہے۔

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کفن کو پہلے ایک بار یا تین بار یا پانچ بار خوشبو کی دھونی دیں، پھر مرد کے لیے پہلے لفافہ بچھائیں۔ اُس کے اُوپر ازار پھر میّت کو اس پر لٹا کر کرتا پہنائیں اور سَر اور داڑھی اور بدن میں خوشبو لگائیں، مگر مرد کے واسطے زعفران کی خوشبو نہ لگائیں اور میّت کی پیشانی، ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوں اور دونوں قدم پر کافور لگائیں۔ اس کے بعد ازار کو پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹیں۔ اسی طرح لفافہ بھی لپیٹیں اور گرہ دیں۔

عورت کے لیے پہلے سینہ بند پھر لفافہ بچھائیں۔ اِس پر ازار پھر میّت کو اُس پر رکھ کر کرتا پہنائیں اور بال کے دو حِصّے کر کے دونوں طرف سے کُرتے کے اُوپر کریں اور اوڑھنی اس کے سر پر اوڑھا کر دونوں کناروں سے دونوں طرف کے بال چھپائیں اور اس کے اُوپر ازار پھر لفافہ پھر سینہ بند سینہ کے اُوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں کے نیچے تک لپیٹیں۔ کفن پہنانے اور خوشبو لگانے میں حج کے احرام والے اور بے احرام والے برابر ہیں۔ جس کے پاس مال نہ ہو اُس کا کفن اُس شخص کے ذمہ پر ہے جس پر اس کا نان نفقہ واجب ہے اور عورت کا کفن شوہر کے ذمہ ہے اور اگر شوہر غریب ہے، تو بھی اس کا کفن عورت پر واجب نہیں، بلکہ محلّہ والوں پر واجب ہے۔ اگر کوئی مسافر یا غریب مرگیا اور لوگوں سے چندہ کر کے اس کا کفن خریدا

لڑکیاں جوان ہونے کے قریب ہوں، ان کا حکم مرد اور عورت کا ہے اور جو لڑکا چھوٹا ہو اُس کے لیے ادنیٰ درجہ ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کے واسطے ادنیٰ درجہ دو کپڑے ہیں۔

مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑے اور کسم زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے اور عورت کے لیے جائز ہے۔

سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے اور نیا پُرانا یکساں ہے جو میّت مالدار ہو اور اس کے ورثہ کم ہوں اس کو کفن مسنون دینا افضل ہے اور جس کے مال کم اور ورثہ زیادہ ہوں اس کو کفایتی افضل ہے۔

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کفن کو پہلے ایک بار یا تین بار یا پانچ بار خوشبو کی دھونی دیں، پھر مرد کے لیے پہلے لفافہ بچھائیں۔ اُس کے اُوپر ازار پھر میت کو اس پر لٹا کر کُرتا پہنائیں اور سَر اور داڑھی اور بدن میں خوشبو لگائیں، مگر مرد کے واسطے زعفران کی خوشبو نہ لگائیں اور میّت کی پیشانی، ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوں اور دونوں قدم پر کافور لگائیں۔ اس کے بعد ازار کو پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹیں۔ اسی طرح لفافہ بھی لپیٹیں اور گرہ دیں۔

عورت کے لیے پہلے سینہ بند پھر لفافہ بچھائیں۔ اِس پر ازار پھر میّت کو اُس پر رکھ کر کُرتا پہنائیں اور بال کے دو حصّے کر کے دونوں طرف سے کُرتے کے اُوپر کر دیں اور اوڑھنی اس کے سر پر اوڑھا کر دونوں کناروں سے دونوں طرف کے بال چھپائیں اور اس کے اُوپر ازار پھر لفافہ پھر سینہ بند سینہ کے اُوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں کے نیچے تک لپیٹیں۔ کفن پہنانے اور خوشبو لگانے میں حج کے احرام والے اور بے احرام والے برابر ہیں۔ جس کے پاس مال نہ ہو اُس کا کفن اُس شخص کے ذمّہ پر ہے جس پر اس کا نان نفقہ واجب ہے اور عورت کا کفن شوہر کے ذمّہ ہے اور اگر شوہر غریب ہے، تو بھی اس کا کفن عورت پر واجب نہیں، بلکہ محلّہ والوں پر واجب ہے۔ اگر کوئی مسافر یا غریب مر گیا اور لوگوں سے چندہ کر کے اس کا کفن خریدا

اور جو کچھ روپیہ بچ گیا۔ پس اگر معلوم ہو کہ یہ فلاں کا روپیہ ہے تو اس کو دے دینا چاہیے، ورنہ دُوسرے کسی غریب کے کفن میں لگائیں۔ اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو صدقہ کر دیں۔

نقشہ تفصیل کفن

نام پارچہ	طُول	عرض	اندازاً پیمائش	کیفیت
۱ ازار	۲ گز	۱ گز سے ۱½ گز	سر سے پاؤں تک	۱۴ یا ۱۵ یا ۱۶ گرہ عرض کا کپڑا ہو، تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا۔
۲ لفافہ	۲½ گز	〃	ازار سے ۴ گرہ زائد	〃
۳ قمیض یا کفنی	۲ گز تا ۲½ گز	۱ گز	کندھے سے نصف ساق تک	۱۴ گرہ یا ایک گز عرض کی تیار ہوتی ہے۔ دو برابر حصّہ کر کے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں۔
۴ سینہ بند	۲ گز	۱½ گز	زیر بغل سے گھٹنوں تک	〃
۵ سر بند	۱ گز	۱۲ گرہ	جہاں تک آجاوے	سر کے بال دو حصّے کر کے اور اس میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینے کے رکھے جاتے ہیں۔

متعلقات کفن: تہ بند۔ بدن کی موٹائی سے ۳ گرہ زائد۔ بڑے آدمی کے لیے ۱ گز طُول کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک ۱۴ گرہ عرض کافی ہے یہ دو[۲] ہونے چاہئیں۔ دستانہ ۶ گرہ طُول ۳ گرہ عرض۔ بقدر پنجہ دست بنالیں۔ یہ بھی دو عدد ہوں۔ باقی سامان۔ گھڑے ۲ عدد۔ لوٹا ۱ عدد۔ تختہ غسل ایک۔ لوبان، رُوئی، گُل خیرو، کافور حسب ضرورت۔ تختہ یا لکڑی برائے پٹاؤ قبر بقدر پیمائش۔

چوتھی فصل

جنازہ لے جانے کے بیان میں : جنازہ لے جانے کے واسطے مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی چاروں پایہ پکڑ کر لے چلیں۔ اس طرح کہ دس دس قدم پر مونڈھے بدلیں اور چاروں پائے پر اسی طرح کریں۔ اس سے بھی افضل طریقہ یہ ہے کہ سرہانے کا پایہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے۔ دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایہ پھر دس قدم کے بعد سرہانے کا دُوسرا پایہ اپنے بائیں مونڈھے پر رکھے، پھر دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایہ مونڈھے پر رکھے۔ اسی طرح ہر شخص ردّوبدل کرتا جائے اور جو بچہ شیر خوار ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو اس کی لاش ہاتھ پر لے جانا جائز ہے اور جنازہ لے کر تیزی سے چلنا چاہیے، لیکن نہ اس قدر کہ جنازہ ہلنے لگے اور جنازہ کا سر آگے رہنا چاہیے۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے داہنے بائیں نہ چلیں، بلکہ پیچھے پیچھے اطمینان سے چلیں آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن اگر جنازہ دُور نکل گیا، تو تیز چل سکتے ہیں اور دَوڑ بھی سکتے ہیں۔ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری سے بھی جانا جائز ہے، مگر اس کو جنازہ کے آگے جانا مکروہ ہے۔ اگر جنازہ اپنے ہمسایہ کا ہے یا قرابت دار کا یا کسی نیک آدمی کا، تو اس کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جنازہ کے ساتھ جانے والے خاموش رہیں۔ بات چیت کرنا یا دُعا تلاوت قرآن بلند آواز سے کرتے ہُوئے جانا مکروہ ہے۔ جب قبرستان میں پہنچیں، تو جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ جب تک مٹی دے کر قبر برابر نہ ہو تب تک نہ بیٹھے۔ میّت کے مکان پر یا جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنا، آواز سے رونا، مصیبت کا بیان کرنا کپڑے پھاڑنا حرام ہے، یہ رسم جاہلیت کی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ چُپکے رونے میں گناہ نہیں اور صبر کرنا ہر حال میں افضل ہے اور عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔ اگر کوئی عورت رونے والی ساتھ ہو جائے، تو اس کو منع کریں۔ بہتر ہے کہ اپنے آدمی جنازہ لے چلیں اور اُجرت دے کر بھی لے جانا جائز ہے۔

پانچویں فصل

نماز جنازہ کے بیان میں : نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر

ایک آدمی پڑھ دے تو بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ ورنہ سب کے سب گنہگار ہوں گے۔ نماز جنازہ کے واسطے شرط ہے کہ میّت کو غسل دیا گیا ہو۔ اگر کسی کو بغیر غسل کے اور بغیر نماز جنازہ کے دفن کیا یا نماز جنازہ پڑھ کر غسل دیا اور دفن کر دیا یا بغیر غسل کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا، تو تین دن کے اندر قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور جو شخص مُسلمان بادشاہ کے حکم سے پھر گیا یا ٹھگیتی کرنے لگا یا ماں باپ کو قتل کیا، ان سب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور جس نے دُشمن پر تلوار چلائی اور دھوکے سے اپنی گردن پر پڑی اور قتل ہو گیا یا کسی نے خُودکشی کر لی یا قصاص میں یا سنگسار کر کے مارا گیا، ان سب پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نماز جنازہ کی امامت کا مستحق شہر کا امام ہے۔ اس کے بعد محلّہ کا امام پھر میّت کا قرابت دار۔ اور عورتوں اور نابالغوں کو امامت کا حق نہیں ہے۔ اگر میّت نے وصیّت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ اگر میّت کا کوئی رشتہ دار ولی نہیں ہے، تو اگر میّت عورت ہے تو اس کا شوہر ولی ہو گا، ورنہ اہلِ محلّہ جو اس کے ہمسایہ ہیں۔ جس پر ایک بار نماز ہو چکی اس کا فرض ادا ہو گیا۔ اَب دوبارہ اس پر نماز نہیں ہے۔ اگر مغرب کے وقت جنازہ آیا، تو فرض ادا کر کے نماز جنازہ پڑھیں اِس کے بعد سُنّت۔ جو شرطیں پنج وقتہ نماز کی ہیں، وہی نماز جنازہ کی بھی ہیں اور جن چیزوں سے وقتی نماز فاسد ہوتی ہے، اس سے نماز جنازہ بھی فاسد ہوتی ہے۔ نیت نماز جنازہ کی یہ ہے کہ میں اللہ کے واسطے اس فرض کو ادا کرتا ہُوں، کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اور مقتدی یہ بھی نیّت کریں کہ میں اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ اگر صرف یہ نیّت کرے کہ مَیں نے اس امام کی اقتدا کی، تو بھی صحیح ہے۔ نماز جنازہ کی صحّت کے لیے یہ شرط ہے کہ میّت سامنے رکھی ہو اور افضل یہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صف کرے۔ مثلاً اگر سات آدمی موجود ہوں، تو ایک امام اور تین آدمی کی پہلی صف اور دو کی دُوسری صف اور ایک کی تیسری صف کی جائے اور امام میّت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

ترکیب اس کی یہ ہے کہ پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے اور سُبحانک

اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر جو درود یاد ہو پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ پڑھے اور جس کو یہ دُعا یاد نہ ہو تو جو دُعا یاد ہو پڑھے، پھر اللہ اکبر کہے اور اگر میت لڑکا ہے تو یہ دُعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو اس طرح پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً جس کو یہ دُعا یاد نہ ہو تو جو دعا یاد ہو پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔ صرف امام تکبیر بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ کہیں اور جو شخص درمیان نماز کے آئے، تو کھڑا رہے۔ جب امام تکبیر کہے تو شریک ہو جائے اور جب امام سلام پھیرے تو باقی تکبیریں پوری کر کے سلام پھیرے۔ اگر بہت سے جنازے جمع ہو گئے ہیں تو اختیار ہے چاہے ہر ایک کی نماز الگ الگ پڑھے، چاہے سب کو سامنے رکھ کر ایک نماز سب کی نیت سے پڑھے۔ نماز جنازہ میدان میں، عید گاہ میں، گھر میں جائز ہے؛ البتہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے، اس میں مکروہ ہے، لیکن بارش وغیرہ کے وقت حرج نہیں۔

چھٹی فصل

قبر اور دفن کے بیان میں: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور قبر دو قسم کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی اور دوسری صندوقی لحد وہ ہے کہ قبر تیّار کرنے کے بعد لمبائی میں بیچ کی طرف ایک گڑھا نہر کے مثل کھود کر اس میں میّت کو رکھیں اور یہ طریقہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے موافق ہے۔ اور جہاں زمین نرم ہو وہاں صندوقی کھودنا جائز ہے اور صندوقی وہ ہے کہ قبر تیار کرنے کے بعد قبر کی لمبائی میں ایک گڑھا نہر کی صورت بیچ قبر کے کھودیں اور اس میں مُردہ کو رکھیں۔ اس کے اُوپر تختہ رکھ کر بند کر دیں اور مٹی ڈالیں۔ قبر کی گہرائی آدمی کے سینہ تک ہو، اگر قد کے برابر ہو تو افضل ہے اور چوڑائی بقدر آدھے قد کے ہونی چاہیے

میّت کو قبر میں اُتارنے والے مضبوط، نیک بخت اور پرہیزگار ہوں۔ پہلے میّت کو قبر کے کنارے پچھم کی طرف رکھ کر قبر میں اُتاریں اور لحد میں رکھتے وقت کہیں بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ میّت اگر عورت ہو تو قبر میں اُتارنے کے لیے اس کے قرابت دار محرم ہوں، تو افضل ہے اور عورت کو اُتارتے وقت قبر پر پردہ کرلیں پھر میّت کو داہنی کروٹ قبلہ رُخ لٹائیں اور کفن کی گرہیں کھول دیں اور کچّی اینٹ یا بانس وغیرہ سے لحد بند کریں اور مٹی گرائیں اور دُوسری مٹی اس میں نہ ملائیں بہتر ہے کہ سرہانے سے مٹی گرائیں اور ہر شخص کو تین بار مٹی دینا چاہیے۔ پہلی بار مٹی ڈالتے وقت کہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دُوسری بار میں کہے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ تیسری بار میں کہے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پھر قبر کو دستور کے موافق بنا دیں اور پانی چھڑکیں۔ قبر کو چبوترہ کی شکل پر بنانا یا قبر پر گچ کرنا منع ہے اور قبر پر مسجد یا مکان بنانا یا اس پر بیٹھنا یا سونا یا اس پر چلنا یا پاخانہ پیشاب کرنا یا پتھر وغیرہ لگا کر اس پر لکھنا مکروہ ہے۔ اور مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر کے پاس دو گھنٹہ تک بیٹھیں اور قرآن شریف پڑھیں اور دُعا کریں۔ اس سے میّت کی مغفرت ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے اور عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ اس کے بعد قبر کی زیارت کرتے رہیں اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر جو کچھ ہو سکے پڑھ کر اس کا ثواب میّت کی رُوح کو بخشیں جو شخص سفر میں مرے، اس کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے اور قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے، اور قبرستان کی گھاس کاٹنا اور اس کے درختوں کی تازی شاخ کاٹنا مکروہ ہے۔

ساتویں فصل

زیارت قبر کے بیان میں: قبر کی زیارت ہر ہفتہ میں کرنا مستحب ہے اور جمعہ و شنبہ و دو شنبہ و پنجشنبہ کا دن افضل ہے اور شب برات میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور عیدین میں اور عشرہ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنی افضل ہے۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ پنجشنبہ و جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو مُردہ پہچانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء اُحد کی زیارت کو مدینہ منوّرہ سے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر

و عمر رضی اللہ عنہما بھی جاتے تھے علّامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اگر زیارت کرنے والے قبر کے پاس بدعات اور بُرے کام کرتے ہوں یا مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ہجوم ہوتا ہو، تو اس وجہ سے زیارت قبر کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے۔ چاہیے کہ قبر کی زیارت کرتے رہیں اور برائیوں کے روکنے اور بند کرنے کی کوشش کریں۔ اگر بوڑھی عورت موت کو یاد کرنے اور ثواب پہنچانے کی نیت سے قبر کی زیارت کو جائے، تو جائز ہے۔ جب زیارتِ قبر کا ارادہ کرے، تو مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے آیت الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر منوّر کرتا ہے اور اس کو بھی بڑا ثواب ملتا ہے۔ اُس کے بعد سیدھا قبرستان چلا جاوے اور جوتا اُتار دے اور قبر کے سامنے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو اور کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ بِالْاَثَرِ پھر جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ثواب پہنچائیں۔ اگر ہو سکے تو سورۂ فاتحہ اور الٓمّ مُفلحون تک اور آیت الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورہ تک اور سورہ یٰسٓ اور تبارک الذی، الھکم التکاثر اور قل ھو اللہ گیارہ بار یا سات بار پڑھے اور کہے یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ ابو بکر بن سعید فرماتے ہیں مستحب ہے کہ قل ھو اللہ دس بار یا سات بار پڑھ کر ثواب پہنچائے۔ اگر میّت گنہگار ہے تو اس کی مغفرت ہو گی۔ اور اگر نیک ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہو گی۔ عُلمائے نے فرمایا ہے کہ جو نوافل ادا کرے چاہیے کہ اس کا ثواب کل مومنین و مومنات کو بخشے۔ ہر ایک کو پُورا پُورا ثواب ملتا ہے اور کسی کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر ہر سال آپ کے واسطے عمرہ کرتے تھے اور ابن موفق نے آپ کے واسطے ستر حج کیے اور ابن سراج نے دس ہزار سے زیادہ آپ کے واسطے ختم قرآن کیا۔

فائدہ: جس کے گھر میں غمی ہو اس کے یہاں تین دن تک غمخواری کے لیے جانا

مستحب ہے اور محلّہ والوں اور قرابت داروں اور دوست آشنا کو غمخواری کے واسطے جانا باعث ثواب ہے اس کے گھر کے سب چھوٹے بڑے کو صبر کے کلمات کہے اور تسلّی دے۔ تسلّی دینے میں اِس طرح کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری میّت کی مغفرت کرے، اُس کے گناہ معاف فرمائے۔ اس پر اپنی رحمت نازل کرے اور تم لوگوں کو صبر کی توفیق دے۔ غمخواری کے واسطے چاہیئے کہ میت والے اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھنے کا انتظام کریں۔ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک اس کے یہاں جائیں اور صبر و تسلّی کی تلقین کریں۔ بلند آواز سے رونا، کپڑے پھاڑنا، اپنے منہ پر یا سینہ پر مارنا، سر پر خاک ڈالنا اور مردوں کو سیاہ لباس پہننا یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور دل سے رونے آنسو بہانے میں مضائقہ نہیں۔ ہمسایہ اور قرابت داروں کو میّت کے گھر والوں کے واسطے دو ایک وقت کھانا پکوا کر بھیجنا جائز ہے اور جو یہ دستور ہے کہ تیسرے یا چوتھے دن یا اس کے بعد میّت کے گھر والے کھانا پکاتے ہیں اور محلّہ کی اور قرابت والوں کی دعوت کرتے ہیں، یہ جائز نہیں۔ ایسے دستور کو چھوڑ دینا چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب چاہے کھانا پکوا کر غریبوں اور محتاجوں کو کھلائے اور اس کا ثواب میّت کو بخش دے۔

آٹھویں فصل

مسائل ضروریہ کے بیان میں: (۱) اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو، تو وہ جس وقت نکالا جائے، اس کا غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ میّت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا۔ ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میّت کے اُوپر پانی برس جائے یا اور کسی طرح پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔

(۲) اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جاوے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا، بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے، تو اس

کا غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ لے یا بے سر کے۔ اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو تو اگر سر کے ساتھ ہو تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

(۳) اگر کوئی میت کہیں دیکھی جاوے اور کسی قرینے سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر۔ تو اگر دارالاسلام (مراد وہ جگہ جہاں مسلمان زیادہ بستے ہوں) میں یہ واقعہ ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جاوے گی۔

(۴) اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے، تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر تمیز باقی رہے، تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر کے لے جائیں اور صرف انہیں کو غسل دیا جائے۔

(۵) اگر مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے، تو اس کی نعش ہم مذہب کو دی جاوے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو، مگر لینا قبول نہ کرے، تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر نہ مسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے اور سر اس کا صاف نہ کرایا جائے۔ کافور وغیرہ اس کے بدن میں نہ ملا جاوے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں اور کافر اس غسل سے پاک نہیں ہوتا۔

(۶) مرتد اگر مر جاوے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہلِ مذہب اس کی نعش مانگیں، تو ان کو بھی نہ دی جاوے۔

(۷) اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میّت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہیے۔

(۸) نماز جنازہ: بعد غسل میّت اگر نجاست حقیقہ اُس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے، تو کچھ مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔

(۹) اگر بے غسل یا تیمّم کرائے ہُوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو، تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اُسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہُوئے دفن کر دیا گیا ہو، تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی۔ جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اور نعش

پھٹنے کی مدّت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے اس کی تعیّن نہیں ہو سکتی۔ یہی اصح ہے اور بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ کی مدّت بیان کی ہے۔

(۱۱) دفن: بلا عذر جنازہ کو کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ مثلاً قبرستان بہت دُور ہو۔

(۱۲) یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھُد سکے، تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتّھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

(۱۳) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میّت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

(۱۴) بعد دفن کر چکنے کے قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبے وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔

(۱۵) میّت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز نہیں۔

(۱۶) جب قبر میں مٹی پڑ چکے، تو اس کے بعد میّت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوئی ہو، تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال: (۱۷) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دُوسرے کی ملک ہو اور وہ اُس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (۱۸) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو (۱۹) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچّہ ہو تو اُس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچّہ نکال لیا جائے۔

(۲۰) قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ دُوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔ (۲۱) تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر تعزیت کرنیوالا یا میّت کے اعزّا سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں، تو اس صُورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں۔ (۲۲) اپنے لیے کفن تیّار رکھنا مکروہ نہیں۔ قبر کا تیّار رکھنا البتّہ مکروہ ہے۔

یہ حقیقت ہے اِس زندگی کی

تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ شانہ' رحم کرے اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے جاگ جاؤ۔

اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے۔ مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ۔ پھر تمہارے لیے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں اور زندگی کی کوئی اُمید نہ دلائے۔ پھر یہ آوازیں آنے لگے کہ اُس نے وصیتیں شروع کر دیں۔ اے لو اُس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی، اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی، اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے، کراہ بڑھ گئی پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا، بھائی بند رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بھائی سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے، مگر زبان کچھ نہیں بولتی۔ اتنے میں بدن کے اجزاء سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے، عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو دھو کر چُپ ہو جاتے ہیں، دُشمن خوشیاں مناتے ہیں، عزیز، رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے اس زندگی کی۔

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت



احوالِ برزخ

خواجہ محمد اسلام ۔ گھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

"قبر جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔
لوگو! نیک عمل کر کے اپنی قبروں کو جنّت کا باغ
بنالو۔ بُرے عمل کر کے اپنی قبروں کو جہنّم کا گڑھا
نہ بناؤ۔"

تمہید

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ ھُدَاۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے کو گو ہم بظاہر مردہ سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔ گو اس کی زندگی ہماری اس زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مُردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اُس کی ہڈی توڑی جائے۔ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ایک قبر سے تکیہ لگائے ہُوئے بیٹھا دیکھ کر فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔[1]

جب انسان مرجاتا ہے تو اس عالم سے منتقل ہو کر عالمِ برزخ میں پہنچ جاتا ہے خواہ ابھی اسے قبر میں بھی نہ رکھا جائے یا آگ میں بھی نہ جلایا جائے۔ اس میں سمجھ اور شعور ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب نعش (چارپائی وغیرہ پر) رکھ دی جاتی ہے اور اس کے بعد قبرستان لے جانے کے لیے لوگ اسے اُٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک تھا تو کہتا ہے مجھے جلد لے چلو اور اگر وہ نیک نہ تھا تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ ہائے میری بربادی مجھے کہاں لے جاتے ہو (پھر فرمایا) کہ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ

اگر انسان اُس کی آواز سُن لے تو ضرور بیہوش ہو جائے[1]۔ موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک ہر شخص پر جو زمانہ گزرتا ہے اُسے برزخ کہا جاتا ہے۔ برزخ کے لغوی معنی پردہ اور آڑ کے ہیں۔ چونکہ یہ زمانہ دنیا و آخرت کے درمیان ایک آڑ ہوتا ہے، اس لیے اسے برزخ کہتے ہیں۔

چونکہ عام انسان اپنے مُردوں کو دفن کیا کرتے ہیں، اس لیے احادیثِ شریفہ میں برزخ کی راحت یا عذاب کے بارے میں قبر ہی کا لفظ آتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن انسانوں کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا پانی میں جو بہا دیے جاتے ہیں وہ برزخ میں زندہ نہیں رہتے۔ دراصل عذاب و ثواب کا تعلق روح سے ہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ جل شانہٗ جلے ہُوئے ذرّوں کو بھی جمع کر کے عذاب و ثواب دینے پر قادر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ (پہلے زمانہ میں) ایک شخص نے بہت زیادہ گناہ کیے۔ جب وہ مرنے لگا تو اُس نے اپنے بیٹوں کو وصیّت کی کہ جب میں مر جاؤں، تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ کو آدھی ہوا میں اُڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہا دینا۔ یہ وصیّت کر کے اُس نے کہا کہ اگر خدا مجھ پر قادر ہو گیا اور اس نے اس کے باوجود بھی مجھے زندہ کر لیا تو مجھے ضرور بالضرور زبردست عذاب دے گا۔ جو (میرے علاوہ) سارے جہانوں میں سے اور کسی کو نہ دے گا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اُس نے وصیّت کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ اس شخص کے جسم کے سارے ذرّوں کو جمع کر دے۔ سمندر نے اپنے اندر کے سارے ذرّوں کو جمع کر دیا اور اسی طرح ہَوا کو حکم دیا۔ اس نے بھی اس شخص کے جسم کے سارے ذرّوں کو جمع کر دیا۔ سارے ذرّے جمع فرما کر اللہ جل شانہٗ نے اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے فرمایا کہ تُو نے ایسی وصیت کیوں کی؟ اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے ڈر سے میں نے ایسا کیا اور آپ خُوب جانتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا[2]۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیتا ہے۔

حدیث شریف کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومن بندے برزخ میں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں اور اس عالم سے جانے والے سے یہ بھی دریافت

---

[1] (بخاری)　[2] (بخاری و مسلم)

کرتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے اور فلاں کس حالت میں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے تو برزخ میں اس کی اولاد اس کا اس طرح استقبال کرتی ہے جیسے دُنیا میں کسی باہر سے آنے والے کا استقبال کیا جاتا ہے اور حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے تو عالمِ برزخ میں اس کے عزیز و اقارب جو پہلے مر چکے ہیں اسے گھیر لیتے ہیں اور وہ آپس میں مِل کر اس خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو دُنیا میں کسی باہر سے آنے والے سے مِل کر ہوتی ہے[1]۔ حضرت قیس بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن نہیں ہوتا اُسے مُردوں سے بات چیت کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا مُردے کلام بھی کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ہاں، اور ایک دُوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں[2]۔

---

[1] ابن ابی الدنیا [2] ابن حِبان

برزخ کا بیان

عربی لُغت میں برزخ دو چیزوں کے درمیان 'روک' کو کہتے ہیں۔ اور شرعی اصطلاح میں وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ دُنیا اور آخرت کے درمیان وہ عالم برزخ کہلاتا ہے، جس میں مَرنے کے بعد سے قیامت تک آدمی رہتا ہے۔ فرار نے کہا ہے برزخ مرنے کے دن سے دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک کا زمانہ ہے جو مرا وہ برزخ میں داخل ہو گیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے آدم علیہ السّلام کو مٹی سے پیدا کیا اور تمام اشیاء کے نام ان کو سکھائے، مسجودِ ملائک بنایا اور بہشت کو ان کا مسکن بنایا۔ پھر ان کی منشاءِ تخلیق کو پُورا کرنے کے لیے ان کو زمین پر اُتارا۔ اس طرح ان کے لیے پہلا گھر جنّت، دُوسرا گھر دُنیا، تیسرا گھر برزخ، چوتھا گھر پھر جنّت مقرر کیا۔ اور اولادِ آدم کے لیے اوّل گھر ماں کا پیٹ، دُوسرا دُنیا، تیسرا برزخ، چوتھا جنّت یا دوزخ مقرر کیا۔ ہر گھر کے لیے مناسب احکام معین فرمائے۔ دُنیا کو دارِ عمل اور مزرعِ آخرۃ قرار دیا۔ پسندیدہ اور غیر پسندیدہ اعمال کی تعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما کر انسان پر عظیم احسان فرمایا۔ سب انبیاء کی نبوّت اور ان کی تعلیم کا حق ماننے والے مومنین اور انکار کرنے والے کافر ہُوئے۔ موت سے قیامت تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے۔ اس میں مومن راحت میں اور کافر تکلیف میں رہتا ہے۔ حقیقی جزا سزا حساب و کتاب کے بعد ہو گی۔

موت کا آغاز

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اُن کی ذریت کو پیدا کیا، تو فرشتوں نے

عرض کیا کہ الٰہی! یہ تمام ذرّیت آدمؑ زمین میں سما نہ سکے گی۔ فرمایا میں موت کو پیدا کروں گا۔ فرشتوں نے عرض کیا موت کو پیدا کیا گیا تو اُن کی زندگی خوشگوار نہ رہے گی۔ ارشاد ہوا میں اُمید کو پیدا کروں گا۔ (ابن ابی شیبۃ فی المصنف، امام احمد فی الزہد)

(۲) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا گیا تو اُن سے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے آدمؑ! بگڑنے کے لیے بناؤ اور فنا ہونے کے لیے اولاد جنو (ابو نعیم فی الحلیہ)

اے بلند ترین محل کے رہنے والے، تو عنقریب مٹی میں دفن کیا جائے گا۔ ایک فرشتہ روزانہ یہ ندا دیتا ہے۔ جنو موت کے لیے اور تعمیر کرو اجاڑ کے لیے۔

احوالِ قبر

جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو فرشتے اُس کو قبر میں بٹھاتے ہیں۔ وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے کہ نہ اُس کو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے نہ اُس پر کوئی غم مسلط ہوتا ہے۔ پھر اُس سے اوّل تو اسلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ تُو اسلام کے بارہ میں کیا کہتا تھا؟ اس کے بعد پھر اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ تُو اس شخص کے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاس سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے۔ ہم نے ان سب کو سچا مانا جو حضورؐ لے کر آئے تھے۔ اس کے بعد اس کو اوّل دوزخ کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ آدمی ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑے ہیں۔ پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ کو دیکھ حق تعالیٰ شانہٗ نے تجھے اس آفت سے نجات عطا فرمادی۔ اس کے بعد اُس کو جنّت کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے۔ جہاں وہ نہایت زیب و زینت دیکھتا ہے اور اُس کے لطف کے مناظر دیکھتا ہے۔ پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ جگہ تیرے رہنے کی ہے (قیامت کے بعد تُو یہاں لایا جائے گا)، تُو دنیا میں آخرت کا یقین کرنے والا تھا اور اسی پر تیری موت ہُوئی اور اسی پر قیامت میں تُو قبر سے اُٹھایا جائے گا اور جب کوئی بُرا آدمی مرتا ہے تو اُس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے وہ نہایت گھبراہٹ اور خوفزدہ ہو کر بیٹھتا ہے اور اُس سے بھی وہی سوال ہوتا ہے جو پہلے گزرا، وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ لوگوں کو میں نے جو کہتے سُنا تھا وہی میں بھی کہہ دیتا تھا۔ اُس کے لیے اوّل

جنّت کا دروازہ کھول کر اس کو وہاں کی زیب وزینت اور جو نعمتیں وہاں ہیں دکھائی جاتی ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہاں تیرا اصل مقام تھا مگر تجھے یہاں سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اس کو جہنّم دکھائی جاتی ہے جہاں ایک پر دُوسرا ٹوٹا پڑا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ اب تیرا ٹھکانا یہ ہے تُو دُنیا میں شک ہی میں رہا، اُسی پر مرا اُسی پر قیامت میں اُٹھایا جائے گا۔[1]

حضرت ابوقتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ حضورؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت ہو گئی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ تو مر کر دُنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے اندر چلا جاتا ہے۔ (یہ تو راحت پانے والا ہوا) اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دُوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اُس کی مَوت سے راحت پاتے ہیں[2] اس لیے کہ اُس کے گناہوں کی نحوست سے دُنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں۔ بارش بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں۔ جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی مَوت سے سب کو راحت ملتی ہے کہ اُس کی نحوست سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابنِ عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ دُنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ جب تُو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت کے زمانہ میں مرض کے زمانہ کے لیے توشہ لے رکھ (جو اعمال صحت میں کرتا ہوگا مرض میں اُن کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں مَوت کے لیے توشہ لے لے۔[3]

قبر کی پُکار

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے۔ قبرستان میں پہنچ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہُوئے اور ارشاد فرمایا کہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان

---

[1] ترغیب [2] مشکوٰۃ [3] ایضاً

نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے بھول گیا۔ مَیں تنہائی کا گھر ہوں، اجنبیت کا گھر ہُوں، مَیں وحشت کا گھر ہُوں، مَیں کیڑوں کا گھر ہُوں، مَیں نہایت تنگی کا گھر ہوں، مگر اس شخص کے لیے جس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے وسیع بنا دے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے

قبر کا خوف

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف لائے، تو بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لذّتوں کو توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئی۔ ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، مَیں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب نیک مومن دفن ہوتا ہے، تو قبر اُس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، جتنے لوگ میری پُشت پر چلتے تھے اُن میں تو مجھے بہت پسند تھا، آج تو میرے پاس آیا ہے تو مَیں اپنا طرزِ عمل تجھے دِکھاؤں گی۔ اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مُردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کُھل جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنّت میں کُھل جاتی ہے (جس سے وہاں کی خوشبوئیں، ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں) اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نامُبارک ہے۔ تیرے آنے سے بہت جی بُرا ہوا، جتنے لوگ میری پُشت پر چلتے تھے، تُو اُن میں مجھے بہت ہی بُرا لگتا تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے، تو میں اپنا طرزِ عمل تجھے دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اُس کو بھینچتی ہے) کہ مُردہ کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گُھس جاتی ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دُوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں، پسلیاں ایک جانب کی دُوسری جانب میں گُھس جاتی ہیں اور ستّر اژدھے اس کو ڈسنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اُوپر پھُونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اُگنا بند ہو جائے، یہ سب کے سب قیامت تک اس کو کاٹتے رہیں گے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر یا

تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! سب سے زیادہ سمجھ دار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہو اور موت کے لیے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہو، یہی لوگ ہیں جو دُنیا کی شرافت اور آخرت کا اکرام حاصل کرنے والے ہیں[1]۔

قصّہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین! آپ اس جنازہ کے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے؟ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دے دی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیزؒ! تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ میں نے کہا تو ضرور بتا۔ اُس نے کہا ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، خون سارا چوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں، مونڈھوں کو باہوں سے جدا کر دیتی ہوں اور باہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سُرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں اور سُرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے اور فرمایا کہ دُنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے، وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا۔ اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی مُنہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔ کہاں گئے اس کے وہ دلدادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے

---

[1] ترغیب

دن رہ کر سب کو چھوڑ کر چل دیے۔ وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مُبتلا ہوئے۔ وہ لوگ خدا کی قسم! دُنیا میں مال کی کثرت سے قابلِ رشک تھے۔ باوجودیکہ مال کے کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خُوب کماتے تھے۔ ان پر لوگ حسد کرتے تھے، لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے، لیکن اب دیکھ لو کہ مٹّی نے اُن کے بدنوں کا کیا حال کر دیا اور خاک نے اُن کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے اُن کے جوڑوں اور اُن کی ہڈیوں کا کیا حال بنایا وہ لوگ دُنیا میں اُونچی اُونچی مسہریوں پر اُونچے اُونچے فرش اور نرم نرم گدّوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے۔ عزیز و اقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دِلداری کو تیّار رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا ہے۔ آواز دے کر اُن سے پُوچھ کر کیا گزر رہی ہے؟ غریب، امیر سب ایک میدان میں پڑے ہُوئے ہیں۔ اُن کے مال دار سے پُوچھ کہ اُس کے مال نے کیا کام دیا، اُن کے فقیر سے پُوچھ کہ اُس کے فقر نے کیا نقصان کیا، ان کی زبان کا حال پُوچھ جو بہت چہکتی تھی، اُن کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں، ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر، ان کے خوبصورت اور دِل رُبا چہروں کا حال پُوچھ کیا ہوا، اُن کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر بنایا، اُن کے رنگ کالے کر دیے، ان کا گوشت کھا لیا، اُن کے منہ پر مٹّی ڈال دی، اعضاء کو الگ الگ کر دیا، جوڑوں کو توڑ دیا، آہ کہاں ہیں اُن کے وہ خُدّام جو ہر وقت "حاضر ہُوں جی" کہتے تھے، کہاں ہیں انکے وہ خیمے اور کمرے جن میں آرام کرتے تھے، کہاں ہیں اُن کے وہ مال اور خزانے جن کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے، ان حشم خدم نے اُن کو قبر میں کھانے کے لیے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اُس کی قبر میں کوئی بستر بھی نہ بچھا دیا، کوئی تکیہ بھی نہ رکھ دیا، زمین ہی پر ڈال دیا۔ کوئی درخت، پھُول، پھلواری بھی نہ لگا دی۔ آہ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، ان کے لیے اب رات دِن برابر ہے، دوستوں سے مِل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بُلا نہیں سکتے، کتنے نازک بدن مرد، نازک بدن عورتیں، آج ان کے بدن بوسیدہ ہیں، اُن

کے اعضاء ایک دُوسرے سے جُدا ہیں، آنکھیں نکل کر مُنہ پر گر گئیں، گردن جُدا ہوئی پڑی ہے، مُنہ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہُوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں، وہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کی جوروں نے دُوسرے نکاح کر لیے، وہ مزے اُڑا رہی ہیں بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کر لیا، وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔ مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں بھی لذّتیں اُڑا رہے ہیں، تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام میں ہیں (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکہ کے گھر میں اُس گھر کو یاد رکھا۔ اِس کی اُمیدوں سے اُس کی اُمیدوں کو مقدّم کیا اور اپنے لیے توشہ جمع کر دیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانے کا سامان کر دیا) اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا۔ تجھے اس دُنیا کے ساتھ آخر کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ تجھے اُمید ہے کہ یہ کمبخت دُنیا تیرے ساتھ رہے گی، کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ تُو اس کُوچ کے گھر میں ہمیشہ رہے گا۔ تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکّے ہُوئے پھل، تیرے نرم نرم بستر، تیرے گرمی سردی کے جوڑے، یہ سب کے سب ایک دم رکھّے رہ جائیں گے، جب مَلک الموت آ کر مسلّط ہو جائے گا، کوئی چیز اس کو نہ ہٹا سکے گی۔ پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدّت بڑھ جائے گی اور جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائے گا۔ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے۔ ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے، کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے، کل کو تجھے بھی یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔ اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ پھر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے "کہ آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونے والی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور دُنیا کی اُمیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ ارے بیوقوف خواب کی لذّتوں سے دھوکہ میں نہیں پڑا کرتے، تیرا دن سارا غفلت میں گزرتا ہے اور تیری رات سونے میں گزرتی ہے اور موت تیرے اُوپر سوار ہے، آج تُو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو ان پر رنج کرے گا، دُنیا میں چوپائے اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح تُو گزار رہا ہے۔" کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد

ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

موت کے وقت اور موت کے بعد مومن کا اعزاز اور کافر کی ذلّت

حضرت جابر بن زیادؒ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، کسی نے پوچھا کسی چیز کی رغبت ہے فرمایا کہ حسنؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ حسنؒ آ گئے ہیں، تو حضرت جابرؒ فرمانے لگے بھائی یہ رخصت کا وقت ہے اب جا رہے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ جنّت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ حضرت تمیم داریؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اس کی رُوح لے آؤ۔ میں نے اس کا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا۔ وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا اس کو لے آؤ تاکہ دُنیا کی مشقتوں سے اُس کو راحت مِل جائے۔ مَلک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اُس کے پاس آتے ہیں۔ ان سب کے پاس جنّت کے کفن ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک سفید ریشمی رُومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے۔ مَلک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اُس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اُس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مُشک والا رومال اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنّت کا دروازہ اُس کی نگاہ کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ اُس کے دِل کو جنّت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے جیسا کہ بچّے کے رونے کے وقت اس کے گھر والے مختلف چیزوں سے اُس کا دل بہلاتے ہیں، کبھی اس کی حُوریں سامنے کر دی جاتی ہیں، کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس، غرض مختلف چیزیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اُس کی حُوریں (بیویاں) خوشی میں کُودنے لگتی ہیں۔ ان سب منظروں کو دیکھ کر اُس کی رُوح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسا کہ پنجرہ میں جانور نکلنے کو پھڑکتا ہے) اور مَلک الموت اُس سے کہتا ہے اے مُبارک رُوح چل ایسی بیریوں کی طرف جس میں کانٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف جو تو بتو لگے ہوئے ہیں اور ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گھرا وسیع ہے اور پانی بہہ رہے ہیں۔

(یہ چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورۂ واقعہ کی اس آیت شریفہ میں ذکر کی گئی فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍۙ الآیۃ ع ۱) اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔ اس وجہ سے کہ اُس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ رُوح حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقرب ہے وہ اس رُوح کے ساتھ لُطف سے پیش آتا ہے تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس فرشتے سے خوش ہوں۔ وہ رُوح بدن میں سے ایسی طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔ جب رُوح نکلتی ہے تو سب فرشتے اُس کو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں جس کو قرآن پاک میں اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ الآیۃ (نحل: ع ۴) میں ذکر فرمایا ہے اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۂ واقعہ میں اُس کے متعلق ارشاد ہے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ۝ (ع: ۳) پس جس وقت رُوح بدن سے جُدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھ کو جزائے خیر دے تُو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور طاعت میں جلدی کرنے والا تھا، اُس کی نافرمانی میں سستی کرنے والا تھا، تجھے آج کا دن مبارک ہو تُو نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی اور یہی مضمون بدن رخصت کے وقت روح سے کہتا ہے۔ اُس کی جُدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا۔ آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اُس کے اعمال اُوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اُس کا رزق اُترا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ پانچ سو فرشتے میّت کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور جب نہلانے والے اُس کو کروٹ دیتے ہیں تو وہ فرشتے فوراً اس کو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں، جب وہ خوشبو مَلتے ہیں، تو وہ فرشتے اس سے پہلے اپنی لائی ہُوئی خوشبو مَل دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دروازہ سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازہ کا دُعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر شیطان دیکھ کر اس قدر زور سے روتا ہے کہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے تمہارا ناس ہو جائے یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا۔ وہ

کہتے ہیں کہ یہ معصوم تھا۔
اس کے بعد جب حضرت مَلک الموتؑ اُس کی رُوح لے کر اُوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام ستّر ہزار فرشتوں کے ساتھ اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ فرشتے اُس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب مَلک الموت علیہ السّلام اس کو عرش تک لے جاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر وہ رُوح سجدہ میں گر جاتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی رُوح کو سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ الآیۃ (واقعہ: ع ۱) میں پہنچادو۔ جب اس کی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اُس کی نماز اُس کے دائیں طرف آکر کھڑی ہو جاتی ہے، روزہ بائیں طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سَر کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جماعت کی نماز کو جو قدم چلے ہیں وہ پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور (مصائب پر اور گناہوں سے) صبر قبر کے ایک جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد عذاب اُس قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور مُردہ تک پہنچنا چاہتا ہے، لیکن وہ اگر دائیں جانب سے آتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ پرے ہٹ یہ شخص خُدا کی قسم دُنیا میں ہمیشہ مشقت اُٹھاتا رہا ابھی ذرا راحت سے سویا ہے۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ اسی طرح اُس کو ہٹا دیتا ہے۔ پھر وہ سَر کی طرف سے آتا ہے تو تلاوت اور ذکر اُس کو روک دیتے ہیں کہ ادھر کو تیرا راستہ نہیں ہے۔ غرض وہ جس جانب سے جانا چاہتا ہے، اس کو راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ اللہ کے ولی کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے۔ وہ عذاب عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا ان عبادتوں سے کہتا ہے کہ میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب (عبادت کی کسی قسم کی کمزوری سے) کچھ ضعف ہو تو میں اُس جانب سے مزاحمت کروں گا، مگر الحمدُ للہ کہ تم نے مِل کر اُس کو دَفع کر دیا اب میں (اعمال تُلنے کی) ترازو کے وقت اس کے کام آؤں گا۔
اس کے بعد دو فرشتے اُس مُردہ کے پاس آتے ہیں جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور آواز بادلوں کی زور دار گرج کی طرح ہوتی ہے۔ ان کے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اُن کے منّہ سے سانس کے ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں، بال

اتنے بڑے کہ پاؤں تک لٹکے ہوئے ان کے ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک اتنا فاصلہ کہ کئی دن میں چل کر پورا ہو، مہربانی اور نرمی گویا ان کے پاس کو بھی نہیں گزری۔ (البتہ سختی کا معاملہ مؤمنوں کے ساتھ نہیں کرتے، لیکن ہیئت ہی کیا کم ہے) ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک اتنا بڑا اور بھاری ہتھوڑا کہ اگر ساری دُنیا کے انسان اور جنّات مل کر اُٹھائیں تو اُن سے اٹھ نہ سکے۔ وہ اگر مُردہ سے کہتے ہیں، بیٹھ جا، مُردہ ایکدم بیٹھ جاتا ہے اور کفن اُس کے سر سے نیچے سُرین تک آجاتا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے، تیرا مذہب کیا ہے؟ تیرے نبی کا کیا نام ہے؟ مُردہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہٗ ہے جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے (وہ تن تنہا مالک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں) میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں جو خاتم النبیّین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں تو نے صحیح کہا ہے اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں جس سے وہ اوپر سے اور چاروں جانب دائیں بائیں سرہانے پائینتی سے بہت زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ اُس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اُوپر سر اُٹھاؤ۔ مُردہ جب سر اُٹھاتا ہے تو اس کو ایک دروازہ نظر آتا ہے جس میں سے جنّت نظر آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی وہ جگہ تمہارے رہنے کی ہے۔ اس وجہ سے کہ تُم نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کو اُس وقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اُس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو۔ وہ دیکھتا ہے تو جہنّم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے (جس سے اُس کی حالت نظر آتی ہے) وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی تُو نے اس دروازہ سے نجات پالی۔ اُس وقت بھی مُردہ کو اس قدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اس کے بعد اُس قبر میں ستّتر دروازے جنّت کی طرف کُھل جاتے ہیں جن میں سے وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یہی منظر رہے گا۔ (اس کے بعد دُوسرے کی حالت سنو کہ) حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے دُشمن کے پاس جاؤ اور اُس کی جان نکال لاؤ۔ میں نے اس پر ہر قسم کی فراخی رکھی۔ اپنی نعمتیں (دُنیا میں چاروں

طرف سے) اُس پر لادویں، مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہیں آیا۔ لاؤ آج اُس کو سزا دُوں۔ ملک الموتؑ نہایت تکلیف دہ صُورت میں اُس کے پاس آتے ہیں۔ اس صُورت سے کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہیں۔ ان کے پاس ایک گرز (لوہے کا موٹا سا ڈنڈا) جہنّم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ اُن کے ساتھ پانسو فرشتے جن کے ساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ملک الموت آتے ہی وہ گرز اُس پر مارتے ہیں جس کے کانٹے اس کے ہر رگ وپے میں گھُس جاتے ہیں پھر وہ اُس کو کھینچتے ہیں اور باقی فرشتے ان کوڑوں سے اُس کے منہ کو اور سُرین کو مارنا شروع کر دیتے ہیں جس سے وہ مُردہ غش کھانے لگتا ہے۔ وہ اس کی رُوح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکال کر ایڑی میں روک دیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں، پھر ایڑی سے نکال کر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر (اور جگہ جگہ اس لیے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روک دیتے ہیں اور وہاں سے کھینچ کر سینے میں روک دیتے ہیں۔ پھر فرشتے اس تانبہ کو اور جہنم کے انگاروں کو اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السّلام کہتے ہیں کہ اے ملعُون رُوح نکل اور اُس جہنّم کی طرف چل جس کی صفت (قرآن پاک سُورۂ واقعہ ۲ میں) فِي سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ الآیہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ آگ میں اور کھَولتے ہُوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا (بلکہ نہایت تکلیف دینے والا ہوگا) پھر جب اُس کی رُوح بدن سے رُخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھے بُرا بدلہ دے تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لے جاتا تھا اور اُس کی اطاعت میں سُستی کرتا تھا تُو خود بھی ہلاک ہُوا اور مجھے بھی ہلاک کیا اور یہی مضمون بدن روح سے کہتا ہے اور زمین کے وہ حصّے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اُس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہُوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جاکر خوشخبری سُناتے ہیں کہ ایک آدمی کو جہنّم تک پہنچا دیا۔ پھر جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو زمین اُس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اُس کی پسلیاں ایک دُوسری میں گھُس جاتی ہیں پھر اُس پر کالے سانپ مسلّط ہو جاتے ہیں

جو اُس کی ناک اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاٹنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ درمیان میں دونوں جانب کے سانپ آکر مل جاتے ہیں، پھر اُس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر جن کی ہیئت ابھی گزر چکی ہے) آتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ وہ ہر سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے اور اُس کے جواب پر اُس کو گرز سے اس قدر زور سے مارتے ہیں کہ اُس گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں۔ اُس کے بعد اُس کو کہتے ہیں کہ اُوپر دیکھ۔ وہ اُوپر کی جانب جنّت کا دروازہ کھُلا ہُوا دیکھتا ہے (اُس کی باغ و بہار وہاں سے نظر آتی ہے) وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اللہ کے دُشمن اگر تُو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کو اس وقت ایسی حسرت ہوتی ہے کہ ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔ پھر دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کے دُشمن اب تیرا یہ ٹھکانا ہے۔

قبر میں لوگوں کی حالت

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مَیں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دِکھا دے۔ مَیں نے ایک رات کو دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے۔ ان کو مَیں نے دیکھا کہ کوئی تو سندس پر (جو ایک خاص اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے، کوئی ریشم پر ہے، کوئی اُونچے اُونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے۔ مَیں نے کہا یا اللہ اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے، تو کیسا اچھا تھا۔ ایک شخص نے اُن مُردوں میں سے کہا کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ سندس والے تو اچھّی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شُہدا ہیں اور پھُولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں اور رونے والے گنہگار ہیں اور اعلیٰ مراتب والے (یہ غالباً اُونچے تخت والے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی وجہ سے آپس میں محبّت رکھتے تھے۔ ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چُرایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہُوئے دیکھے۔ قرآن پاک اُن کے سامنے رکھا ہُوا تھا۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہے

تھے اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی تھی۔ اُس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا، تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصّہ پُوچھا۔ اُس نے سارا حال سنایا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنّا کی۔ اُس سے پُوچھا کہ قبر بتا دے۔ اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں اس قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تُو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔

قبر میں عذاب کی وجہ سے میّت کا چیخنا اور لوہے کے گُرزوں سے اُس کا مارا جانا

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں! تو آسمان سے منادی آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے نیچے آگ بچھا دو اور اسے آگ کا پہناوا پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ دوزخ کی تپش اور سخت گرم لُو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کو عذاب دینے کے لیے ایک (عذاب دینے والا) مقرّر کر دیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ اس کے پاس لوہے کا گُرز ہوتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مار دیا جائے، تو پہاڑ ضرور مٹّی ہو جائے (پھر ارشاد فرمایا کہ) اس گُرز کو ایک مرتبہ مارتا ہے تو اس کی آواز کو انسان اور جنّات کے علاوہ پُورب پچھم کے درمیان کی ساری مخلوق سُنتی ہے۔ ایک مرتبہ مارنے سے وہ مٹّی ہو جاتا ہے اور پھر رُوح لوٹا دی جاتی ہے۔[1]

بخاری اور مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس گُرز کے مارے جانے سے وہ اس زور سے چیختا ہے کہ انسان اور جنّات کے سوا اس کے قریب کی ہر چیز اس کی چیخ و پکار سُنتی ہے۔

---

[1] احمد و ابو داؤد

سوال: یہاں یہ بات دریافت طلب ہے کہ انسانوں اور جنّات کو میّت کے مارنے اور اس کے چیخنے کی آواز کیوں نہیں سنائی دیتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں اور جنّات کو عالمِ برزخ سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کو عذابِ قبر دکھا دیا جائے یا کانوں سے وہاں کے مصیبت زدوں کی چیخ و پکار کی آواز سنا دی جائے تو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں۔ حالانکہ خدا کے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی بات سُن کر مان لیں، چاہے سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ بہرحال آپ کی بات کو صحیح مانیں، اسی کو ایمان فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے، اور بڑا اجر ہے۔

اگر دوزخ و جنّت اور برزخ کے حالات آنکھوں سے دکھا دیے جائیں، تو پھر ایمان بالغیب نہ رہے اور سب مان لیں اور مومن ہو جائیں، مگر خدا کے یہاں آنکھوں سے دیکھے ہُوئے پر ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مرتے وقت ایمان لانے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (مومن) (سو ان کو ان کا ایمان لانا نفع مند نہ ہُوا جب کہ اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

جب قیامت کو اُٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر جنّت دوزخ آنکھ سے دیکھ لیں گے تو سب ہی ایمان لے آئیں گے اور رسولوں کی باتوں کی تصدیق کر لیں گے، مگر اس وقت کا ایمان اور تصدیق معتبر نہیں ہے۔

انسانوں کو عذابِ قبر کے نہ دکھانے اور اس کی آواز نہ سنانے میں یہ مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر عذابِ قبر کا حال آنکھوں سے دیکھ لیں یا کانوں سے سن لیں، تو بے ہوش ہو جائیں جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ نافرمان کی میت کو جب لوگ اُٹھا کر چلتے ہیں، تو وہ کہتا ہے" ہائے میری بربادی، مجھے کہاں لے جا رہے

ہو۔ اس کی اس آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سُنتی ہے اور اگر انسان سُن لے تو بیہوش ہو جائے۔[1]

البتہ خداوندِ عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو برزخ کی چیزیں نہ صرف بتا دیں بلکہ دکھا بھی دیں۔ چونکہ آپ میں ان کو برداشت کا ظرف موجود تھا حتیٰ کہ دوزخ کے منظر کو دیکھ کر بھی آپ کے ہنسنے، بولنے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں فرق نہ آتا تھا۔ حضرت ابو ایوّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ایک مرتبہ آفتاب غروب ہونے کے بعد (مدینہ منوّرہ سے) باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی (جو بھیانک آواز تھی) اس کو سُن کر فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم ایک مرتبہ اپنے خچّر پر سوار ہو کر قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ میں تشریف لے جا رہے تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچّر بدک گیا اور ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ وہیں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کہ ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا میں پہچانتا ہوں۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا یہ کب مرے تھے؟ اس نے کہا کہ زمانۂ شرک میں مرے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ سو اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم آپس میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو خُدا سے ضرور دُعا کرتا کہ تم کو (بھی) اس قبر کے عذاب کا کچھ حصّہ سنا دیوے جسے میں سُن رہا ہوں۔

عذابِ قبر کی ہولناک قسمیں

۱۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اکثر اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک دن صبح کو آپ نے از خود بیان کرنا شروع کیا کہ آج کی رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھ کو بیت المقدس

---

[1] بخاری شریف۔

کی طرف لے گئے اور ہم ایک آدمی پر گزرے جو لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اُس کے سر کو پتھر سے کچل رہا تھا۔ پتھر مارتا تو سر چورچور ہو جاتا اور پتھر دُور لڑھک جاتا پھر وہ آدمی پتھر لینے جاتا اتنے میں اس کا سر صحیح سالم ہو جاتا اور وہ واپس آکر پھر پتھر سے مارنے لگتا۔ اسی طرح برابر ہوتا رہا۔ مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ سُبحان اللہ یہ دونوں کون شخص ہیں۔ میرے ساتھی نے کہا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم آگے چلے تو دیکھا کہ ایک آدمی گُدّے پر لیٹا ہُوا ہے اور ایک شخص لوہے کے آنکڑا سے اُس کی باچھوں کو گُدّی تک چیرتا ہے۔ ایک طرف سے اس کا منہ چیر کر جب دُوسری طرف سے چیرنے لگتا ہے تو پہلا چیرا ہُوا درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بار بار چیرتا ہے اور پھر دُرست ہو جاتا ہے۔ مَیں نے کہا سُبحان اللہ یہ کون ہیں؟ مجھ سے کہا گیا ابھی اور آگے چلیے؛ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور ملا اس میں بڑا شور و غل ہو رہا تھا۔ تنور میں جھانکا تو ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ آگ کی لپٹیں اُن کے نیچے سے لپکتیں اور وہ شور مچانے لگتے۔ وہاں بدبو ناقابل برداشت تھی۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون ہیں۔ مجھ کو حکم ہُوا کہ ابھی اور آگے چلیے۔ ہم ایک نہر پر گزرے جس کا پانی خُون کی طرح سُرخ تھا۔ اس میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور ایک دُوسرا آدمی نہر کے کنارے بہت سے پتھر لیے کھڑا تھا۔ وہ تیرنے والا جب کنارے پر آتا تو اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے والا آدمی ایک پتھر اس کے منہ میں لُقمہ کے طور پر ڈال دیتا۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم چلے تو ایک انتہائی بدصُورت آدمی پر گزرے۔ اس کے پاس آگ تھی وہ آگ کو سُلگاتا اور اس کے گرد چکر لگاتا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک سرسبز و شاداب باغ پر گزرے اور باغ کے بیچ میں ایک اتنا لمبا شخص تھا کہ مَیں اس کے سَر کو نہیں دیکھ پاتا تھا۔ اس دراز قد شخص کے گرد بہت سے بچّے تھے۔ مَیں نے ان بچّوں کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلیے۔ پھر ہم ایک ایسے وسیع اور حسین باغ میں پہنچے کہ مَیں نے ایسا باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے ساتھی کے حُکم سے مَیں اندر داخل ہُوا۔ اس میں ایک ایسا شہر تھا کہ سونے چاندی کی اینٹوں سے اُس کی تعمیر ہوئی تھی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے۔

دروازہ کھلوایا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچے تو ہمارے سامنے چند آدمی آئے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا۔ میرے ساتھی نے ان سے کہا کہ تم اس سامنے والی نہر میں کود پڑو۔ وہ جا کر کود پڑے۔ وہ نہر بہت وسیع تھی اور اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا۔ جب وہ نہر سے نکل کر واپس آئے تو اُن کی بدصورتی ختم ہو گئی اور پورا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ میں نے نگاہ اُٹھائی تو ایک سفید محل نظر آیا۔ ساتھی نے کہا یہ بھی تمہارا ٹھکانا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے مجھے اپنے اس ٹھکانے میں ذرا داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا ابھی تو نہیں، مگر تم ضرور اس محل میں داخل ہو گے۔ میں نے شروع سے اب تک جو حیرتناک مناظر دیکھے تھے ان کے بارے میں اپنے ساتھی سے حقیقتِ حال دریافت کی۔ اُس نے بتایا کہ پہلا[۱] شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ شخص ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے اس کو بھلا دیا اور فرض نماز ترک کر کے سو رہتا تھا۔ یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا اور وہ دُوسرا[۲] شخص جس کا جبڑا چیرا جا رہا تھا وہ آدمی ہے جو کہ صبح کو اپنے گھر سے چلتا ہے جھوٹ بولتا پھرتا ہے یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا اور تیسرے[۳] وہ مرد و عورت جو تنور میں ننگے جل رہے ہیں وہ زناکار لوگ ہیں۔ اور چوتھا[۴] شخص جو نہر میں تیرتا ہے اور کنارے پر پتھر کا لقمہ پاتا ہے وہ شخص ہے جو سُود کھایا کرتا تھا اور وہ پانچواں[۵] شخص جو آگ سُلگا رہا ہے وہ داروغۂ جہنم ہے اور چھٹا لمبا آدمی جو کہ باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السّلام ہیں اور ان کے گرد وہ بچے ہیں جن کی موت فطرت پر یعنی اسلام پر ہوئی اور وہ ساتویں[۷] قسم کے لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ بُرے اعمال بھی کیے ہیں، مگر پھر ان کو رحمت نے اپنے دامن میں لے لیا اور بُرائی کا داغ صاف ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کے بعد ان دونوں ساتھیوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں جبرئیلؑ ہوں اور یہ میکائیلؑ ہیں۔ (بخاری و بیہقی)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عذاب برزخ کے ثبوت میں نصّ صریح ہے کیونکہ انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ حدیث میں جو یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ

قیامت تک یہ برتاؤ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ برزخ کے واقعات ہیں۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکورہ بالا روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ جو شخص آگ سُلگا کر چکر لگا رہا ہے وہ داروغۂ جہنّم ہے جب کوئی چیز اس آگ سے باہر نکلتی ہے تو فوراً وہ داروغہ اس کو آگ میں لوٹا دیتا ہے۔ نیز جو ننگے مرد و عورت تھے وہ زانی تھے اور بدبُو ان کی شرمگاہوں سے نکلتی تھی اور ایک گروہ موٹے پیٹ والوں کا بھی نظر آیا تھا جن کی مقعدوں میں آگ بھری جاتی اور مُنہ سے باہر نکالی جاتی تھی۔ یہ قومِ لوطؑ کا عمل کرنے والے تھے اور وہ نہر جو دودھ کی طرح سفید تھی وہ کوثر کی نہر تھی۔ (ابنِ عساکر)

(۳) حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا گزر ایک ایسے دسترخوان پر بھی ہوا جہاں بُھنا ہوا عُمدہ گوشت تھا، مگر وہاں کھانے والا کوئی نہ تھا اور ایک دسترخوان ایسا تھا جس پر بَدبُودار گوشت تھا۔ وہاں کچھ لوگ تھے۔ پُوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کو پسند کرتے ہیں۔

آنحضورؐ ایک ایسے گروہ پر بھی گزرے جن کے شِکم گھر کی طرح وسیع و عریض تھے۔ جب وہ اُٹھنا چاہتے تو گر پڑتے اور حسرت سے کہتے۔ اے خُدا تو قیامت کو نہ قائم کر۔ وہ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہُوا یہ اُمّتِ محمدیہ کے سُود خوار ہیں۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہُوا جن کے ہونٹ اُونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے۔ اُن کے منہ میں پتّھروں کا لقمہ دیا جاتا اور پتّھر مقعد سے باہر آجاتے۔ پُوچھنے پر معلوم ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھالیا کرتے تھے۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہُوا جن کی پسلیوں سے گوشت کاٹ کر خود انہیں کو کھلایا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ کھالے جس طرح اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ ھَمَّازُون یعنی غیبت کرنے والے اور لَمَّازُون ہیں یعنی لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے۔ یہ برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم معراج کی رات ایسے گروہ پر گزرے جن کے سر پتّھروں سے کُچلے جاتے اور پھر صحیح سالم

ہو جاتے تو دوبارہ کچلے جاتے۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے تھے۔ یعنی نماز کو بڑا بوجھ سمجھ کر اتار پھینکتے، جیسے تیسے ادا کرتے یا یہ کہ ادا ہی نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ ایسا نظر آیا جن کی شرمگاہوں پر صرف لتّے تھے۔ اُونٹ بکریوں کی طرح چرتے تھے اور تھوہر، گرم پتھر وغیرہ کھا رہے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں سے زکوٰۃ و صدقات نہیں نکالتے تھے۔ پھر ایک گروہ عورتوں اور مردوں کا نظر آیا جن کے سامنے پکا ہُوا عمدہ گوشت تھا اور ساتھ ہی کچا اور خراب گوشت تھا۔ وہ لوگ عمدہ اور پکے ہُوئے گوشت کو چھوڑ کر کچّے اور خراب گوشت کو کھانے لگے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر بدکار عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں کے پاس جاتی ہیں۔

اس کے بعد ایک ایسا شخص نظر آیا جس نے ایک اتنا بڑا گٹھڑ جمع کر رکھا تھا کہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔ اس کے باوجود اس پر اور زیادہ بوجھ لاد رہا تھا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں جمع ہیں اور ان امانتوں کو ادا کرنے کی قُدرت اس میں نہیں ہے۔

اس کے بعد حضورؐ ایک گروہ پر گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ کترنے کے بعد صحیح سالم ہو جاتے اور پھر کترے جاتے۔ بار بار اسی طرح ہوتا رہا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ فتنہ و فساد برپا کرنے والے واعظ و خطیب ہیں۔ (ابن عدی بیہقی)

(۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے خواب کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہ سچّا خواب ہے، تم اس کو خوب سمجھ لو۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے کر چلا۔ راستہ میں ایک بڑا پہاڑ نظر آیا۔ اس نے مجھ کو چڑھنے کے لیے کہا۔ میں نے کہا اس لمبے پہاڑ پر میں کیسے چڑھوں، اُس نے

کہا میں تمہارے لیے اس پر چڑھنا آسان کر دوں گا۔ پھر میں نے قدم اُٹھایا تو ایک زینہ پر رکھا۔ اسی طرح قدم آگے بڑھاتا گیا اور ہر قدم پر زینہ ملتا گیا۔ پہاڑ پر چڑھ کر کچھ دُور گئے تو کئی مرد اور عورتیں ایسے نظر آئے کہ ان کی باچھیں کٹی ہوئی تھیں۔ مَیں نے پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کے خلاف ہُوا کرتا تھا۔ پھر آگے چل کر کچھ عورت اور مرد ایسے ملے جن کے کانوں اور آنکھوں میں میخیں ٹھکی ہوئی تھیں۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں کہ ناجائز باتوں کے سُننے اور ناجائز چیزوں کے دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر آگے چل کر کئی عورتیں لٹکی ہُوئی نظر آئیں۔ اُن کے سَر نیچے اور پیر اوپر تھے اور سانپ ان کی چھاتیوں کو ڈس رہے تھے۔ پُوچھنے پر بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنا دودھ پلانے سے روکتی تھیں۔ آگے چل کر کئی عورت و مَرد ایسے نظر آئے جو سر نیچے کر کے لٹکائے گئے تھے اور وہ زمین کے کیچڑ کو چاٹ رہے تھے۔ پُوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ روزہ دار ہیں جو وقت سے پہلے روزہ کھول دیتے تھے۔ آگے چل کر تین آدمی شرابِ طہور پیتے ہُوئے اور خوشی کے نغمے گاتے ہُوئے ملے۔ پُوچھنے پر معلوم ہوا یہ زید بن حارثہؓ جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ابن خزیمہ ابن حبان وغیرہ)

قبر میں لوگوں کی مختلف حالتیں

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مَیں نے آج کی رات عجیب و غریب چیزیں دیکھیں۔ میں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی رُوح قبض کرنے آیا۔ پس اس شخص کا اپنے والدین کے ساتھ سلوک و احسان کرنا آگے بڑھا اور ملک الموت کو اس کے پاس سے لوٹا دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ قبر کا عذاب اس کے آس پاس گھیرے ہُوئے تھا، لیکن اس کا وضو آیا اور اُس نے عذاب سے نجات دی۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آگے بڑھا اور شیاطین سے نجات دلائی۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو گھیر رکھا تھا۔ لیکن نماز نے ان کے عذاب سے

اس کو بچا لیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے ہے اور جس حوض پر جاتا ہے ناکام لوٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا روزہ آیا اور اس نے اس کو سیراب کر دیا۔ مَیں نے اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء کرام اپنے اپنے حلقے بنا کر بیٹھے ہیں اور یہ شخص جب ان کے حلقے کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو نکال باہر کر دیتے ہیں چنانچہ اس کا غسل جنابت آیا اور اُس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر میرے قریب بٹھا دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اُس کے دائیں بائیں آگے پیچھے اور اُوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے۔ وہ شخص اس تاریکی کی وجہ سے حیران و پریشان تھا کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس تاریکی سے اس کو نجات دلا کر نُور میں داخل کیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے بات کرتا ہے، لیکن وہ اس سے بے رُخی برت رہے ہیں؛ چنانچہ اس کا صلۂ رحم آیا اور اُس نے کہا کہ اے مومنو! اس شخص سے بے رُخی نہ کرو۔ اس سے بات چیت کرو۔ پھر اس سے باتیں کیں۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے آگ کی لپٹ کو اور شراروں کو روک رہا تھا کہ مُنہ نہ جلے چنانچہ اس کا صدقہ آیا اور اُس نے اس کے مُنّہ اور سَر کی حفاظت کی۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملائکۂ عذاب نے اُس کے ہر عضو کو گرفت میں لیا، لیکن اس کی دعوت و تبلیغ نے اُن سے بچا کر ملائکۂ رحمت سے ملا دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اُس کے نامۂ اعمال نے ترازو کے بائیں پلڑے کو جھکا دیا؛ چنانچہ اس کا خوفِ خداوندی آیا اور اس نے اس ترازو کے دائیں پلڑے کو جُھکا دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ترازوِ اعمال سے ہلکی پھُلکی رہ گئی تو اس کے پاس وہ بچّے آ گئے جو بچپن میں مر گئے تھے۔ اُنہوں نے آکر اس ترازو کو وزنی کر دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جہنّم کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اُس کا اللہ سے ڈرنا آیا اور اُس نے جہنّم کے کنارہ سے دُور کر دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آگ میں گر پڑا۔ اس کا وہ آنسو وہاں آیا جو اللہ کے ڈر سے اُس کی آنکھوں سے بہا تھا۔ اس آنسو نے اس کو آگ سے نکالا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پُل صراط پر کھڑا ہے اور تھر تھر کانپ

رہا ہے۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ جو اُس کو حُسنِ ظن تھا، اس حسنِ ظن نے بڑھ کر اس کی تھرتھری دور کی اور پُل سے گزار دیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پُل صراط پر کبھی چوتڑوں کے بَل چلتا ہے اور کبھی گھٹنوں کے بَل۔ چنانچہ مجھ پر اس کا درود بھیجنا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، پھر وہ پُل صراط پر سیدھا چلا گیا۔ مَیں نے اپنی اُمّت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جنّت کے دروازوں کی طرف جب وہ پہنچا، تو اُس پر دروازے بند کر دیے گئے، پھر اس کا کلمۂ شہادت آیا اور اُس نے دروازوں کو کھول کر اس کو جنّت میں داخل کر دیا۔ مَیں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ کترے جا رہے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ چغلخور لوگ ہیں۔ مَیں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ اپنی زبانوں کے سہارے لٹکے ہُوئے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر تہمت لگانے والے ہیں۔ (طبرانی۔ نوادر الاصول۔ ترغیب

امام شافعیؒ نے بعض بزرگوں سے روایت بیان کی ہے کہ اُنھوں نے اللہ سے دُعا کی کہ اہلِ قبور کے احوال ان پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ ایک رات ان کے لیے قبریں شق ہو گئیں۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بعض مُردے سندس پر، بعض حریر پر، بعض دیباج پر اور بعض ریحان اور تختوں پر سو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض رو رہے ہیں اور بعض ہنس رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا اے رب اگر تُو چاہتا تو یہ تمام مُردے اپنے مراتب کے لحاظ سے برابر ہوتے۔ یہ سُن کر ایک قبر سے آواز آئی۔ اے شخص یہ مراتب سب اعمال کی وجہ سے ہیں۔ سندس پر سونے والے وہ لوگ ہیں جو اچھے اخلاق رکھتے ہیں۔ حریر و دیباج والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہُوئے اور ریحان پر سونے والے روزہ دار ہیں اور تختوں پر سونے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ ہی کے لیے ایک دُوسرے سے محبت رکھتے تھے اور رونے والے گناہگار لوگ ہیں اور ہنسنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ (روض الریاحین)

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ عذاب کو لازم کرنے والے اسباب سے بچنا ضروری ہے اور عذابِ قبر سے بچانے والا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے،

تو گھڑی بھر پہلے بیٹھ کر اپنے نفس سے حساب لے کہ کیا کمایا اور کیا کھویا، پھر گناہوں سے خالص توبہ کرے اور پھر سو رہے اور جب بیدار ہو تو عمل صالح کی طرف لپکے اور زندگی کو غنیمت خیال کر کے جو کچھ کمی رہ گئی ہے اس کی تکمیل کرے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کو اس کی توفیق دیتا ہے۔ (کتاب الروح)

پانچ قبروں کے چشم دید حالات نے گناہ گار کو توبہ پر آمادہ کر دیا

حدیث میں منقول ہے کہ ایک جوان آدمی نہایت غمگین عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس کے رنج و غم کی وجہ پوچھی، تو غم زدہ نے کہا کہ میں اپنے گناہ کے سبب سے غمگین ہوں۔ عبدالملک نے اس سے کہا تیرا گناہ زمین و آسمان سے بڑا تو نہیں ہے؟ اُس نے کہا بڑا ہے۔ پھر عبدالملک نے کہا تیرا گناہ عرش سے بڑا تو نہیں ہے؟ اُس نے کہا اس سے بھی بڑا ہے۔ عبدالملک نے کہا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت؟ اس پر اس نوجوان نے خاموشی اختیار کی۔ پھر عبدالملک نے پوچھا تیرا گناہ کون سا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں کفن چور تھا۔ پانچ قبروں کے مُردوں نے مجھے توبہ پر آمادہ کیا۔ ان قبروں کے حالات یہ ہیں کہ میں نے ایک قبر کو جب کھودا تو اس کے مُردے کو دیکھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا گیا تھا اور اس کو دُوسرا عذاب بھی دیا جا رہا تھا۔ میں ڈر کر وہاں سے لوٹا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تُو اس مُردہ سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وہ عذاب میں کس وجہ سے گرفتار ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ بات میں نہیں پوچھ سکتا۔ چنانچہ اس ہاتف نے بتایا کہ یہ شخص نماز کو حقیر سمجھتا تھا، اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

میں نے ایک دُوسری قبر کھودی، تو دیکھا کہ اِس قبر کا مُردہ بالکل سُور ہو گیا تھا اور طوق اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر ڈر سے لوٹنے لگا۔ ہاتف غیبی نے پکار کر مجھ سے کہا تو اس مُردہ سے عذاب کا سبب کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا یہ سوال میری قُدرت سے باہر ہے۔ ہاتف نے کہا یہ شراب پیتا تھا۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو اُس نے حرام نہیں کیا۔

میں نے ایک تیسری قبر کھودی تو دیکھا۔ اس کا مُردہ آگ کی میخوں سے بندھا ہُوا تھا اور اُس کی زبان گدّی کی طرف نکلی ہوئی تھی۔ میں ڈر کر واپس ہونے لگا، تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ میّت سے اس کی وجہ کیوں نہیں پُوچھتا۔ میں نے کہا سوال کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اُس نے کہا، یہ لوگوں کے مال دبانے کی کوشش کرتا تھا۔

میں نے ایک چوتھی قبر کھودی دیکھا کہ مُردہ آگ میں جل رہا تھا اور فرشتے اس کو مار رہے تھے اور وہ چیخ رہا تھا۔ میں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا کہ تو مردہ سے اس عذاب کی وجہ کیوں نہیں پُوچھتا۔ میں نے کہا سوال کی مجھ میں قوت نہیں۔ ہاتف نے بتایا کہ یہ جھوٹا شخص تھا اور جھوٹی قسمیں کھایا کرتا تھا۔

میں نے ایک پانچویں قبر کھودی تو دیکھا کہ فرشتے اس مُردے کو آگ کے سُتون سے مار رہے تھے اور مُردہ خوب چلا رہا تھا۔ میں ڈر کر واپس ہونے لگا تو ہاتف غیبی نے پکار کر کہا کہ تو اس عذاب کا سبب کیوں نہیں پُوچھتا۔ میں نے کہا کہ میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے پھر ہاتف نے خود بتایا کہ یہ ایک کھلنڈرا تھا۔ شطرنج وغیرہ کھیلا کرتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے رسولؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قبر کا عذاب، دل، آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ پاؤں اور سارے بدن کے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے اور ان اعضا سے جو نیک کام ہوتے ہیں ان پر اجر ملتا ہے۔

ایک عورت کا گناہ کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران : ع ۲)

ترجمہ : اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور دوڑو اس جنّت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں جو تیار کی گئی ہے ایسے

متقی لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کی اس بات پر رشک کیا تھا کہ جب کوئی شخص ان میں سے گناہ کرتا تو اس کے دروازے پر وہ لکھا ہوا ہوتا اور اس کا کفارہ بھی کہ فلاں کام اس گناہ کے کفارہ میں کیا جائے۔ مثلاً ناک کاٹ دی جائے کان کاٹ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات کو اس پر رشک تھا کہ کفارہ ادا کرنے سے اس گناہ کے زائل ہو جانے کا یقین تھا اور گناہ کی اہمیت ان حضرات کی نگاہ میں اتنی سخت تھی کہ اس قسم کی سزاؤں کو بھی اس کے مقابلے میں ہلکا اور قابلِ رشک سمجھتے تھے۔ ان حضرات کے جو واقعات حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں وہ واقعی ایسے ہی ہیں کہ بشریت سے کسی گناہ کے سرزد ہو جانے کے بعد اس کی ہیبت اور اہمیت ان پر بہت زیادہ مسلط ہو جاتی۔ مرد تو مرد تھے ہی عورتوں میں بھی یہی جذبہ تھا۔ ایک عورت سے زنا صادر ہو گیا، خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، خود اعترافِ جرم کیا اور گناہ سے پاک ہونے کے شوق میں اپنے آپ کو سنگسار ہونے کے لیے پیش کیا اور سنگسار ہو گئیں۔ کیوں، اس لیے کہ گناہ کی ہیبت ان کے دل میں اس مرنے سے بہت زیادہ تھی۔

صدقہ جاریہ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے استغفار کا نفع

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله - رواه مسلم كذا فى المشكٰوة قلت وابو داؤد والنسائى وغيرهما۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے، تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے،

تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دُعا کرتی رہے۔

ف ۔ اللہ جل شانہٗ کا کس قدر زیادہ انعام و احسان ہے، لطف و کرم ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مر جانے کے بعد جب کہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہو جائے، وہ عمل کرنے سے بے کار ہو جائے، وہ قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمالِ حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے، تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے فضل سے پیدا فرما دیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان میں سے تین چیزیں اِس حدیث پاک میں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ یعنی کوئی ایسی چیز صدقہ کر گیا جس کا نفع باقی رہنے والا ہو۔ مثلاً کوئی مسجد بنوا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے رہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی۔ اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ اسی طرح سے کوئی مسافر خانہ، کوئی مکان کسی دینی کام کے لیے بنوا کر وقف کر گیا جس سے مسلمانوں کو یا دینی کاموں کو نفع پہنچتا رہا، تو اس نفع کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔ کوئی کنواں رفاہِ عام کے لیے بنوا گیا، تو جب تک اس سے لوگ پانی پیتے رہیں گے، وضو وغیرہ کرتے رہیں گے، اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ ایک اور حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اُس کو ملتا ہے ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے جس کو چھوڑ گیا ہو اور وہ قرآن شریف جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد ہے اور مسافر خانہ ہے جن کو بنا گیا ہو۔ اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جس کو اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔[1] ثواب ملتا رہے کا مطلب ہے کہ صدقۂ جاریہ کے طور پر دے گیا مثلاً وقف کر گیا ہو اور علم کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدرسہ میں چندہ دیا ہو یا کوئی دینی کتاب تالیف کی ہو یا پڑھنے والوں کو تقسیم کی ہو یا مسجدوں اور مدرسوں میں قرآن پاک یا کتابیں وقف کی ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے۔ کسی کو علم پڑھا گیا ہو، کوئی نہر جاری کر دی ہو، کوئی کنواں بنا دیا ہو، کوئی درخت لگا دیا ہو،

---

[1] مشکوٰۃ شریف

کوئی مسجد بنا دی ہو، قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اُس کے لیے دُعائے مغفرت کرتی رہے۔ اور ان سب چیزوں میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری تنہا خود ہی کی ہوں بلکہ اگر کسی چیز میں تھوڑی بہت شرکت بھی اپنی ہوگئی، تو بقدر اپنے حِصّہ کے اس کے ثواب میں سے حِصّہ ملتا رہے گا۔ دُوسری چیز اُوپر کی حدیث میں وہ علمِ دین ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے مثلاً کسی مدرسہ میں کوئی کتاب وقف کر گیا۔ جب تک وہ کتاب باقی ہے، اس سے لوگ نفع اُٹھاتے رہیں گے، اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ کسی طالب علم کو اپنے خرچ سے حافظِ قرآن یا عالم بنا گیا۔ جب تک اس کے علم و حفظ سے نفع پہنچتا رہے گا چاہے وہ حافظ اور عالم خود زندہ رہے یا نہ رہے اس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ مثلاً کسی شخص کو حافظ بنایا تھا۔ اُس نے دس بیس لڑکوں کو قرآن پاک پڑھا دیا اور وہ حافظ اس کے بعد مر گیا تو جب تک یہ لڑکے قرآن پاک پڑھتے پڑھاتے رہیں گے۔ اس حافظ کو مستقل ثواب ملتا رہے گا اور اُس حافظ بنانے والے کو علیحدہ ثواب ہوتا رہے گا اور اسی طرح سے جب تک ان پڑھنے والے لڑکوں کا سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا قیامت تک چلتا رہے گا اس اصل حافظ بنانے والے کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ ثواب پہنچائیں یا نہ پہنچائیں۔ یہی صورت بعینہٖ کسی شخص کو عالم بنانے کی ہے کہ جب تک بلاواسطہ یا بالواسطہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع کا سلسلہ چلتا رہے گا اس اوّل عالم بنانے والے کو ان سب کا ثواب ملتا رہے گا اور یہاں بھی وہی پہلی بات ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ پُورا حافظ یا پُورا عالم خود تنِ تنہا بنائے۔ اگر کسی حافظ کے حفظ میں اپنی طرف سے مدد ہوگئی، کسی عالم کے علم حاصل کرنے میں اپنی طرف سے کوئی اعانت ہوگئی تو اس اعانت کی بقدر ثواب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی کسی قسم کی جانی یا مالی کوشش علم کے پھیلانے میں، دین کے بقا اور حفظ میں لگ جائے کہ دُنیا کی زندگی خواب سے زیادہ نہیں، نہ معلوم کب اس عالم سے ایک دم جانا ہو جائے، جتنا ذخیرہ اپنے لیے چھوڑ جائے گا وہی دیرپا اور کار آمد ہے۔ عزیز، قریب، احباب، رشتہ دار سب دو چار دن رو کر یاد کر کے اپنے اپنے مشاغل میں لگ کر بھول جائیں گے۔ کام آنے والی چیزیں یہی ہیں جن کو آدمی اپنی زندگی میں اپنے

لیے کبھی فنا نہ ہونے والے بنک میں جمع کر جائے کہ سرمایہ محفوظ رہے اور نفع قیامت تک ملتا رہے۔ تیسری چیز جو اس حدیثِ پاک میں ذکر کی گئی ہے وہ اولادِ صالح ہے جو مرنے کے بعد دُعائے خیر بھی کرتی رہے۔ اوّل تو اولاد کا صالح بنا جانا بھی مستقل صدقۂ جاریہ ہے کہ جب تک وہ کوئی بھی نیک کام کرتی رہے گی، اپنے آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے۔ پھر اگر وہ نیک اولاد والدین کے لیے دعا بھی کرتی رہے اور جب وہ صالح ہے تو دُعائیں کرتی ہی رہے گی یہ مستقل ذخیرہ والدین کے لیے ہے۔ ایک نیک عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو باہیتہ کہتے تھے بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی جب اس کا انتقال ہونے لگا، تو اُس نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میرا زندگی اور موت میں بھروسہ ہے، مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی، تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لیے اور سب قبرستان والوں کے لیے دُعا کرتا۔ ایک دن اُس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا، موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ مَیں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیے لگے ہوئے ہیں، قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اُس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قرآنِ پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تُو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن مَیں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا۔ مَیں نے پوچھا تم کون لوگ ہو، کیوں آئے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں۔ ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں، تم ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے، اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں

نے اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ ایک اور عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مُردے اُن میں سے باہر نکل کر زمین پر سے جلدی جلدی کوئی چیز چُن رہے ہیں، لیکن ایک شخص فارغ بیٹھا ہے وہ کچھ نہیں چُنتا۔ مَیں نے اُس کے پاس جاکر سلام کیا اور اس سے پُوچھا کہ یہ لوگ کیا چُن رہے ہیں۔ اس شخص نے کہا جو لوگ کچھ صدقہ، دُعا، درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ مَیں نے کہا تم کیوں نہیں چُنتے؟ اُس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغنا ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو مُنہ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے۔ وہ روزانہ مجھے ایک قرآن شریف پڑھ کر بخشتا ہے۔ مَیں صبح کو اُٹھ کر اس بازار میں گیا۔ مَیں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اُس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآنِ پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں۔ اس قِصّہ کے عرصہ کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اُسی طرح چُنتے دیکھا اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چُنتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کُھل گئی۔ مجھے اس پر تعجب تھا۔ صُبح اُٹھ کر پھر مَیں اسی بازار میں گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا۔[۱] حضرت صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جارہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ صبح میں دیر تھی، راستے میں ایک قبرستان تھا، وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں اور ان میں سے مُردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اُترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نُور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا۔

---

[۱] روض

جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ خوان کیسے تھے؟ اُس نے کہا کہ یہ خوان اُن ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے مُردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دُنیا میں پھنس رہی ہے، اُس نے دُوسری شادی کرلی۔ وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی۔ میں نے اُس سے اس کی والدہ کا پتہ پُوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو پردے کے پیچھے بُلایا اور اس سے اس کے لڑکے کو پُوچھا اور یہ خواب اُسے سُنایا۔ اس عورت نے کہا بے شک وہ میرا لڑکا تھا۔ میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔ میری گود اس کا بستر تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درم دیے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کو صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دُعا اور صدقے سے یاد رکھوں گی کبھی نہ بھولوں گی۔ حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا۔ وہ میری طرف کو دَوڑا ہُوا آیا اور کہنے لگا کہ صالحؒ حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔

اس قسم کے ہزاروں واقعات کُتب میں موجود ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد میرے مرنے کے بعد بھی میرے کام آئے تو اپنے مقدُور کے موافق اس کو نیک اور صالح بنانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ یہ حقیقت میں اولاد کے لیے بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لیے بھی کار آمد ہے۔ اللہ جلِ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (سُورہ تحریم)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

زیدؒ بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی، تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسُول اللہ اپنے اہل و عیال کو کس طرح آگ سے بچائیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو ایسے کاموں کا حکم کرتے رہو جس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوں اور ایسی چیزوں سے روکتے رہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو خیر کی باتوں کی تعلیم اور تنبیہ کرتے رہو۔[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس باپ پر رحم کرے جو اولاد کی اس بات میں مدد کرے کہ وہ باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے۔ یعنی ایسا برتاؤ اس سے نہ کرے جس سے نافرمانی کرنے لگے۔[2] اولاد کو نیک بنانا بھی اس میں داخل ہے، اگر وہ نیک نہ ہوگی تو پھر والدین کے ساتھ جو کرے وہ برمحل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ بچّے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور جب چھ برس کا ہو اس کو آداب سکھائے جائیں اور جب نو برس کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے (یعنی دوسروں کے پاس نہ سوئے)، اور جب تیرہ برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے اور جب سولہ برس کا ہو جائے تو نکاح کر دیا جائے۔ پھر اُس کا باپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ مَیں نے تجھے آداب سکھا دیے۔ تعلیم دے دی، نکاح کر دیا۔ اب میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دُنیا میں تیرے فِتنے سے اور آخرت میں تیری وجہ سے عذاب سے۔[3] تیری وجہ سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ ارشادِ نبویؐ میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی بُرا طریقہ اختیار کرتا ہے، تو اس کو اپنے فعل کا گناہ بھی ہوتا ہے اور جتنے لوگ اس کی وجہ سے اُس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اس کو ہوگا۔ اس طرح پر کہ کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ ان کو اپنے فعل کا مستقل گناہ ہوگا اور اس کو ذریعہ اور سبب بننے کا مستقل گناہ ہوگا۔ اس بنا پر جو اولاد اپنے بڑوں کی بُری حرکات ان کے عمل کی وجہ سے اختیار کرتی ہے ان سب کا گناہ بڑوں کو بھی ہوتا ہے اس لیے اپنے چھوٹوں کے سامنے بُری حرکات کرنے سے خصوصیت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس حدیث شریف میں تیرہ برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم ہے اور بہت سی احادیث میں ہے کہ بچّے کو جب سات (۷) برس کا ہو جائے نماز کا حکم کرو اور جب دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ یہ روایات اپنی صحّت اور کثرت کے لحاظ سے مُقدم ہیں۔ بہر حال بچّے کے نماز نہ پڑھنے پر باپ کو مارنے کا حکم اور اس پر نماز میں تنبیہ نہ کرنا اپنا جُرم ہے

---

[1] درمنثور [2] احیاء [3] احیاء

اور اس کے بالمقابل اگر اس کو نماز، روزہ اور دینی احکام کا پابند اور عادی بنادیا تو اس کے اعمالِ حسنہ کا ثواب اپنے آپ کو بھی ملے گا۔ اور اس کے ساتھ جب وہ صالح بن کر والدین کے لیے دُعا بھی کرے گا تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ ابنِ مالکؒ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں اولاد کو صالح کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کہ ثواب غیر صالح اولاد کا نہیں پہنچتا اور اس کی دُعا کا ذکر اولاد کو دُعا کی ترغیب دینے کے لیے ہے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ والد کو صالح اولاد کے عمل کا ثواب خود پہنچتا رہتا ہے چاہے وہ دُعا کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص رفاہِ عام کے لیے کوئی درخت لگادے اور لوگ اس کا پھل کھاتے رہیں، تو ان کھانے والوں کے کھانے کا ثواب اس کو ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ درخت لگانے والے کے لیے دُعا کریں یا نہ کریں۔ علامہ مناویؒ کہتے ہیں کہ والد کو دُعا کے ساتھ تنبیہ اور تحریص کے طور پر ذکر فرمایا کہ وہ دُعا کرے، ورنہ دُعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد ہو یا نہ ہو۔ اس حدیث شریف میں تین چیزوں کا ذکر اہتمام کی وجہ سے کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں احادیث میں ایسی آئی ہیں جن کے متعلق یہ وارد ہوا ہے کہ ان کا دائمی ثواب ملتا رہتا ہے۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کر دے اُس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص بُرا طریقہ جاری کر دے اس پر اپنے کیے کا بھی گناہ ہے اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے عمل کا ثواب مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر جو شخص اللہ کے راستے میں سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہے اس کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔

موت سے اعمال کا منقطع ہو جانا

(۱) حضرت ابو سعید معلیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ مرنے پر اعمال کے صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور مُردہ نہ عملِ صالح پر قادر ہوتا ہے نہ سلام کا جواب دینے پر۔

یعنی مُردہ ایسے سلام پر قُدرت نہیں رکھتا جس پر عبادت کی حیثیت سے اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ بلکہ مُردہ کا سلام صرف "جواب سلام" ہوتا ہے جو السّلامُ علیکم یا اہلِ القبُور کہنے والوں کے جواب میں دیا جاتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کا ثبوت وارد ہے۔

(۲) مطرّف بن شخیرؒ فرماتے ہیں کہ جمُعہ کی رات میں ایک میدان پر میرا گزر ہُوا اور مَیں جمُعہ کی رات کے علاوہ اور راتوں میں بھی وہاں سے گزرتا تھا، تو میں نے وہاں ایک برہنہ قوم دیکھی۔ ان کو مَیں نے سلام کیا۔ اُنھوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ مَیں ٹھہر گیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ مطرف بن شخیرؒ ہے۔ مَیں نے کہا تعجب ہے کہ تُم میرا اور میرے باپ کا نام تو جانتے ہو اور سلام کا جواب نہیں دیتے۔ اُنہوں نے کہا اے مطرف ہم مُردے ہیں۔ ہمارے نامۂ اعمال اعمالِ صالحہ سے لپیٹ دیے گئے ہیں۔ ہم اگر سلام کا جواب دینے پر قادر ہوتے تو دُنیا اور دُنیا کی ساری اشیاء کے عوض ہم اس کو لے لیتے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ مَیں تم سب کو ننگے بدن دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی جس سے ہم اپنی شرمگاہ کو چُھپا سکیں۔ مَیں نے ان سے کہا تُم سب کے جمع ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہر قبر میں ستر مُردے جمع ہو گئے ہیں تو ہماری تعداد بہت ہو گئی۔ اس لیے آپ ہمیں ایک جگہ جمع دیکھتے ہیں۔ مَیں نے کہا کیا تم شرماتے نہیں ہو کہ عورتیں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور تُم ننگے ہونے کی حالت میں ایک دُوسرے کو دیکھتے ہو۔ انھوں نے کہا اے مطرف موت کی تلخی اور سکرات نے ہماری عقلیں چھین لی ہیں جس کی وجہ سے مرد اپنے مرد ہونے اور عورت اپنے عورت ہونے کو نہیں جانتی۔ مَیں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ مَیں نے تم کو اس رات میں دیکھا بقیہ اور راتوں میں اس جگہ مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ جُمعہ کی رات ہے۔ ہم اس رات کو نکلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہماری اولاد اور گھر والے یاد کرتے اور ہمیں ثواب پہنچانے کی نیّت سے خیرات کرتے ہیں یا نہیں۔ جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا اے مطرف ٹھہر جاؤ! ہمیں تُم سے ایک بات کہنی ہے اور وہ یہ کہ جب جُمعہ آئے تو تُم عام لوگوں میں وعظ بیان کرنا اور یہ کہنا کہ ہمارے کفن گل گئے، بدن گل سڑ گیا اور ہڈیاں

بوسیدہ ہوگئیں اور تم ہمیں بھول گئے۔ لہٰذا اب تم ہماری حالت پر رحم کرو اور نیک اعمال کے لیے اپنی زندگیوں کو غنیمت جانو کیونکہ ہم ان کے چھوڑنے سے یہاں پشیمان ہوئے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ اموات کو صدقات کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ ہمارا کوئی عزیز ہمیں ثواب پہنچائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ طویل زمانہ گزرنے پر بھی موت کی تلخی زائل نہیں ہوتی اور اموات کے جسم بھی اور ان میں سے ہر ایک کی روح اپنے شخص سے وابستہ ہے لیکن یہ برزخی جسم کہلاتا ہے جو دنیاوی جسم سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو بھی بُرا سمجھتے ہیں کہ زندہ لوگ دُنیا میں مشغول ہوں۔ اور ان کا یہ قول کہ ہمیں سلام کا جواب دینے پر قُدرت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ اموات سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کا جواب ہم بطورِ عبادت نہیں دے سکتے کہ اس پر ثواب اور اجر مرتب ہو، بلکہ وہ بطورِ اُنس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، لیکن انہوں نے مطرف کو اس طرح بھی سلام کا جواب نہیں دیا۔ جس سے ان کا مقصد انتہائی حسرت کا اظہار تھا۔ بعض علماء نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم سلام کرنے پر قُدرت نہیں رکھتے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اس طرح سلام کا جواب دینا کہ زیارت کرنے والا اس کو سُن لے ہماری قُدرت سے خارج ہے ہم آہستہ سلام کا جواب دیتے ہیں جس کو زائر سُن نہیں سکتا۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ مومن کی باقیماندہ عُمر کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قیامت میں اگر دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب مومن کو مل جائے تو یہ اس کے ایک گناہ کو بھی دُور نہیں کر سکتی اور دُنیا کی ایک گھڑی کی عُمر اگر اس میں مومن نادم ہوگیا اور توبہ کرلی تو برسوں کے گناہوں کو مٹا دے گی۔

علیم کندی کا بیان

علیم کندی بیان کرتے ہیں کہ مَیں ابو عبس غفاری کے ساتھ ایک چھت پر تھا۔ انہوں نے ایک قوم کو وبا کے خوف سے شہر چھوڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے وبا تو مجھے اپنی طرف لے لے۔ یہ کلمہ ابو عبس نے تین بار کہا۔ علیم کندی نے ان سے یہ سُن کر کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلّم سے یہ نہیں سُنا کہ آپ منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی موت کی تمنّا نہ کرے، اس لیے کہ موت کے وقت عمل منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا موقع نہیں رہتا کہ وہ توبہ کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔ ابوعبس نے کہا میں نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تم چھ چیزوں کے واقع ہونے سے پہلے موت کی طرف سبقت کرو۔ (۱) بے وقوفوں کی حکومت (۲) کمینوں کی کثرت (۳) حکم اور فیصلہ کی خرید و فروخت (۴) جب قتل کرنے کو ہلکا سمجھا جانے لگے (۵) صلۂ رحمی کے رشتے توڑے جانے لگیں (۶) گانے کے طریق پر قرآن کو پڑھنے کا سُننے کا ذوق بڑھنے لگے۔ (ابن عبدالبر، مروزی، احمد، طبرانی)

ملک الموت روزانہ ہر گھر میں چکّر لگاتا ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر گھر میں تین مرتبہ روزانہ چکّر لگا کر دیکھتے ہیں۔ کس کا رزق پُورا ہو گیا، کس کی مدّت عُمر پُوری ہو گئی۔ جس کا رزق پُورا ہو جاتا ہے اس کی رُوح قبض کر لیتے ہیں اور جب اس کے گھر والے اس کی موت پر روتے ہیں تو ملک الموت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ میرا کوئی گناہ نہیں مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ واللہ میں نے نہ تو اس کا رزق کھایا نہ اس کی عُمر گھٹائی، نہ اس کی مدّت عُمر سے کچھ حصّہ کم کیا۔ میں تمہارے گھروں میں بار بار آتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میّت کے گھر والے ملک الموت کا کھڑا ہونا دیکھ لیں اور ان کا کلام سُن لیں تو اپنی میّت سے غافل ہو جائیں اور اپنے اُوپر روئیں۔ (ابن ابی الدنیا۔ ابوالشیخ)

پہلے ملک الموت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رُوح قبض کرتے تھے

۱۔ ابوالشعثا جابر بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت بغیر دُکھ درد کے رُوح قبض کیا کرتے تھے لوگوں نے ان کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اُنہوں نے اللہ تعالےٰ سے اس کی شکایت کی، تو اللہ تعالےٰ نے بیماریوں کو مقرّر کر دیا۔ لوگ موت کو بیماری کی طرف منسُوب کرنے لگے اور ملک الموت کو بھُول گئے۔ (مروزی، ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ)

مطلب یہ ہے چند مخصوص بندوں کو چھوڑ کر باقی سب ہی بیماری کی طرف منسوب کرنے لگے۔

۲۔ اعمشؒ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت پہلے لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے کہ تُو اپنی حاجت پُوری کر لے مَیں تیری رُوح قبض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ان کی شکایت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کو پیدا کیا اور موت کو مخفیہ کر دیا۔ (ابو نعیم)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت لوگوں کے پاس آتے تھے۔ حضرت مُوسیٰؑ کے پاس آئے، تو انہوں نے تھپڑ مار دیا۔ جس سے ملک الموت کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ ملک الموت نے بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی۔ الٰہی تیرے بندے مُوسیٰؑ نے میری آنکھ پھوڑ دی اور اگر وہ آپ کے نزدیک مکرّم و محترم نہ ہوتے تو میں بھی ان کی آنکھ پھوڑ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا، تم میرے بندے کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی کھال پر رکھ دیں۔ ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہوں گے، ہر بال کے عوض ایک سال کی عمر بڑھا دوں گا۔ ملک الموت نے اللہ رب العزّت کا یہ پیغام حضرت موسیٰؑ کو پہنچایا، تو مُوسیٰؑ نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہو گا؟ ملک الموت نے کہا کہ اس کے بعد بھی موت آئے گی۔ تو موسیٰؑ نے کہا جب مَوت آنی ہی ہے تو ابھی سہی۔ پھر حضرت مُوسیٰؑ کو ایک سیب دیا جس کو انہوں نے سونگھنا شروع کیا اور ملک الموت نے ان کی رُوح قبض کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ کو درست کر دیا۔ اس کے بعد ملک الموت لوگوں کے پاس پوشیدہ طور پر آنے لگے۔ (امام احمد۔ بزار۔ حاکم وصححہ)

والدین کی نافرمانی، قتلِ مسلم اور شیخین کو بُرا کہنا سُوءِ خاتمہ کا سبب ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ یہاں ایک نوجوان شخص ہے اس وقت وہ نزع کے عالم میں ہے۔ اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کی جاتی ہے لیکن اس کے مُنہ سے یہ کلمہ ادا نہیں ہو رہا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا، کیا وہ اس کلمہ کو اپنی زندگی میں نہیں کہتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا وہ برابر کلمہ گو رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو شخص زندگی

میں یہ کلمہ کہتا رہا ہو وہ آخر وقت میں نہ کہہ سکے۔ پھر حضورؐ اُٹھے آپؐ کے ساتھ ہم لوگ بھی اُٹھ کر چلے۔ آپؐ اس نوجوان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا لا الٰہ الا اللہ پڑھ۔ اُس نے عرض کیا میں اس کو کہنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے۔ اُس نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا، کیا تیری والدہ زندہ ہے۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس آدمی بھیج کر بلواؤ۔ چنانچہ وہ بلوائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کیا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے سوال کیا اگر آگ دہکائی جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر تُو اس لڑکے کی سفارش نہ کرے گی تو اس کو دہکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو کیا تُو اس کی سفارش نہ کرے گی۔ عورت نے کہا اس وقت تو میں ضرور اس کی سفارش کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کو اور ہم سب کو گواہ بنا کر کہہ دے کہ میں اس بیٹے سے راضی ہو گئی؛ چنانچہ اُس نے رضامندی کا اظہار کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قریب الموت جوان سے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ۔ اس نے صاف صاف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ تعریف ہے اس خُدا کے لیے جس نے میرے سبب سے اس نوجوان کو آگ سے نجات دی۔ (بیہقی۔ طبرانی)

عبدالرحمٰن محاربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا، جب اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا گیا، تو اس نے کہا میں یہ پاک کلمہ ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کیونکہ میں اُن لوگوں کی صحبت میں رہا کرتا تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہا کرتے تھے۔ (ابنِ عساکر)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ مدینہ کے پہاڑ ضم کی طرف بھیجا۔ مسلمانوں کے اس لشکر سے عامر ابن ضبط نامی ایک شخص کی مُلاقات ہو گئی۔ اُنہوں نے اصحابِ رسولؐ کو دیکھ کر کلمۂ اسلام ادا کیا۔ مسلمان ان کے اسلام لانے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے سلام کا جواب نہ دیا اور محلم بن جثامہ نے آگے بڑھ کر ان کو قتل کر دیا۔ اسی بارے میں بطور ڈانٹ کے یہ آیت نازل ہوئی:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ محلم حضور کی خدمت میں معافی کی درخواست لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا لا غفر اللہ لک یعنی اللہ تجھ کو معاف نہ کرے۔ یہ سُن کر محلم آبدیدہ ہو کر مجلس سے اُٹھے اور اسی ہفتہ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ جب ان کو دفن کیا گیا، تو زمین نے ان کو باہر نکال کر ڈال دیا۔ تین بار دفن کیے گئے اور ہر بار اسی طرح زمین نے اپنے سینے سے نکال کر باہر ڈال دیا۔ آخر کار پتھروں کے درمیان ان کو چھوڑ دیا گیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بھی بدتر لوگوں کو اپنے سینے میں جگہ دیتی ہے لیکن اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو عبرت دلانا چاہتا ہے تاکہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں۔

موت کے وقت فرشتوں کا اعضاء کو چھونا اور سونگھنا

داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار پڑا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک بڑا سر اور پُر گوشت مونڈھے والا شخص نمودار ہوا۔ وہ سوڈانیوں کی ہمشکل تھا۔ میں نے اس کو دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ میری رُوح قبض کرے گا لیکن میں کافر تو نہیں ہوں کہ یہ کالا فرشتہ میری رُوح قبض کرے کیونکہ میں نے سُنا تھا کہ کافر کی رُوح کو کالا فرشتہ قبض کرتا ہے۔ اسی حیرت کے عالم میں گھر کی چھت کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سُنی، پھر چھت بالکل کُھل گئی اور آسمان نظر آنے لگا۔ آسمان سے دو فرشتے سفید پوش اُترے اور دونوں نے ڈانٹ کر کالے شخص کو بھگا دیا۔ کالا شخص دُور ہٹ کر میری طرف دیکھنے لگا اور وہ دونوں فرشتے اس کو ڈانٹتے رہے، پھر ان سفید پوش فرشتوں میں سے ایک میرے سرہانے اور دُوسرا پاؤں کی جانب بیٹھا۔ سرہانے والے نے پاؤں کی طرف بیٹھنے والے سے کہا تو اس کے پیروں کو چھو کر معلوم کر، چنانچہ اُس نے میرے پیروں کو چھو کر کہا یہ ان پیروں سے نماز کی طرف چل کر جایا کرتا تھا۔ پھر پاؤں والے فرشتے نے سرہانے والے سے مُنہ کو چھونے کو کہا۔ اُس نے میرے کوّے کو چھو کر کہا کہ یہ مُنہ اللہ کی یاد سے

تروتازہ ہے۔ (ابن ابی الدنیا، کتاب من عاش بعد الموت)

حضرت ابو قلابہؒ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا جس کا نام ماجن تھا، شدید بیمار ہوا۔ ابو قلابہؒ نے شاید اس کی غلطیوں کی وجہ سے بیماری میں اس کی عیادت نہ کی لیکن جب نزع کا وقت ہوا تو ابو قلابہؒ کے دل میں محبت و شفقت نے جوش مارا۔ انہوں نے کہا یہ میرے عزیز بھائی کا بیٹا ہے۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے، عیادت کرنی ضروری ہے؛ چنانچہ اس رات ابو قلابہؒ اپنے بھتیجے کے پاس رات بھر بیٹھے رہے۔ اسی رات کا واقعہ ابو قلابہؒ بیان کرتے ہیں کہ دو کالے آدمی ہتھوڑے لیے نمودار ہوئے۔ پھر دو فرشتے گھر کی چھت سے اترتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں نے ان کی آواز سنی کہ ایک فرشتہ دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ تو اس مریض کے پاس جا کر معلوم کر کہ اس کے پاس کوئی نیکی بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک فرشتہ میرے بھتیجے کے پاس آیا اور اس کے سر، پیٹ اور پاؤں کو سونگھا، پھر واپس جا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا میں نے سر کو سونگھا اس میں قرآن نہیں پایا۔ اس کے پیٹ کو سونگھا، تو روزہ کا نام و نشان نہ ملا اور اس کے پاؤں کو سونگھا، تو ایک رات بھی عبادت کے لیے کھڑے رہنے کا کوئی اثر نہ پایا۔ اس کے بعد دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے اس کا سر، پیٹ، ہتھیلی اور پاؤں کو سونگھا پھر میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھا ہے لیکن امتِ محمدیہ کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اسی حیرت کے عالم میں اس فرشتے نے میرے بھتیجے کا منہ کھول کر اس کی زبان کی نوک کو نچوڑا۔ ابو قلابہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے فرشتہ کو اللہ اکبر کہتے ہوئے سنا۔ نیز میں نے اس فرشتہ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے اس کی زبان کی نوک پر ایک تکبیر پائی۔ یہ تکبیر اس نے روم کے شہر انطاکیہ میں بڑے اخلاص سے کہی تھی زبان نچوڑنے کے بعد مشک کی خوشبو پھیل گئی اور اسی وقت میرے بھتیجے کی روح قبض ہو گئی۔ ابو قلابہؒ کا بیان ہے کہ جب فرشتہ روح قبض کر کے چلا تو اس نے دروازہ پر کھڑے ہوئے دونوں سیاہ فام آدمیوں سے کہا تم دونوں لوٹ جاؤ اس میت پر تمہارا کوئی

قابو نہیں ہے۔ صبح کو ابو قلابہؓ نے جب اپنے بھتیجے کی یہ سرگزشت لوگوں کو سنائی، تو سب بہت متاثر ہوئے اور سب نے اُس کی نماز جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کی۔

(نوادر الاصول)

موت کے وقت ملائکہ کی حضوری

حسن بن صالحؒ کا بیان ہے کہ میرے بھائی علی بن صالح کی وفات جس رات کو ہوئی، اسی رات میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بھائی ذرا مجھے پانی پلاؤ میں نماز پڑھ رہا تھا، اس لیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مَیں نے پانی پیش کیا اس پر اُنہوں نے کہا کہ میں تو ابھی پی چکا ہوں۔ مَیں نے دوبارہ پینے کو کہا تو اُنہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ مَیں نے حیرت سے پوچھا اس بالاخانہ میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہیں، پھر کس نے پلایا۔ میرے بھائی نے جواب دیا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام پانی لے کر تشریف لائے اور مجھے پانی پلانے کے بعد انہوں نے خوشخبری دی کہ تُو، تیرا بھائی اور تیری ماں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کیا یعنی نبیین، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ (ابن سندہ وغیرہ)

عبدالرحمٰن بن غنم اشعریؓ کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کا لڑکا طاعون عمواس[1] میں فوت ہوگیا۔ اس کی وفات پر حضرت معاذؓ نے صبر وشکر سے کام لیا۔ پھر جب حضرت معاذؓ کو ایک لڑائی میں کافروں کا نیزہ لگا اور وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے مُنہ سے یہ جملہ نکلا کہ "دوست اپنی ضرورت سے آیا ہے وہ شخص کامیاب نہ ہوگا جو دوست کی حاجت پوری کرنے میں ندامت ومعذرت کرے۔" عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ مَیں نے یہ عجیب جملہ سن کر معاذؓ سے دریافت کیا آپ کو کچھ نظر آرہا ہے۔ اُنہوں نے جواب میں کہا ہاں۔ مَیں نے اپنے لڑکے کی وفات پر جس صبر سے کام لیا تھا اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی ہوئی ہے۔ میرے پاس اس وقت میرا لڑکا آیا اور اس نے

---

[1] شام میں ایک جگہ کا نام عمواس ہے۔ ابتداء اسلام میں وہاں شدید طاعون پھیلا تھا۔ اسی مناسبت سے طاعون عمواس پڑگیا۔

خوشخبری دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مقرب فرشتوں اور شہداء و صالحین کی ایک سو صفوں کو لے کر معاذؓ کی روح پر نماز پڑھیں گے اور پھر جنت میں لے جائیں گے۔ معاذؓ یہاں تک گفتگو کر کے پھر بیہوش ہو گئے۔ بیہوشی کے عالم میں ہم نے دیکھا کہ وہ کسی سے مصافحہ کر کے کہہ رہے ہیں "مرحبا، مرحبا، میں تمہارے پاس آیا۔ اتنا کہہ کر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے آس پاس ایسے لوگوں کا ایک اژدحام ہے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں اور اسی مجمع میں معاذؓ یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔ نیزوں کے زخم اور طاعون کی آفت پر صبر کرنے کی یہ جزاء ہے اور پھر یہ آیت پڑھ رہے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ[1] عبدالرحمٰنؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ (ابن عساکر)

حضرت سفیانؒ نے حضرت داؤد بن ابی ہندؒ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب داؤد طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر بیہوش ہو گئے، تو تھوڑی دیر کے بعد پھر ہوش میں آ کر بیان کرنے لگے کہ میرے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس کے پاس تو نے کیا پایا۔ اس نے کہا تسبیح و تکبیر اور مسجد کی طرف جانا نیز قرآن مجید کا کچھ حصہ بھی اس کو یاد ہے۔ (ابونعیم)

توبہ کا وقت کب ختم ہوتا ہے

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ[2] کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس میں توبہ کا جو آخری وقت بیان کیا گیا ہے وہ ملک الموت

---

[1] سب تعریفیں اسی خدا کو لائق ہیں جس نے وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم اس بہشت میں جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں۔ غرض کیا ہی اچھا صلہ ہے محنت کرنے والوں کا۔ (کشف الرحمٰن)

[2] پھر وہ قریب ہی وقت میں یعنی حضورِ موت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں۔ (کشف الرحمٰن)

کو دیکھنے سے پہلے کا وقت مُراد ہے۔ (ابن ابی حاتم)

۲۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توبہ کا وقت بہت دراز ہوتا ہے۔ لیکن جب موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور بندہ بھی دُنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا گناہ گار شخص تھا، اس نے ستانوے ۹۹ انسانوں کو قتل کیا تھا۔ جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو ایک راہب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے راہب میں نے کوئی بُرائی نہیں چھوڑی ہے، یہاں تک کہ میں نے ستانوے انسانوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ کیا میرے لیے توبہ کی کوئی راہ نکل سکتی ہے اور توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا اب تیرے لیے معافی کی کوئی صُورت نہیں ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص بڑا مایوس ہوا، اور اس راہب کو بھی قتل کر کے چلا گیا۔ جاتے جاتے ایک دُوسرے راہب کے پاس پہنچا اور اپنی سابقہ تمام برائیوں کو ذکر کر کے توبہ کی صُورت دریافت کی۔ دُوسرے راہب نے بھی اس کو نفی میں جواب دیا؛ چنانچہ مایوسی کے عالم میں اس نے دُوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے بڑھا۔ ایک تیسرے راہب کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح اپنے گناہوں کا ذکر کیا اور توبہ کی راہ دریافت کی تیسرے راہب نے بھی اس کو یہی جواب دیا۔ اب توبہ کی کوئی صُورت نہیں، یہ سُن کر اُس نے تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اب اس قاتل کے مقتولین کی تعداد ایک سو ہو گئی۔ اس کے بعد ایک چوتھے راہب کے پاس آیا اور اس سے اپنے جرائم کا ذکر کر کے توبہ کی صورت دریافت کی۔ اس راہب نے کہا کہ اگر میں یہ جواب دوں کہ جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اللہ اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا تو یہ جھوٹ ہو گا، اس لیے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تُو اب توبہ کر اور پھر اپنے اعمال درست کرنے کے لیے فلاں مقام کے دَیر میں جا کر وہاں کے عابدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ راہب کی یہ بات سُن کر اس کو اُمید بندھی اور اس نے توبہ کر کے اس دَیر کی راہ لی۔ جب وہ درمیانی راستہ تک پہنچا، تو اللہ نے اپنے

فرشتہ کو حکم دیا اور اس کی رُوح وہیں راستہ ہی میں قبض کر لی گئی۔ اس کے مرتے ہی عذاب ورحمت کے فرشتے اس کو اٹھانے کے لیے جھگڑنے لگے۔ اچانک ایک تیسرا فرشتہ آیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ یہ شخص جہاں سے چلا تھا اور جس گاؤں کی طرف جا رہا تھا ان دونوں گاؤں کا فاصلہ ناپو۔ اگر یہ توابین کے گاؤں سے زیادہ قریب ہو تو اس کو نیکوں میں شمار کرو، ورنہ گناہ گاروں میں۔ چنانچہ جب فاصلہ کی پیمائش ہوئی تو ایک بالشت توابین کے گاؤں سے زیادہ قریب تھا، اس لیے اس کو بخش دیا گیا اور رحمت کے فرشتوں نے اس کو اٹھالیا۔ (ابونعیم)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان کردہ ایک واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص شدید بیمار ہوا ہم لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک بیمار بے حس وحرکت ہوگیا۔ ہم نے اُس کو مُردہ سمجھ کر کپڑا ڈھانک دیا اور اُس کی آنکھوں کو بند کر دیا۔ جب ہم اس کو غسل دینے کے لیے اُٹھانے گئے، تو اُس نے حرکت کی۔ ہم سب نے کہا سبحان اللہ ہم تو سمجھتے تھے تم مَرچکے ہو۔ یہ سُن کر اُس شخص نے کہنا شروع کیا۔ بے شک میں مَرچکا تھا مَرنے کے بعد مجھ کو میری قبر میں لے گئے۔ ایک خوبصورت اور خوشبو دار آدمی نے مجھ کو قبر میں رکھ دیا۔ اچانک ایک کالی بدبُو دار عورت نمودار ہوئی اور اُس نے میری برائیاں ایک ایک کر کے اس طرح گنانی شروع کیں کہ مَیں اس سے شرمسار ہونے لگا۔ عورت سے میری بحث ہوتی رہی۔ عورت نے کہا اچّھا چل ہمارا جھگڑا وہاں طے ہوگا۔ چنانچہ میں چلا اور ایک کُشادہ گھر میں داخل ہُوا جس میں چاندی کا ایک چبوترہ تھا۔ اس کے ایک گوشہ میں مسجد تھی اور ایک شخص کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نمازی نے نماز میں سورۂ نمل پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے کسی آیت پر اَٹک گیا۔ مَیں نے اس کو لُقمہ دے دیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا، تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا تجھے یہ سُورت یاد ہے۔ مَیں نے کہا ہاں۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے تکیہ کے نیچے سے ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگا۔ اسی وقت وہ کالی عورت جلدی سے اُس کے پاس آکر کہنے لگی۔ اِس نے یہ بُرائی کی، اِس نے

یہ بُرائی کی اور پھر وہ خوبصورت اور خوشبودار شخص بھی آگیا۔ اُس نے عورت کی تردید کرتے ہُوئے میری خُوبیاں گنانی شروع کیں۔ اس پر اس مسجد کے ایک نمازی نے کہا بندہ نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کی برائیوں کو درگزر فرما دیا۔ مزید کہا ابھی اس شخص کی موت نہیں آئی ہے۔ ابھی تو پیر کے دن اُس کو موت آئے گی۔ ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ اس بیمار شخص نے کہا کہ تُم لوگ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر خیال رکھنا اگر میری وفات پیر کے دن ہُوئی تو مجھے اُمیّد ہے کہ مَیں نے جو کُچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے اور مجھے نجات ملے گی اور اگر مَیں پیر کے دن نہ مَرا تو سمجھنا مَیں نے جو کُچھ دیکھا اور کہا وہ بیماری کا ہذیان تھا۔ چنانچہ وہ شخص پیر تک اچھّا رہا اور پیر کے دن عصر کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ (ابن ابی الدنیا)

رُوحوں کا باہم تعارف

ابونعیم نے بیان کیا جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پوتے حضرت حسن رضؓ شدید بیمار ہُوئے تو ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہوُئی۔ اسی وقت ایک آدمی ان کے پاس آکر کہنے لگا اے ابومحمد! تمہاری گھبراہٹ شاید اس لیے ہے کہ تمہاری رُوح تمہارے جسم سے جُدا ہو رہی ہے اور تُم موت کی طرف جا رہے ہو۔ اگر اسی لیے گھبرا رہے ہو تو سُن لو تُم مرنے کے بعد اپنے ماں باپ حضرت علی رضؓ اور فاطمہ رضؓ سے ملو گے، اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور نانی حضرت خدیجہ رضؓ کا دیدار حاصل ہوگا۔ اپنے چچا حمزہ رضؓ و جعفر رضؓ کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، اپنے ماموں قاسم و طیّب مطہر و ابراہیم علیہم السّلام کا شرف مُلاقات حاصل ہوگا اور اپنی خالاؤں رقیہ رضؓ، کلثوم رضؓ و زینب رضؓ سے مل کر خوش ہوگے۔ جب حضرت حسن رضؓ نے سُنا کہ مرتے ہی ان لوگوں سے مُلاقات ہونے والی ہے تو ان کی گھبراہٹ دُور ہوگئی (ابن عساکر)

حضرت لیث بن سعد رحؒ کی روایت ہے کہ مُلک شام کا ایک آدمی شہید ہوگیا۔ شہادت کے بعد اس کا باپ جو کہ زندہ تھا ہر جمعہ کی رات کو خواب میں اپنے شہید بیٹے سے مِلتا اور باتیں کر کے غم غلط کرتا۔ ایک جمعہ کی رات ایسا ہُوا کہ باپ نے اپنے بیٹے کو نہیں دیکھا، پھر اس کے بعد والے جمعہ کی رات میں باپ نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا تو اس سے شکایت کی کہ بیٹے تو ایک ہفتہ مجھ سے غائب رہا جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔ بیٹے نے

کہا کہ گزشتہ جمعہ کی رات میں اس لیے نہ آسکا کہ ہم تمام شہیدوں کو حکم ہُوا تھا کہ حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ کی آمد آمد ہے۔ تمام لوگ ان کا استقبال کریں اور ان سے مُلاقات کریں۔ میں ان سے مُلاقات کرنے کے لیے رُک گیا تھا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہُوا تھا اور ان کے اعزاز میں شہیدوں کو حُکم دیا گیا تھا کہ اُس نیک بندے سے مُلاقات کریں۔ (ابو نعیم)

مومن سے فرشتوں کا کہنا کہ دُلہن کی طرح سو جا اور منافق و کافر کو زمین کا بھینچنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب میّت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو مُنکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پُوچھتے ہیں کہ تُو کیا کہتا ہے ان صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ اگر مومن ہے تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد صلعم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سُن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تُو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر ستّر ہاتھ مربع کشادہ کردی جاتی ہے، پھر منوّر کردی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ (اب تُو) سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لیے جاتا ہُوں۔ وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آکر جانے کا قانُون نہیں ہے)، تُو سو جا جیسا کہ دُلہن سوتی ہے جسے اس کے شوہر کے سوا کوئی نہیں اُٹھا سکتا (لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اُٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق (یا کافر) ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ مَیں نے جو لوگوں کو کہتے سُنا وہی کہا (اس سے زیادہ مَیں نہیں جانتا) وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ دے۔ چنانچہ زمین اسے بھینچ دیتی ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر

چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب ہی میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (قیامت کو) خُدا اسے وہاں سے اُٹھائے گا۔[1]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والے عالمِ برزخ میں مطمئن ہوں گے اور اُن کے ہوش و حواس سالم رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو نماز کا دھیان ہو گا اور فرشتوں کے سوال کا جواب دینے میں بے خوف ہوں گے اور جب اپنا اچھا حال دیکھ لیں گے، تو گھر والوں کو خوشخبری دینے کے لیے فرشتوں سے کہیں گے کہ میں ابھی نہیں سوتا۔ گھر والوں کو خبر کرنے جاتا ہوں اور انتہائی خوشی میں اپنا انجام بخیر دیکھ کر فوراً ہی قیامت قائم ہونے کا سوال کریں گے تاکہ جلد سے جلد جنّت میں پہنچیں۔ جس پر خداوندِ عالم کا کرم ہو، اس کے ہوش و حواس باقی رہتے ہیں اور اس سے اللہ جل شانہٗ صحیح جواب دلاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں فرمایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ایمان والوں کو اللہ اس پکی بات یعنی (کلمہ طیبہ) سے دُنیا و آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔)

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے عُمرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کہ لوگ تم کو قبر میں رکھ کر اور مٹی ڈال کر چلے آئیں گے، پھر تمہارے پاس قبر کے ممتحن (امتحان لینے والے) آئیں گے جن کی آواز سخت گرج کی ہو گی اور جن کی آنکھیں نظر اُچک لینے والی بجلی کی طرح ہوں گی۔ سو وہ تم کو ہلا ڈالیں گے اور تُم سے حاکمانہ گفتگو کریں گے۔ بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا؟ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہماری عقلیں ہمارے ساتھ ہوں گی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں اسی طرح تمہاری عقلیں تمہارے پاس ہوں گی جیسی آج ہیں! یہ سُن کر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا کہ بس تو میں نبٹ لوں گا۔[2]

برزخ والوں کا مومن سے پُوچھنا کہ فلاں کا کیا حال ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

---

[1] ترمذی [2] طبرانی وغیرہ بحوالہ شوق وطن

لیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی رُوح کو لے کر (ان) مومنین کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں (جو پہلے سے جا چکے ہیں) تو وہ ارواح اس کے پہنچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ (اس دُنیا میں) تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پُوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؛ فلاں کا کیا حال ہے؟ پھر وہ (خود ہی آپس میں) کہتے ہیں کہ اچھّا ابھی ٹھہرو، پھر پُوچھ لینا۔ چھوڑ دو، ذرا آرام کرنے دو۔ چونکہ دُنیا کے غم میں مُبتلا تھا پھر (وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اس طرح ہے اور فلاں اس طرح ہے اور) وہ کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے جو اس سے پہلے مر چکا تھا کہ وہ تو مر گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ یہ سُن کر وہ کہتے ہیں کہ (جب وہ دُنیا سے آگیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو) ضرور اس کو دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔[1]

مجاہد، مرابط اور شہید

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ آنحضرت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے پاس شہید کے لیے چھ انعام ہیں۔ (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنّت میں جو اس کا ٹھکانا ہے وہ اسے دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲)۔ اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (۳)۔ اور وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا (جو صور پھونکے جانے کے وقت لوگوں کو ہوگی)، اور (۴)، اُس کے سر پر عزّت کا تاج رکھا جائے گا جس کا (ایک ایک) یاقُوت دُنیا اور جو کچھ دُنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہوگا اور (۵)، بہتّر حورِ عین[ع] اس کے جوڑے کے لیے دی جائیں گی (۶)، اور ستّر رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔[2]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی مُلک کی سرحد[3]

---

[1] احمد نسائی والروایۃ طویلۃ۔ ع حورِ عین۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ۱۲۔

[2] ترمذی، ابنِ ماجہ [3] اسلامی مُلک کی سرحد کے محافظ کو مرابط کہتے ہیں۔

کی حفاظت ایک رات و دن کرنا ایک مہینہ کے (نفلی) روزے رکھنے اور راتوں رات نماز میں ایک ماہ تک کھڑے رہنے سے بہتر ہے اور یہ حفاظت کرنے والا اگر (اسی حالت میں) مرگیا تو جو عمل وہ کرتا تھا اس کا ثواب اس کے لیے برابر (قیامت تک) جاری رکھا جائے گا اور اس کا رزق جاری رہے گا (جو شہیدوں کے لیے جاری رہتا ہے) اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا۔[۱]

حضرت ابُو ایُوب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دُشمن سے مقابل ہوا اور پھر ثابت قدم رہا یہاں تک کہ مقتول یا غالب ہوگیا، تو قبر کے اندر فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا۔[۲]

قبرستان کا گوشہ گوشہ مومن کے لیے بناؤ سنگار کرتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب کسی مومن کی وفات ہوتی ہے تو قبرستان کا گوشہ گوشہ اس کے لیے بناؤ سنگار کرتا ہے اور ہر گوشہ یہی آرزو کرتا ہے کہ یہ میرے پاس دفن ہو۔ لیکن جب کسی کافر کی موت ہوتی ہے تو قبرستان میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے اور قبرستان کا گوشہ گوشہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر فریاد کرتا ہے کہ یہ بدبخت میرے پاس دفن نہ کیا جائے (حکیم ترمذی، ابن عساکر، ابن عدی، ابن مندہ)

قبر کا مُردوں سے خطاب

۱۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: لوگو! لذّتوں کو ختم کرنے والی موت کو یاد کیا کرو۔ قبر ہر دن اپنے مُردوں سے خطاب کرتے ہُوئے اعلان کرتی ہے۔ مَیں غربت و تنہائی کا گھر ہوں، مٹّی اور کیڑوں کا گھر ہوں جب مومن کو دفن کیا جاتا ہے، تو قبر اس کو مرحبا کہتی ہُوئی خوشخبری سُناتی ہے کہ میری پُشت پر چلنے والوں میں تُو بڑا محبوب تھا۔ آج میں تیری ہوگئی اور تُو میری طرف آگیا تو اب میرے احسان کو بس دیکھ لے گا۔ یہ کہہ کر قبر تا حدِّ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے اور جنّت کا دروازہ کھلا

---

[۱] مشکوٰۃ شریف عن المسلم [۲] نسائی و طبرانی۔

نظر آتا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ مَیں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا یہ قبر ہر دن باوازِ بلند کہتی ہے۔ اَے آدم کی اولاد تو کیوں مجھے بھول گیا۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ مَیں تنہائی کا گھر، غربت کا گھر، وحشت کا گھر، کیڑوں مکوڑوں والا گھر ہوں اور مَیں بہت تنگ گھر ہوں، مگر اللہ جس کے لیے کشادگی کا حکم فرمائے گا، اس کے لیے کشادہ ہو جاؤں گی۔ اس کے بعد آنحضورؐ نے فرمایا قبر یا تو جنت کا ایک چمن ہے یا آگ کا ایک تنور ہے۔ (طبرانی)

۳۔ حضرت ابو حجاج ثمالیؓ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مُردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، تو قبر اُس سے کہتی ہے اے ابنِ آدم تُو ہلاک ہوا۔ تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ مَیں فتنہ و تاریکی اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ تجھے کس چیز نے مجھ سے بہکا کر نڈر کر دیا تھا اور تُو میری پُشت پر خوب اکڑ کر چلتا تھا۔ اگر وہ مُردہ نیک ہوتا ہے تو اُس کی طرف سے قبر کو جواب دینے والے جواب دیتے ہیں کہ اے قبر تُو ذرا دیکھ تو کہ اس کے عمل کیسے ہیں، یہ اچھائی اختیار کرتا تھا اور بُرائی سے باز رہتا تھا۔ یہ سُن کر قبر کہتی ہے بلاشبہ یہ نیک تھا۔ اب میں اس کے لیے سرسبز ہوئی جاتی ہوں۔ مُردے کا جسم اس وقت منوّر ہو جاتا ہے اور اس کی رُوح اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھا دی جاتی ہے۔ (حکیم ترمذی، ابو العلی، ابن ابی الدنیا)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مُردہ قبر میں بیٹھتا ہے اور ان لوگوں کے پیروں کی آواز بھی سُنتا ہے جو اس کے جنازہ کے ساتھ قبر تک گئے ہیں۔ مُردہ سے اس کی قبر کہتی ہے۔ اے ابنِ آدم تیری ہلاکت ہو، تُو نے میری تنگی، بدبُو، ہول اور کیڑوں مکوڑوں کا خوف نہ کیا، اسی لیے تُو نے ان چیزوں سے بچنے کے لیے تیاری نہ کی۔ (ابن ابی الدنیا)

۵۔ حضرت یزید بن شجرہؓ سے مروی ہے کہ کافر و فاجر مُردے سے قبر کہتی ہے کیا

تجھے میری تاریکی، میری وحشت، میری تنہائی وتنگی اور میرا غم یاد نہیں رہا۔ (ابن ابی شیبہ)

اعمال کا مجسّم ہونا

اعمالِ صالحہ وسیّۂ جسم بن کر صاحب اعمال کو قبر وحشر میں راحت وتکلیف پہنچائیں گے۔ اعمال اگرچہ اعراض ہیں لیکن خُدا کی قُدرت سے کوئی بعید نہیں کہ اعراض کو مجسّم کردے۔ ہم کو احوالِ آخرت پر ایمان لانا چاہیے۔ خواہ ہماری کوتاہ عقل میں نہ آئے۔

۱۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو لوگ قرآن پڑھتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ قیامت کے دن اس حالت میں ہوں گے کہ قرآن ان کے ساتھ ہوگا اور سورۂ بقرہ اور آل عمران اُس کے آگے آگے ہوں گی۔ یہ دونوں سُورتیں اپنے پڑھنے والے کی طرف سے حجت کریں گی۔ (مُسلم)

۲۔ حضرت ابن مُبارکؒ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن مومن کا عمل اچھی سے اچھّی شکل وصُورت میں مجسّم ہو کر آئے گا۔ اس پر خُوب صُورت شباب ہوگا، چہرہ حسین ہوگا اور خُوشبو مہک رہی ہوگی۔ اسی شکل کے ساتھ یہ عمل اس صاحب عمل کے پہلو میں بیٹھے گا۔ جب اس شخص کو کوئی گھبراہٹ ہوگی، تو یہ عمل اس کو امان میں رکھے گا اور خوف کے وقت اس کو سکوُن پہنچائے گا۔ یہ دیکھ کر مومن کہے گا، اللہ تجھ کو جزائے خیر دے تُو بڑا اچھّا ساتھی ہے۔ ذرا یہ تو بتا تُو کون ہے؟ عمل کہے گا کیا تُو مجھے نہیں پہچانتا؟ مَیں تو تیرے ساتھ ساتھ دُنیا میں بھی رہا اور قبر میں بھی۔ مَیں تیرا عمل ہوں، تیرا عمل اچھّا رہا، اس لیے تُو مجھے اچھّا پا رہا ہے۔ آجا، میرے اُوپر سوار ہوجا۔ مَیں دُنیا کی طویل مُدّت تک تیرے اُوپر سوار رہا ہُوں، اب تو سوار ہوجا، چنانچہ اس مومن کو سوار کر کے وہ عمل اللہ تعالیٰ کی طرف لائے گا اور عرض کرے گا خداوندا! دُنیا میں جن لوگوں نے تجارت کی، ان کو تجارت کا نفع ملا، جن لوگوں نے صنعت وحرفت اختیار کی، ان کو اس کا حصّہ مل گیا۔ لیکن یہ ایسا شخص ہے کہ اس نے اپنے نفس کو میرے ساتھ مصروف رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بتا تُو کیا مانگتا ہے۔ وہ عرض کرے گا، تیری مغفرت ورحمت۔ اللہ فرمائے گا مَیں نے اس کو بخش دیا۔ پھر اس کو عزّت وتکریم کا قیمتی جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سَر پر وقار وکرامت کا ایسا تاج رکھا

جائے گا کہ اس کا ایک موتی دو دن کی مسافت سے چمکے گا۔ اس کے بعد عمل کہے گا۔ اے رب! یہ شخص اپنے عمل کی مشغولیت سے محتاج و مسکین ہو گیا تھا اور اپنے والدین پر خرچ کرنے سے معذور ہو گیا تھا جب کہ دوسرے لوگ کاروبار دُنیا کر کے خود بھی نفع اندوز ہوئے اور والدین کو بھی دیا۔ اس درخواست پر اس کے والدین کو بھی وہی سب نعمتیں دی جائیں گی جو اس نیک شخص کو دی گئی ہیں۔ اس کے برعکس جو نافرمان بندہ ہو گا اس کے سامنے اس کا عمل بدترین شکل و صورت میں پیش ہو گا، بدبُو اُٹھ رہی ہو گی۔ وہ نافرمان کے پہلو میں بیٹھے گا جب کوئی گھبراہٹ اور خوف اُس کو لاحق ہو گی تو یہ عمل اس میں اور اضافہ کر دے گا۔ اِس پر نافرمان کہے گا تُو بُرا ساتھی ہے تُو کون ہے؟ وہ کہے گا تُو مجھے نہیں پہچانتا، مَیں تیرا عمل ہوں، تُو سر جھکا کہ مَیں تجھ پر سوار ہو جاؤں کیونکہ دُنیاوی زندگی میں تُو مجھ پر سوار رہا ہے۔

قبر میں غریب اور امیر کا حال

حضرت عمرو بن مسلمؒ کا بیان ہے کہ ایک گورکن نے اپنی زندگی کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ مَیں نے ایک مرتبہ تین مُردوں کے لیے لگاتار قبریں کھودیں۔ مَیں دو قبروں کو کھود کر تیسری قبر کھود رہا تھا کہ مجھے شدید گرمی محسوس ہُوئی۔ مَیں نے قبر پر کمبل ڈال دیا اور نیچے اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اِس دوران میں مَیں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ دو شخص شہابی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور پہلی قبر پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے دُوسرے شخص سے کہا "لکھ" دوسرے نے کہا "مَیں کیا لکھوں"۔ پہلے شخص نے کہا لکھ "ایک فرسخ طول اور ایک فرسخ عرض۔ اس کے بعد یہ دونوں شخص دُوسری قبر کے پاس آئے اور ایک شخص نے دُوسرے سے کہا لکھ۔ اس نے جواباً کہا کہ مَیں کیا لکھوں؟ چنانچہ پہلے شخص نے کہا کہ لکھ مدِّ بصر تک یعنی تا حدِّ نگاہ۔ پھر دونوں تیسری قبر کے پاس آئے اور مَیں اسی کے اندر سایہ میں تھا۔ ایک نے دُوسرے سے کہا لکھ۔ دُوسرے نے کہا میں کیا لکھوں؟ اس پر پہلے شخص نے کہا لکھ "شہادت کی اُنگلی اور اُنگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد مَیں بیٹھ کر تینوں جنازوں کا شدّت سے انتظار کر رہا تھا، چنانچہ ایک جنازہ آیا اس کے ساتھ بہت کم آدمی تھے۔ مَیں نے پُوچھا۔ یہ کس کی میّت ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ ایک عیال دار غریب بہشتی سقّا ہے اس

کے پاس کوئی سامان نہیں تھا ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کر دیا ہے۔ یہ سُن کر میں نے قبر کھودنے کی مزدوری یہ کہہ کر لوٹا دی کہ اس کے گھر والوں پر خرچ کر دو اور پھر اُس کو اس کی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ پھر دُوسرا جنازہ آیا۔ اس جنازہ کے ساتھ سوا اُٹھانے والوں کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ جنازہ اِس دُوسری قبر کے پاس آیا جس کے بارے میں دونوں سواروں نے "تا حدِ نگاہ" کہا تھا۔ میں نے پُوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ ایک مسافر غریب الوطن ہے۔ نہایت بیکسی میں ایک گھوڑے پر مرا پڑا تھا؛ چُنانچہ میں نے اس کی قبر پر کوئی مزدوری نہ لی اور پھر وہ دفن کر دیا گیا۔ پھر تیسرے جنازے کے لیے عشاء تک انتظار کیا۔ عشاء کے بعد ایک جنازہ آیا۔ میں نے پُوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ مشہور اور سرمایہ دار خاندان کی معتبر عورت کا جنازہ ہے۔ اس جنازہ میں کافی اژدھام تھا۔ یہ عورت اس تیسری قبر میں دفن کر دی گئی جس کے بارے میں دونوں سواروں نے کہا تھا کہ دو انگلیوں کے فاصلہ کے درمیان اس قبر کی وسعت ہے۔ (کتاب الدیباج۔ شرح الصدور)

عذابِ قبر جان و تن پر ہوتا ہے

ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمرُ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس کے پاس تین مُردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اُس نے کہا کہ اے عمرُ! تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دُوسرے دین پر مرے گا وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اس مجوسی نے یہ آیت بھی پڑھی [1] اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔ حضرت عمرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بیشک ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان صحیح ہے۔ یہ سُن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سَر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے۔ یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سَر میری بہن کا ہے۔ یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔ میں اپنا ہاتھ اِن کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں، تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی۔ (یعنی تمہارے پیغمبر کے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہیے کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں) یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ

[1] صبح اور شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ (کشف الرحمٰن)

وجہہ کو بُلایا۔ جب حضرت علیؓ تشریف لائے، تو حضرت عمرؓ نے مجوسی سے کہا کہ اچھا اب تو ذرا اپنے اعتراض کو دُہرا دے۔ اُس نے اعتراض دُہرایا۔ اعتراض سُن کر حضرت علیؓ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا۔ جب حاضر کیا گیا، تو آپ نے مجوسی سے کہا کہ تُو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد۔ مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا یہ تو سرد ہیں۔ حضرت علیؓ نے پھر فرمایا: اچھا تُو لوہے کو پتھر پر مار، جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چنگاری نکل پڑی اس پر حضرت علیؓ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے، اسی طرح وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھ کو گرمی محسوس نہیں ہوتی اِن کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس و معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تُو اس کی گرمی محسوس نہیں کرتا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ یہ بات سُن کر مجوسی لاجواب ہو گیا۔

پیشاب میں احتیاط نہ کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ایک دُوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سفر پر جا رہا تھا کہ دَورِ جاہلیت کی قبروں میں سے ایک قبر پر گزر ہُوا۔ اچانک قبر سے ایک آدمی نکلا۔ وہ آگ کے شعلوں سے گھِرا ہُوا تھا اور اُس کی گردن میں آگ کی ایک زنجیر تھی۔ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے عبدُاللہ! ذرا مجھے پانی پلا دے۔ اتنے میں ایک دُوسرا شخص اسی قبر سے نکل کر کہنے لگا۔ اے عبدُاللہ! اِس کو ہرگز پانی نہ پلانا، یہ کافر ہے۔ پھر اُس نے زنجیر پکڑ کر اُس کی قبر میں لوٹا دیا۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ راستے میں یہ واقعہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور رات کے وقت ایک بڑھیا کے مکان میں ٹھہر گیا۔ اس مکان کے سامنے کچھ دُوری پر ایک قبر تھی۔ میں نے رات کو اس قبر سے ایک آواز سُنی۔ آواز سے یہ الفاظ ظاہر ہو رہے تھے۔ "بَوْلٌ وَمَا بَوْلٌ شَنٌّ وَمَا شَنٌّ" یعنی "پیشاب کونسا پیشاب، مشک اور کونسی مشک"۔ آواز سُن کر میں نے

بڑھیا سے پوچھا یہ کونسی قبر ہے اور کیسی آواز ہے۔ اُس نے جواب دیا اُس قبر کا مُردہ میرا خاوند تھا۔ جب پیشاب کرتا تھا تو احتیاط نہیں کرتا تھا۔ مَیں بار ہا سمجھاتی رہی کہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہے کہ اُونٹ جب پیشاب کرتا ہے، تو ٹانگوں کو پھیلا لیتا ہے تاکہ پیشاب سے بچے اور تُو ذرا بھی احتیاط نہیں کرتا۔ لیکن یہ میری نصیحت پر عمل نہیں کرتا تھا اور اب اسی کا یہ انجام ہے کہ جب سے یہ مرا ہے برابر بَوْل وَمَا بَوْل چلایا کرتا ہے۔ یعنی پیشاب اور کونسا پیشاب، وہی جس سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے آج عذاب اُٹھا رہا ہوں۔ وہ صاحب بہادر بھی غور کرلیں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اُن کا آدھا پیشاب پتلون میں ہوتا ہے آدھا ٹانگوں پر۔ کُتّا جب پیشاب کرتا ہے، تو وہ بھی ٹانگ اُٹھا لیتا ہے۔ مگر یہ صاحب بہادر ویسے ہی کر لیتے ہیں۔ یہ کُتّوں سے بھی بدتر ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بُڑھیا سے پُوچھا شن وماشن کیوں پُکار رہا ہے؟ اس پر بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک دن ایک پیاسا شخص اس کے پاس آیا اور پانی مانگا۔ اس نے ایک خالی مشک کی طرف اشارہ کرکے کہا اس میں پانی بھرا ہوا ہے لے لے۔ پیاسے نے مشک کو دیکھا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ پیاس کی شدت سے وہ گر کر مر گیا۔ جب سے میرے خاوند کا انتقال ہوا ہے برابر شنّ وماشنّ پکارا کرتا ہے۔ یعنی ہائے وہ مشک جو میرے عذاب کا سبب ہوئی۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب میں سفر سے لوٹا تو اس سرگزشت کی تفصیل آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے اس وقت نصیحت کی کہ کوئی شخص اکیلا سفر نہ کیا کرے۔ (ابن ابی الدنیا)

ناحق خُون کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے

صدقہ بن خالدؒ نے دمشق کے بعض مشائخ سے روایت بیان کی ہے

مشائخ کہتے ہیں کہ ہم حج کو گئے۔ ہمارا ایک ساتھی راستہ میں انتقال کر گیا۔ ہم نے وہاں کی آبادی میں سے ایک کدال عاریت میں لے کر اس کی قبر کھودی اور اس مردہ کو اس میں دفن کردیا۔ دفن کرنے کے بعد یاد آیا کہ کدال قبر ہی میں بھول گئے۔ ہم نے قبر کو پھر کھودا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس مُردہ کی گردن اور دونوں ہاتھوں کو اس کدال میں

باندھ دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ دہشتناک منظر دیکھ کر قبر کو مٹّی سے پاٹ دیا اور کُدال کو نہ نکال سکے۔ کُدال کے مالک کو اس کی قیمت دے کر راضی کیا۔ جب ہم سفر سے لوٹ کر آئے، تو اُس مُردہ کی بیوی سے اس کا حال پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ میرا خاوند ایک شخص کے ہمراہ جارہا تھا۔ اس شخص کے پاس مال تھا۔ میرے خاوند نے اس کو قتل کر کے اس کا سارا مال لُوٹ لیا تھا اور اسی مال سے حج کو جارہا تھا۔

قصّہ ایک بادشاہ کی کھوپڑی کا

ابن جوزیؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جارہے تھے۔ راستہ میں کسی مُردے کی ایک کھوپڑی نظر آئی۔ آپ کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اے رُوح اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اس کھوپڑی کو قوّت گویائی عطا فرمادے اور یہ کھوپڑی گزرے ہوئے عجیب واقعات ہم کو سُنا دے۔ اس سے ہم کو عبرت حاصل ہوگی۔ حضرت عیسیٰؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ آپ کی دُعا قبول ہوئی اور کھوپڑی بول اُٹھی کہ اے رُوح اللہ پُوچھیے کیا پُوچھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مَیں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔ آپ نے پُوچھا تو اس زمین میں کون شخصیّت رکھتا تھا۔ کھوپڑی نے جواب دیا۔ مَیں اِس زمین کا بادشاہ تھا۔ ہزار برس زندہ رہا، ہزار اولاد مجھ سے ہوئی، ہزار شہر فتح کیے، ہزار لشکروں کو شکست دی اور ہزار بادشاہوں کو قتل کیا۔ بالآخر اس فاتح زمانہ کو موت آئی میں نے اچھّی طرح معلوم کرلیا کہ زُہد و تقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص و طمع میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزّت ہے۔ (مختصر مدہش)

حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ ہم لوگ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؓ نے قبر والوں پر سلام کر کے کہا تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم بتائیں؟ سعید کہتے ہیں ہم نے وعلیکم السلام کی آواز سُنی اور یہ جواب سُنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا: "اے امیر المومنین! تم ہم کو خبر دو، ہمارے بعد کیا ہوا؟" حضرت علیؓ نے کہا "سُن لو! تمہاری بیویوں نے شادی کرلی، تمہارے مال بٹ گئے۔ تمہاری اولاد

یتیموں میں شامل ہوگئی اور جس مکان کو تم نے بڑا مستحکم بنایا تھا، اس میں تمہارے دشمن آباد ہوگئے۔" یہ سُن کر ایک مُردہ نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا۔" ہمارے کفن پارہ پارہ ہوگئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے۔ کھالیں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ آنکھیں بہہ کر رُخسار پر آ گئیں اور نتھنوں میں سے پیپ بہہ رہی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اُس کو پایا اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہُوا۔ ہم تو اپنے اعمال ہی کے ممنون کرم ہیں (تاریخ نیشا پور)

رُوح اور جسم کا جھگڑا

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں رُوح جسم سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی، تُو نے سب کچھ کیا ہے اور جسم کہے گا کہ تُو نے حکم دیا۔ تُو نے جس چیز کو اچھّا بنا کر دکھایا، مَیں نے کیا۔ اس لڑائی کے فیصلے کے لیے اللہ ایک فرشتہ کو بھیجے گا جو کہے گا کہ تُم دونوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک اپاہج نے اندھے سے کہا، مَیں نے ایک پھل دیکھا، مگر مَیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر اندھے نے کہا تو میرے اُوپر سوار ہو جا اور پھل توڑ لے؛ چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو گیا اور اُس نے پھلوں کو توڑ لیا۔ یہ مثال دے کر فرشتہ رُوح و جسم سے کہے گا کہ بتاؤ ان دونوں آدمیوں میں سے کون شخص حد سے تجاوز کرنے والا ہے؟ رُوح و جسم کہیں گے کہ دونوں ہی برابر ہیں۔ اس پر فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں نے اپنی جانوں کو حکم دیا اور جسم رُوح کے لیے مثل سواری کے ہے اور رُوح اس پر سوار ہے۔ (ابن مندہ)

حضرت انس رضؓ نے مرفوع روایت بیان کی کہ رُوح و جسم قیامت کے دن جھگڑا کریں گے۔ جسم کہے گا مَیں تو کھجور کے تنے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اگر رُوح نہ ہوتی تو مَیں نہ ہاتھ ہلا سکتا نہ پاؤں۔ اور رُوح کہے گی مَیں تو ایک ہوا تھی اگر جسم نہ ہوتا تو مَیں کچھ کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ اِس کے بعد مذکورہ بالا رُوح و جسد کی مثال اپاہج اور اندھے کی بیان فرما کر رُوح و جسم دونوں کو شریکِ کار کر لیا جائے گا (دار قطنی۔ زوائد زہد)

قصہ ایک معصوم سیّدہ کا

ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ مَیں حج کے لیے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے، تو وہاں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا

تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہُوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پُرانے بوسیدہ تھے۔ چاقو لیے ہُوئے اُس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہُوا کہ یہ مُردار گوشت لے جا رہی ہے اِس پر سکُوت کرنا ہرگز نہ چاہیے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلاوے گی۔ مَیں چُھپکے سے اس کے پیچھے ہولیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اُونچا تھا۔ اُس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے اُس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں، جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، وہ عورت اندر آگئی اور وہ زنبیل اِن لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ مَیں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا مَیں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا۔ اُس عورت نے روتے ہُوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اِس کو پکا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں۔ وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں۔ مجھے بہت ضیق ہُوئی۔ مَیں نے باہر سے آواز دی۔ اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی تُو کون ہے؟ مَیں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔ اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار، تُو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ مَیں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مُردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندانِ نبوّت کے شریف (سیّد) ہیں۔ اِن لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جلیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اِس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا جو ترکہ اُس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مُردار کھانا جائز نہیں، لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے۔ ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں اس کے حالات سُن کر مجھے رونا آگیا اور مَیں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور مَیں نے اپنے بھائی سے آ کر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا۔ اُس نے مجھے بہت سمجھایا، حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لَوٹتا ہے کہ اس

پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔ مَیں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر مَیں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درم کا آٹا خریدا اور سو درم کا کپڑا خریدا اور باقی درم جو بچّے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔ اِس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہٗ تیرے اگلے پچھلے سب گُناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنّت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہٗ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دُوسری نے کہا اللہ جل شانہٗ تُجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تُو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تُو اس کا نعم البدل اس کو جلد ہی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ ربیعؒ کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ مَیں کُوفہ ہی میں مجبُوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہُوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں۔ اُن سے اپنے لیے دُعا کراؤں، کسی کی مقبُول دُعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا، تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے مِلا تو مَیں نے کہا اللہ جل شانہٗ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ یہ دُعا کیسی؟ مَیں نے کہا ایسے شخص کی دُعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم ہو، وہ کہنے لگے بڑے تعجّب کی بات ہے اب تُو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تُو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا، تُو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی، تُو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے؟ مَیں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لُطف ہے۔ اِتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ مَیں نے کہا حق تعالیٰ تمہاری سعی مشکُور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تُو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا یا رمی جمرات نہیں کی۔ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص

آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے، آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبرِ اطہر کی زیارت کر کے بابِ جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے۔ اس وقت اژدہام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ جس کی مُہر پر لکھا ہوا ہے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کو لے کر گھر واپس آیا، عشاء کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا۔ اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے، اسی میں میری آنکھ لگ گئی، تو میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، میں نے حضورؐ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ حضورؐ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا۔ اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا، تو مانتا ہی نہیں۔ سُن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی، صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے، تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دُنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔ تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضورؐ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ۔ ربیعؒ کہتے ہیں جب میں سو کر اُٹھا تو اس تھیلی کو کھولا۔ اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں (رشفۃ الساوی)

قصہ سخیوں کے بادشاہ کا

حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نذر (منّت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے صاحب زادوں کو صحت ہو گئی۔ ان حضرات نے شکرانے کے روزے رکھنے شروع فرما دیے، مگر گھر میں نہ سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لیے، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر

تو کچھ اُون دھاگا بنانے کے لیے اُجرت پر دے دے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی۔ اُس نے اُون کا ایک گٹھڑ تین صاع جَو کی اُجرت طے کر کے دے دیا۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جَو اُجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اُس کے تیار کیے۔ ایک ایک اپنا میاں بیوی کا، دو دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہؓ تھا۔ روزہ میں دِن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں، مجھے کھانا دو۔ اللہ جل شانہ، تمہیں جنّت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے ہاتھ روک لیا۔ حضرت فاطمہ رضؓ سے مشورہ کیا، اُنھوں نے فرمایا ضرور دے دیجیے۔ وہ سب روٹیاں اُس کو دے دیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے۔ اسی حال میں دُوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ دُوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضؓ نے دوسری تہائی اُون کی کاتی اور ایک صاع جَو کا اُجرت لے کر اُس کو پیسا، روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے، تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا اور صبح کو حضرت فاطمہ رضؓ نے اُون کا باقی حصّہ کاتا اور ایک صاع جَو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے، تو ایک قیدی نے آ کر آواز دے دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دِن صبح کو روزہ تو تھا نہیں، لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔ حضورؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں۔ پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، حضورؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہٗ سے فریاد کی۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ دہر کی آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارک باد دی۔ علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں بروایۃ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ سے مختصراً یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

نیکوں کے ساتھ اللہ کا معاملہ
قصہ ایک نیک عورت کا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ دفعۃً میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس کے کندھے پر ایک بچہ بہت کم سن بیٹھا ہے اور وہ یہ ندا کر رہی ہے، اے کریم، اے کریم تیرا گزرا ہوا زمانہ (یعنی کیا موجب شکر ہے) میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو تیرے اور مولیٰ کے درمیان گزری۔ کہنے لگی کہ میں ایک مرتبہ کشتی پر سوار تھی اور تاجروں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ تھی، طوفانی ہوا ایسے زور سے آئی کہ وہ کشتی غرق ہو گئی اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ میں اور یہ بچہ ایک تختہ پر رہ گئے اور ایک حبشی آدمی دوسرے تختہ پر۔ ہم تین کے سوا کوئی بھی اُن میں سے نہ بچا۔ جب صبح کا چاندنا ہوا، تو اس حبشی نے مجھے دیکھا اور پانی کو ہٹاتا ہٹاتا میرے تختہ کے پاس پہنچ گیا اور جب اُس کا تختہ میرے تختہ کے ساتھ مل گیا، تو وہ بھی میرے تختہ پر آ گیا اور مجھ سے بری بات کی خواہش کرنے لگا۔ میں نے کہا اللہ سے ڈر ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں، اس سے خلاصی اس کی بندگی سے بھی مشکل ہو رہی ہے، چہ جائیکہ اس کا گناہ ایسی حالت میں کریں۔ کہنے لگا ان باتوں کو چھوڑ، خدا کی قسم یہ کام ہو کر رہے گا۔ یہ بچہ میری گود میں سو رہا تھا میں نے چپکے سے ایک چٹکی اس کے بھر لی جس سے یہ ایک دم رونے لگا۔ میں نے اس سے کہا اچھا ذرا ٹھہر جا میں اس بچہ کو سُلا دوں۔ پھر جو مقدر میں ہو گا ہو جائے گا۔ اس حبشی نے اس بچہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس کو سمندر میں پھینک دیا۔ میں نے اللہ پاک سے کہا اے وہ پاک ذات جو آدمی کے اور اُس کے

دلی ارادہ میں بھی حائل ہوجاتی ہے۔ میرے اور اس حبشی کے درمیان تو ہی اپنی طاقت اور قدرت سے جدائی کر۔ بے تردد تو ہر چیز پر قادر ہے۔ خدا کی قسم میں ان الفاظ کو پورا ابھی نہ کرنے پائی تھی کہ سمندر سے ایک بہت بڑے جانور نے منہ کھولے ہوئے سر نکالا اور اس حبشی کا ایک لقمہ بنا کر سمندر میں گھس گیا اور مجھے اللہ جل شانہ نے محض اپنی طاقت اور قدرت سے اس حبشی سے بچایا، وہ ہر چیز پر قادر ہے، پاک ہے، اس کی بڑی شان ہے۔ اس کے بعد سمندر کی موجیں مجھے تھپیڑتی رہیں، یہاں تک کہ وہ تختہ ایک جزیرہ کے کنارہ سے لگ گیا۔ میں وہاں اتر پڑی اور یہ سوچتی رہی کہ یہاں گھاس کھاتی رہوں گی، پانی پیتی رہوں گی جب تک اللہ جل شانہ، کوئی سہولت کی صورت پیدا کرے۔ اسی کی مدد سے کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ چار دن مجھے اس جزیرہ میں گزر گئے۔ پانچویں دن مجھے ایک بڑی کشتی سمندر میں چلتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اس کشتی کی طرف اشارہ کیا اور کپڑا جو میرے اوپر تھا اس کو خوب ہلایا اس میں سے تین آدمی ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میں ان کے ساتھ اس ناؤ پر بیٹھ کر اس کشتی پر پہنچی، تو میرا یہ بچہ جس کو حبشی نے سمندر میں پھینک دیا تھا، ان میں سے ایک آدمی کے پاس تھا۔ میں اس کو دیکھ کر اس پر گر پڑی۔ میں نے اس کو چوما، گلے سے لگایا اور میں نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ میرا جگر پارہ ہے۔ وہ کشتی والے کہنے لگے، تو پاگل ہے، تیری عقل ماری گئی ہے۔ میں نے کہا نہ میں پاگل ہوں نہ میری عقل ماری گئی۔ میرا عجیب قصہ ہے۔ پھر میں نے ان کو اپنی سرگزشت سنائی۔ یہ ماجرا سن کر سب نے حیرت سے سر جھکا لیا اور کہنے لگے، تو نے بڑی حیرت کی بات سنائی اور اب ہم تجھے ایسی ہی بات سنائیں، جس سے تجھے تعجب ہوگا۔ ہم اس کشتی میں بڑے لطف سے چل رہے تھے۔ ہوا موافق تھی، اتنے میں ایک جانور سمندر کے پانی کے اوپر آیا اس کی پشت پر یہ بچہ تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک غیبی آواز ہم نے سنی کہ اگر اس بچہ کو اس کی پشت پر سے اٹھا کر اپنے ساتھ نہ لیا، تو تمہاری کشتی ڈبو دی جائے گی۔ ہم میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس بچہ کو اس کی پشت پر سے اٹھا لیا۔ اور وہ جانور پھر پانی کے اندر چلا گیا۔ تیرا واقعہ اور یہ واقعہ دونوں

بڑی حیرت کے ہیں اور ہم سب عہد کرتے ہیں کہ آج کے بعد سے اللہ جل شانہٗ ہمیں کبھی کسی گناہ پر نہ دیکھے گا۔ اس کے بعد ان سب نے توبہ کی، وہ پاک ذات کتنی مہربان ہے، بندوں کے احوال کی خبر رکھنے والی ہے، بہترین احسانات کرنے والی ہے، وہ پاک ذات مصیبت زدوں کی مصیبت کے وقت مدد کو پہنچنے والی ہے۔ (روض)

اللہ سے ڈرنے والے نوجوان کا قصّہ

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان عبادت گزار مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ اس کی عبادت سے تعجب کرتے تھے۔ اُس کا باپ بہت ضعیف ہو گیا تھا۔ یہ جوان عشاء کی نماز پڑھ کر باپ کی خدمت کے واسطے جاتا۔ راستہ میں ایک عورت اس پر فریفتہ ہو گئی۔ ہر روز اس کو بلاتی اور چھیڑتی تھی۔ ایک دن یہ جوان اُس کے ساتھ چلا۔ عورت گھر کے اندر گئی۔ جب یہ دروازہ پر پہنچا اور اندر جانے کا ارادہ کیا، تو یہ آیت یاد آئی اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ "یعنی جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ ڈالنے والا پیدا ہو جاتا ہے تو یاد کر لیتے ہیں اور دیکھنے لگتے ہیں (حقیقتِ امر کو)"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اُس کے دِل پر اس قدر غالب ہُوا کہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب بہت عرصہ گزرا تو اس کا باپ تلاش کرنے کو گھر سے نکلا، دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہے۔ اُس کو گھر اٹھوا لایا۔ جب ہوش ہُوا تو پُوچھا کہ سچ بیان کر جو تجھ پر گزرا ہے۔ جوان نے وہ آیت پڑھی اور چیخ مار کر زمین پر گرا اور جان نکل گئی۔ لوگوں نے غسل و کفن کیا۔ صبح کو یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے بیان کیا۔ آپ اِس جوان کے باپ کے پاس غمخواری کے واسطے گئے اور فرمایا کہ مجھ کو اُس وقت خبر کیوں نہ دی۔ کہا اے امیرالمومنین رات کا وقت تھا تکلیف کے خیال سے آپ کو خبر نہ دی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو اس کی قبر کے پاس لے چلو۔ جب آپ اصحاب کے ساتھ قبر تک پہنچے، تو فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ "یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے سے ڈرے گا اس کو

دو جنّتیں ملیں گی"۔ نوجوان نے قبر سے دوبار جواب دیا" اے عمرؓ! بے شک میرے رب نے مجھ کو دو جنّتیں دیں۔

فرشتہ کا لوگوں کی طرف مٹّی پھینکنا

روایت ہے انسؓ سے کہ جنازہ کے ساتھ جانے والوں پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جب لوگ میّت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں، تو وہ فرشتہ قبر سے ایک مٹھی مٹّی لے کر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تُم لوگ اپنی دُنیا کی طرف لوٹ جاؤ، اللہ تمہاری میّت کو تمہارے دِل سے بھُلا دے۔ اَب یہ لوگ اپنی میّت کو بھول جاتے ہیں اور اپنے دُنیاوی کام میں لگ جاتے ہیں گویا کہ میّت اِن لوگوں میں سے نہ تھی اور نہ یہ لوگ میّت کے تھے۔ اس کو مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ نے قبرستان میں ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ جب میّت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں، تو قبر کی ایک مٹھی مٹّی لے کر فرشتہ ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تُم لوگ اپنی دُنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی میّت کو بھول جاؤ۔

قصّہ تین بھائیوں کا

روایت ہے ابن عساکر سے، کہ صدقہ بن یزید نے مُلک طرابلس میں تین قبریں بلند زمین پر دیکھیں پہلی قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ شخص نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ موت آئے گی اور ہمارا ملک ہم سے چھین لے گی اور قبر میں ہم کو سُلا دے گی۔ دُوسری قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ ذرّہ ذرّہ کا سوال ہو گا اور اپنے کیے کا بدلہ پائے گا۔ تیسری قبر پر لکھا تھا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے، کہ قبر ہماری جوانی کو خاک میں ملا دے گی اور ہمارے چہرہ اور تمام اعضاء کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔ یہ دیکھ کر مجھ کو تعجب ہُوا اور مَیں اس کے قریب والی آبادی میں گیا۔ ایک بوڑھے سے مَیں نے اِن قبروں کی حالت دریافت کی۔ اُس نے کہا تین بھائی تھے، ایک اِن میں سے بادشاہ کا مُلازم تھا اور لشکر کا سپہ سالار تھا۔ دُوسرا مالدار سوداگر تھا۔ تیسرا درویش

تھا اور رات دن عبادت کرتا تھا۔ جب اس درویش کے انتقال کا وقت آیا، تو اس کے دونوں بھائی اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اگر تم کو کچھ وصیت کرنی ہے، تو کرو۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میرے پاس مال ہے نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے نہ میرے پاس کچھ اسباب ہے، لیکن تم سے اس بات پر اقرار لیتا ہوں جب میں مر جاؤں، تو اس ٹیلہ پر دفن کرنا اور میری قبر پر لکھ دینا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ ذرہ ذرہ کا سوال ہوگا اور اپنے کیے کا بدلہ پائے گا۔ اس کے بعد تین دن تک برابر میری قبر کی زیارت کرنا، اس سے تم کو نصیحت ملے گی۔ پھر بعد مرنے کے دونوں نے تین دن تک برابر اس کی قبر کی زیارت کی۔ تیسرے دن سپہ سالار نے زیارت کر کے جانے کا قصد کیا، تو قبر کے اندر سے دیوار گرنے کی آواز سنی۔ خوف سے کانپنے لگا۔ اور ڈرتا ہوا مکان چلا گیا۔ رات کو اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اے بھائی وہ کیسی آواز تھی؟ کہا کہ فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن ایک مظلوم نے تجھ سے فریاد کی تھی اور تو نے اس کی مدد نہ کی۔ یہ کہہ کر ایک گرز مارا۔ یہ آواز اسی گرز کی تھی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے بھائی سوداگر اور اپنے دوستوں کو بلا کر کہا کہ اب میں تم لوگوں کے درمیان نہیں رہوں گا اور بادشاہ کی صحبت اور ملازمت کی مجھ کو حاجت نہیں، اسی وقت عیش و آرام دنیا کا چھوڑا اور پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوا اور پہاڑ کا راستہ اختیار کیا۔ جب اس کی وفات کا زمانہ آیا، تو اس کا بھائی سوداگر آیا اور کہا اے بھائی اگر کچھ وصیت کرنا ہو، تو کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس نہ مال ہے، نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے، لیکن میں تم سے اقرار لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں، تو میرے بھائی کی قبر کے پاس مجھ کو دفن کرنا اور میری قبر پر لکھ دینا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ موت آئے گی اور ہمارا ملک چھین لے گی اور ہم کو قبر میں سلا دے گی اور تین دن تک میری قبر کی زیارت کرنا، پھر جب اس نے انتقال کیا تو تین دن تک قبر کی زیارت کی۔ جب تیسرے دن زیارت کر کے جانے کا ارادہ کیا، تو قبر کے اندر سے ایک ایسی آواز سنی کہ اس کا ہوش اڑ گیا اور ڈرتا ہوا مکان پر آیا۔ رات کو خواب

میں اپنے بھائی کو دیکھا اور پُوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ کہا اچھا ہُوں، توبہ سے میرے سب گناہ معاف ہو گئے۔ مَیں نے پُوچھا میرا بھائی کیسا ہے؟ کہا وہ نیک لوگوں کے ساتھ بڑے درجہ پر ہیں، پھر مَیں نے پُوچھا کہ میرا حال کیا ہو گا؟ کہا جو جیسا عمل کرے گا ویسا بدلہ پائے گا تم کو لازم ہے کہ فُرصت کو غنیمت جانو اور نیک عمل کا توشہ تیّار کرو۔ جب صبح ہُوئی تو اُس نے بھی دُنیا سے مُنہ پھیرا اور اپنا کُل مال فقراء و مساکین کو تقسیم کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی بسر کی۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا، تو اُس کا لڑکا آیا اور کہا اے باپ کچھ وصیّت کیجیے۔ باپ نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہیں کہ وصیّت کروں، لیکن تجھ سے اس بات کا اقرار لیتا ہُوں کہ جب میں مَر جاؤں، تو اپنے دونوں چچا کی قبر کے پاس مجھ کو دفن کرنا اور میری قبر پر لکھنا کہ زندگی کا آرام وہ نہیں پا سکتا جس کو یقین ہے کہ قبر ہماری جوانی کو خاک میں ملا دے گی اور ہمارے چہرہ اور تمام اعضا کو ریزہ ریزہ کر دے گی اور تین دن تک برابر میری قبر کی زیارت کرنا۔ جوان لڑکے نے تین دن تک قبر کی زیارت کی۔ تیسرے دن قبر سے ایک آواز خوفناک سنی اور غمگین ہو کر گھر آیا۔ رات کو اپنے باپ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا کہ تو بھی جلد ہمارے پاس آئے گا۔ اپنے سفر کا سامان درست کر اور جس گھر میں تجھ کو آنا ہے اس کے واسطے مُستعد ہو جا اور دُنیا داروں کے مانند بے فکر نہ ہو کہ موت کے وقت تجھ کو افسوس اور شرمندگی ہو، جلدی کر اور جلدی کر اور جلدی کر۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس لڑکے نے جس رات کو یہ خواب دیکھا تھا، اُس کی صبح کو مَیں اس کے پاس گیا۔ اُس نے خواب کا حال مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ میری زندگی کے تین مہینے یا تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ کیونکہ باپ نے تین بار مجھ سے تاکید کی۔ تیسرے دن اُس نے گھر کے لوگوں کو جمع کیا اور سب سے رخصت ہُوا اور قبلہ رُخ ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا اور انتقال کیا۔

قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت



احوال یوم القیامت

خواجہ محمد اسلام ○ گھڑیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

اَمابعد! اِس دنیا میں جو بھی آیا، ہر ایک نے اس کو چھوڑ کر دُوسرے عالم کا راستہ لیا۔ یعنی اپنی عُمر کے سانس پُورے کر کے موت کی کٹھن گھاٹی کو طے کر کے برزخ میں پہنچا۔ برزخ میں عذاب اور تکلیفیں بھی ہیں اور آرام و راحت بھی ہے۔ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے برزخ میں مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ دُنیا سے جو جاتا ہے، برزخ میں جگہ پاتا ہے۔ غرضیکہ ہر آنے والا جائے گا اور ؏

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جس طرح انسانوں اور جنّات کی عُمریں مقرر ہیں، اسی طرح اس عالم کی عمر بھی مقرر ہے۔ جب اس عالم کی عُمر تمام ہوگی۔ اچانک اس کے مجمُوعے کو موت آجائے گی۔ افراد کے چلے جانے کو موت اور پُورے عالم کے ختم ہو جانے کو قیامت کہتے ہیں۔ موت و حیات کی حکمت بیان فرماتے ہُوئے اللہ جل شانہ، نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو تاکہ تم کو جانچا جائے کہ تُم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔"

یعنی موت وحیات کا یہ سِلسلہ اس لیے ہے کہ اللہ رب العلمین تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون بُرے کام کرتا ہے اور کون اچھے کام کرتا ہے اور اچھے اچھے کام

کرنے والا کون ہے! پہلی زندگی میں عمل کا موقعہ دے کر اور طریقِ کار بتا کر انسان کو امتحان میں ڈالا، پھر دُوسری زندگی رکھی گئی جس کا اعلان پیغمبروں کی زبانی واضح کر دیا گیا کہ اے انسانو! تُم کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا ہے اور جی اُٹھ کر خالق و مالک کے حضور میں جواب دہی کرنا ہے۔

برزخ کے بعد اس جسم کو جو دوبارہ خاص زندگی دے کر حساب و کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی پیشی میں تمام مخلوق کو بُلائیں گے، اس کو قیامت کہتے ہیں۔ یہاں کی زندگی پہلی دونوں زندگیوں سے مختلف ہے۔ یہاں پر کسی قسم کا کوئی عمل نہیں۔ نہ اب کوئی ثواب پہنچ سکتا ہے۔ تمام انسانوں کے اعمالنامے بند کر دیے گئے جو مسجد بنائی تھی وہ مسمار کر دی گئی۔ اس کا مدرسہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا گیا۔ اس کی کتابیں ضائع کر دی گئیں۔ اِس کے رشتہ دار، اولاد، شاگرد و احباب فنا ہو کر سب ایک جگہ جمع کر دیے گئے۔ آئندہ ہر قسم کی نیکی کا سلسلہ بند اور اُس کی سب اُمیدیں ختم کر دی گئیں۔ جو نیکیاں بذاتِ خود اُس نے کی تھیں یا اس کے لیے کی گئی تھیں، وہ سب کی سب قلم بند ہو کر دفتر میں پہنچ چکیں اور آج کے دن احکم الحاکمین کے یہاں جو لینے دینے والے (مدعی مدعا علیہم) ہیں وہ بھی سب کے سب حاضر ہیں۔ اِس لیے حکمتِ الٰہی ہرگز ہرگز اِس کو نہیں چاہتی کہ اس کو دُنیا کے حال میں سزا جزا دی جائے، کیونکہ یہ شخص ابھی عمل میں مشغول ہے۔ اس کی زندگی باقی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اپنی جوانی کے زمانے میں جوانی کے جوش اور نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور آخیر عمر میں اِس پر نادم ہو کر توبہ کر لے اور پھر اللہ کی غفاری جوش میں آ کر اُس کو معاف کر دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

احوالِ یوم القیامت

قیامت کی مُختصر کیفیّت

قیامت سے چالیس سال یا ماہ یا ہفتہ پہلے حضرت اسرافیل علیہ السّلام صُور (خاص قسم کا نرسنگھا) پہلی مرتبہ پھُونکیں گے۔ اس کی آواز اس قدر دہشت ناک اور خوفناک ہوگی کہ تمام جاندار چیزیں انسان، چرند، پرند، زمین کے اُوپر رہنے والے اور اندر رہنے والے اس ہولناک دہشت اور خوف سے کانپنے لگیں گے۔ بدن پر لرزہ اور کپکپی، چہروں کے رنگ فق، دلوں کی حرکت انتہائی تیز ہونی شروع ہو جائے گی، آنکھیں اندر کو بلیٹھ جائیں گی اور اسی حالت پر سب کو موت آجائے گی۔ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ط قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ط (نازعات پ ۳۰)

ترجمہ: جس دن ہلے گی ہلنے والی، پیچھے آئے گی اُس کے ایک چیخ۔ دِل اس زور سے کانپتے ہوں گے اور آنکھیں خوف زدہ ہوں گی، زمین پر اتنا زبردست زلزلہ آئے گا کہ تمام رُوئے زمین پر کوئی عمارت، کوئی پہاڑ، کوئی درخت اپنی جگہ پر نہیں رہے گا، زمین کی بلندیاں اور پستیاں، نشیب اور فراز سب ایک سا اور برابر ہوجائیں گی۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (پ ۳۰) آسمان پھٹ کر بے جان جسم کی طرح ہو جائے گا۔ سُورج اور چاند ستارے ٹوٹ کر گدلے اور بے نُور ہو جائیں گے۔ دریاؤں میں آگ لگادی جائے گی۔ انسان پتنگوں کی طرح ہوا میں اُڑتے ہُوئے ہوں گے۔ غرضیکہ آسمان، زمین میں ایسا تغیّر و تبدل آئے گا جو اس سے پہلے کبھی خیال میں بھی نہ تھا اور موجودہ تمام نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ نہ کوئی پہاڑ رہے گا، نہ کوئی درخت۔ نہ یہ چشمے نہ کوئی بسنے والا۔ اس کے بعد عرش الٰہی سے ایک خاص بارش ہوگی جس کے پانی کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس پر وہ پانی پہنچ جائے گا اس کو سرسبز اور زندہ ہونے کے قابل کردے گا۔

پھر دوبارہ اسرافیلؑ کو حکم ہوگا کہ پھر صُور پھونکو۔ چنانچہ اس دفعہ کی آواز میں یہ تاثیر ہوگی کہ تمام رُوحیں اپنے اپنے جسموں میں لَوٹ آئیں گی اور اب کی دُنیا نئے ڈھنگ پر پیدا ہوگی۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ترجمہ: تیرے ہاتھ اختیار ہے بیشک اے اللہ تو ہر چیز پر پُوری قُدرت رکھتا ہے۔ وُہی اسرافیلؑ ہیں، وُہی صور، وُہی آواز۔ پہلی مرتبہ تباہی ہی تباہی۔ دوسری مرتبہ آبادی ہی آبادی۔ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ ترجمہ: جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے، فیصلہ کرتا ہے۔ اب جن لوگوں نے گُزری ہُوئی مُردار دُنیا میں خُدا کی اطاعت اور نفس کی مخالفت کی ہوگی۔ وہ اس حادثہ میں آرام وچین کے ساتھ بغیر کسی خطرہ اور خوف کے خوشیاں کرتے ہُوئے سُرخرو ہوکر اُٹھیں گے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (پ۱۱)، وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (پ۳۰)

ترجمہ: اس روز بہت سے چہرے بارونق اور اپنے نیک اعمال کی وجہ سے راضی خوشی ہوں گے اور جن لوگوں نے اِس مُردہ دُنیا میں نفس کی اطاعت اور اس کی خواہشات پر عمل کیا وہ خوف زدہ ہوں گے، چہروں پر ہوائیاں اور دہشت کے آثار ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں بے رونق تاریک اور پھٹی ہوں گی۔ يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہتے ہُوئے اُٹھیں گے۔ یعنی ہائے افسوس ہم کو کس نے اُٹھا دیا ہماری آرام گاہ سے (سورہ یٰسین پ۲۳)

جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، تو ان سب آدمیوں کے علیحدہ علیحدہ جتھے اور لائنیں کر دی جائیں گی۔ یہودیوں کی ایک لائن نصاریٰ کی ایک لائن، مُشرکین کی ایک لائن، مُسلمانوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ہر پیغمبر کی جماعت میں نیکوں کو ایک جگہ اور بدوں کو ایک جگہ۔ نمازیوں اور روزہ داروں کو علیحدہ علیحدہ، حرام کاروں کو جُدا، شرابیوں کو جُدا، چوروں کو الگ، ڈاکوؤں کو الگ، غرضیکہ ہر قسم کے لوگ جُدا جُدا لائنوں میں ترتیب دے کر کھڑے کر دیے جائیں گے اور اسی ترتیب و انتظام کے ساتھ اللہ کی پولیس یعنی فرشتے خُدا کی عدالت میں پیش کریں گے۔ يَوْمَ

یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ہ (سورہ نبا پ۳۰) اس کے بعد آسمان کھولا جائے گا تاکہ فرشتے انسانوں کے روزنامچے (اعمال نامے) لے کر وہاں سے اتریں اور ظاہر ہوں۔ وَ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا ہ (پ۳۰) اور یہ آسمان ڈراڑیں ہی جنت کے راستے بن جائیں گی۔ علماء نے آسمان کے پھٹنے کا یہ سبب لکھا ہے کہ عرشِ الٰہی پر خدا تعالیٰ خاص تجلّی ڈالیں گے جس کے باعث وہ نیچے کو جُھکے گا اور اس کے صدمہ اور ٹکرّ سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اب یہ فرشتے اِن اعمال ناموں کو لوگوں کے حوالہ کریں گے جنہوں نے مُردہ دُنیا میں یہ اعمال کیے تھے اور ان اعمال ناموں کے حوالہ کرنے کی یہ ترتیب ہوگی کہ فرماں برداروں کو داہنی طرف سے دیں گے اور نافرمانوں کو بائیں طرف سے۔ اوّل الذکر اصحاب الیمین، ثانی الذکر کو اصحاب الشمال کہتے ہیں۔ وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ط (واقعہ پ۲۷)

دُوسری جگہ اس کی تفصیل اس طرح پر کی:

" پھر جس کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ خوش ہو کر فرشتوں سے کہے گا، لو پڑھو میری کتاب جس میں میری سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے۔ مَیں دل سے یقین رکھتا تھا کہ آخرت میں مجھے حساب دینا ہوگا، اس لیے دُنیا میں مَیں اپنے نفس کا تابعدار نہ تھا بلکہ خُدا کی فرماں برداری کا خیال رکھتا تھا پس ایسا ہی شخص پسندیدہ عیش و آرام میں ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں کریں گے، بلکہ اُونچے مرتبے والی جنت میں داخل ہوگا، جس کے مکانات عمدہ فرش نفیس برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور وہاں پر نہریں جاری ہوں گی۔ فوّارے اُبلتے ہوں گے، درخت سرسبز ہرے بھرے پھلوں سے اس قدر لدے ہُوئے ہوں گے کہ جُھکے پڑے ہوں گے۔ اس طور سے کہ جس پھل کی طرف جنّتی اشارہ کرے گا اس پھل کا درخت اپنی ٹہنی پھل سے لدی ہُوئی اس کے پاس لے آئے گا اور ان کو خوش خبری دی جائے گی کہ کھاؤ اور پیو، خوب مزے لے لے کر اس چیز کا بدلہ جو تم نے گزشتہ ایام میں مُردہ دُنیا میں اپنے نفس کے خلاف اور اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اپنے اصلی مالک کی اطاعت کی تھی۔ (سورۂ حاقہ۔پ ۲۹)

سوال : نیک لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں کیوں دیے جائیں گے ؟

جواب : کیوں کہ داہنا ہاتھ بائیں پر غالب رہتا ہے اس ہاتھ میں دینے کے اندر اشارہ ہے کہ اس کی نیکیاں غالب اور وزنی ہیں، اس کی بدیوں پر فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍ جس کی تولیں وزنی ہو گئیں وہ دِل چاہتے عیش و آرام میں ہو گا۔

سوال : جنّت کے پھل جنّتی کے جی چاہنے پر خود بخود بغیر توڑے اس کے منہ میں آکر کیسے پڑ جائیں گے ؟ کیا ان درختوں میں جان ہو گی، پھر اگر جان بھی ہو، تو بغیر جنّتی کے اشارہ کیے اور اس کے بغیر بُلائے ان کو پتہ کیسے چلے گا ؟

جواب : جنّتی کے دل میں اللہ تعالیٰ بجلی کی طرح قوّت دے دیں گے اور ہمراز کے اس کا کنکشن جنّت کی ہر چیز سے ملا دیں گے اور اس کے ارادہ میں وہ خاصیّت ہو گی جو بجلی کے سوئچ (بٹن) میں ہوتی ہے۔ جب روشنی کو دل چاہا اس کا بٹن دبا دیا روشنی ہو گئی۔ جب ہوا کو دِل چاہا، تو پنکھے کا بٹن دبا دیا، ہوا چل پڑی وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال وہ لوگ جن کے اعمالنامے بائیں ہاتھ دے دیے جائیں گے۔ پس وہ انتہائی حسرت کے ساتھ کہیں گے، اے کاش یہ اعمال نامے ہم کو نہ ملتے اور ہم کو خبر نہ ہوتی کہ ہمارا کیا کچھ حساب ہے کیونکہ اعمال نامے دیکھ کر ان لوگوں کو بداعمالیاں یاد آئیں گی اور اس سے اُن کی رُوح کو صدمہ پہنچے گا، تو یہ حسرت کے ساتھ کہیں گے :

" اے کاش دُنیا کی موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی اور میں دوبارہ زندہ نہ ہوتا جو اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔ ہائے افسوس کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال، ہائے میں کیا کروں ؟ برباد ہو گیا میرا زور اور میری طاقت "۔ (حاقہ پ ۲۹)

سوال : اگر مُجرمین (گناہ گار لوگ) اپنے اعمال نامے دیکھ کر خُدا کے سامنے انکار کر دیں، تو اس کا کیا انتظام ہے ؟

جواب : اوّل تو یہ لوگ اپنے اعمال نامے دیکھ کر خود ہی شرمندہ اور خوفزدہ ہو جائیں گے کیونکہ اعمال ناموں کے ساتھ ہر ہر جرم کا فوٹو (تصویر) بھی اُن کے سامنے

موجود ہوگا۔ جیسے اگر کسی شخص نے زنا کیا یا چوری کی اور زنا کرتے وقت یا چوری کرتے وقت اس کا فوٹو لے لیا جائے اور جب یہ ملزم مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہو تو پولیس اس کی رپورٹ پیش کرتے وقت اس موقع کا فوٹو بھی پیش کر دے تو کیا یہ ملزم اپنے فعل سے انکار کر دے گا؟

جواب ۲: دوسرے زمین پر جو بھی جرم یا نیکی کی جائے گی۔ یہ زمین اللہ کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دے گی۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (سورہ زلزال پ ۳۰) (ترجمہ: اس روز زمین اپنے اوپر کیے ہوئے تمام عملوں کو (بطور سلطانی گواہ کے) ظاہر کر دے گی)۔ اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ گراموفون کے ریکارڈ میں کسی قاری کا قرآن تلاوت بھرا گیا اور قاری نے اس ریکارڈ کے وقت قرآن غلط پڑھا۔ جب یہ ریکارڈ تیار ہو گیا، تو ان قاری صاحب کے سامنے اس ریکارڈ کو مشین پر چڑھایا گیا، تاکہ قرآن سنیں۔ لیکن اب وہ ریکارڈ قرآن غلط سنانے لگا کیونکہ اس بے چارہ میں تو جس طرح بھرا گیا ہے۔ وہ غریب اسی طرح تو پڑھے گا۔ یہ قاری اس ریکارڈ کو سن کر کیا اپنی غلطی سے پھر جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی بے شرم قاری اپنی غلطی تسلیم نہ بھی کرے، تو کیا سننے والے اس قاری کو سچا سمجھ لیں گے، لیکن باوجود اس قدر انتظام کے بعض بے حیا پھر بھی صاف انکار کر بیٹھیں گے کہ یہ ہمارے اعمال نہیں تو حجت تمام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ یہ انتظام فرمائیں گے کہ ان کی زبانوں کو بند کر دیں گے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یٰسین پ ۲۳)، اور خود بخود ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دینی شروع کر دیں گے گویا کہ اللہ تعالیٰ انکے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی طاقت دے کر ہمارے خلاف ہمارے ہی ہاتھ پاؤں کو گواہی میں پیش کریں گے اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (ترجمہ: ہے اس کی مقدار ۵۰ ہزار سال۔)، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے حساب و کتاب سے ۷، ۸ گھنٹہ میں فارغ ہو جائیں گے اور پھر اصحاب الیمین پرہیزگاروں فرمانبرداروں

کو خطاب ہوگا۔ اے چین و آرام پانے والے نفس تو اپنے رب کی رحمت کے سائے میں چل، اس طرح سے کہ تو اپنے مولیٰ سے خوش ہو اور مولیٰ تجھ سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنّت میں داخل ہو یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اَرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ہ (فجر پ ۳۰) اب یہ لوگ جنّت میں جانے کے لیے چلیں گے۔ اُس وقت جنّت تو اِن کو نظر آئے گی، لیکن وہاں پر جانے کا کوئی راستہ نہ ملے گا۔ تب یہ لوگ حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے اور اُن سے کہیں گے۔ اے ہمارے باپ جنّت کا راستہ کھلوا دیجیے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے بھائی مَیں اس کا اہل نہیں، تم ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ غرضیکہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش سے جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک پُل قائم کیا جائے گا جس کو پُل صراط کہتے ہیں، اس پر سے اِن کو گزرنا ہوگا اور اس وقت پھر شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کو وہاں سے لے کر گزریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بھی دم نہیں مارے گا اور رسولوں کی زبانوں پر صرف یہی کلمہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی ان کو سلامتی سے گزار، اے اللہ تو ہی بیڑا پار لگانے والا ہے اور تو ہی پار اُتارے گا۔ پس پیغمبروں کی اطاعت کرنے والے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کی بدولت اپنے اپنے اعمال اور درجے کے موافق اُس پُل کو اس طرح عبور کریں گے کہ بعض تو پلک جھپکنے کی مقدار میں اُس کو پار کرلیں گے اور بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض لوگ ہوا کی طرح ذرا سی دیر میں یہاں سے پار ہو جائیں گے۔ بعض پرندوں کی طرح اس پُل سے گزر جائیں گے۔ (بخاری شریف) حتیٰ کہ ادنیٰ درجہ کا مسلمان جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ گرتے پڑتے سات ہزار سال میں اس پُل کو پار کرے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ پُل صراط کی حقیقی مسافت تین ہزار سال کی ہے۔ ایک ہزار سال کی چڑھائی۔ ایک ہزار سال کی اُترائی اور ایک ہزار سال کی اس کی چوٹی یعنی ہموار حصّہ ہے۔ غرضیکہ وہ اس قدر خطرناک مقام ہوگا کہ

نبی بھی وہاں اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہتے ہوں گے۔ (جواہر التفاسیر) اور یہ لوگ وہاں سے گزر کر گروہ گروہ ہو کر جنّت کی طرف روانہ کیے جائیں گے اور جب جنّت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے ان کے انتظار میں پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہونگے، تاکہ اس کے اندر داخل ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگے، تو وہاں کے محافظ فرشتے جو ان کے استقبال کے لیے پہلے سے ہی وہاں پر موجود ہوں گے۔ ان کو اسلامی سلامی دیں گے۔ یعنی السّلام علیکم کہیں گے اور خوش آمدید کہہ کر کہیں گے کہ تم اس جنّت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ اُس وقت ستّر برس، تو ایسی حالت میں کھڑے رہیں گے کہ ان کی طرف التفات بھی نہ ہوگا وہ اس پریشانی میں اتنا روئیں گے کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنسوؤں کی جگہ خُون نکلنے لگے گا۔ اِس کے بعد میدان حشر کی طرف بُلائے جائیں گے اور فرشتے آسمانوں سے اُترنے شروع ہوں گے۔ ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک حلقہ بناکر ایک آسمان والے دُوسرے آسمان والوں کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۝ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن آسمان بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے کثرت سے اُتارے جائیں گے۔ اُس دن حکومت رحمان ہی کی ہوگی (یعنی حساب کتاب جزا سزا میں کسی کا دخل نہ ہوگا)، اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا جس دن ظالم آدمی اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھّا ہوتا کہ میں رسول (علیہ السّلام) کے ساتھ راستہ پر لگ لیتا۔ ہائے میری شامت (کہ میں نے ایسا نہ کیا اور) کیا اچھّا ہوتا کہ

میں فلاں شخص کو (جس نے نیک کام سے روکا) دوست نہ بناتا۔ اُس نے مجھ کو نصیحت آنے کے باوجود اُس سے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر سب کو کلی طور پر، امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے (جس کا مفصل قِصّہ سورۂ ابراہیم میں ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اُس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ارشاد ہو گا اے جن وانس! مَیں نے دُنیا میں تمہیں نصیحت کر دی تھی۔ آج تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمال نامہ میں بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی)، اُس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ حکم فرمائیں گے، اس کا عذاب سامنے آجائے گا جس کو دیکھ کر ہر شخص گھٹنوں کے بَل گر جائے گا۔ جس کو سورۂ جاثیہ ع: ۴ میں ارشاد فرمایا ہے کہ تُو ہر جماعت کو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بَل گری ہُوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمال نامہ کی طرف بُلائی جائے گی۔ اُس کے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائے گا اور بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ اُس کے بعد جانوروں کو حکم ہو جائے گا کہ تُم مٹّی بن جاؤ (تمہارا معاملہ ختم ہو گیا) اُس وقت کافر لوگ یہ تمنّا کریں گے اور کافر کہے گا: یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (عمّ: ع ۲:) کاش! مَیں مٹّی ہو جاتا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لوگ جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں، ایسے ہی ننگے میدانِ حشر میں ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ سب کے سامنے ننگا ہونے سے کیسی شرم آئے گی، ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اُس وقت لوگ اپنی مصیبت میں اس قدر گرفتار ہوں گے کہ ایک کو دُوسرے کے دیکھنے کی مُہلت ہی نہ ہو گی۔ سب کی آنکھیں اُوپر کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ ہر شخص اپنے اعمالِ بد کی بقدر پسینے میں غرق ہو گا۔ کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہو گا۔ کسی کا پنڈلی تک، کسی کا پیٹ تک، کسی کا مُنہ تک

آیا ہوا ہو گا۔ فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے ہوں گے۔ اُس وقت ایک ایک شخص کا نام لے کر پکارا جائے گا جس کو پکارا جائے گا۔ وہ مجمع سے نکل کر وہاں حاضر ہو گا۔ جب وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اعلان کیا جائے گا کہ اس کے ذمّہ جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے۔ اُس کے ذمّہ جس جس کا کوئی حق ہو گا یا اُس کی طرف سے اُس پر کسی قسم کا ظلم ہو گا وہ ایک ایک کر کے پکارا جائے گا اور اُس کی نیکیوں میں سے اُن کے حقوق ادا کیے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی یا نہیں رہیں گی، تو ان لوگوں کے گناہ اُس پر ڈال دیے جائیں گے اور جب وہ اپنے گناہوں کے ساتھ دُوسرے گناہوں کو بھی سَر لے لے گا، تو اُس سے کہا جائے گا کہ جا اپنی ماں ہاویہ میں چلا جا (القارعہ میں اس کا بیان ہے یعنی دَہکتے ہوئے جہنّم میں) حساب اور عذاب کی اس شدّت کو دیکھتے ہوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہو گا جس کو اپنا خوف نہ ہو، مگر وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہٗ محفوظ فرما دے۔ اس وقت ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ہو گا کہ عُمر کس کام میں ختم کی، بدن کس کام میں لایا گیا، اپنے علم پر کیا عمل کیا اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ عکرمہؓ کہتے ہیں کہ اُس دن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ میں تیرا باپ تھا، میں تیرا والد تھا۔ وہ بیٹا اُس کے احسانات کا اقرار کرے گا۔ اس کے بعد باپ کہے گا کہ مجھ کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرّہ کی برابر ہو شاید اس کی وجہ سے میرا پلّہ جھک جائے۔ بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آ رہی ہے، مجھے اپنا حال معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اُس کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا۔ وہ بھی اسی طرح انکار کر دے گی (غرض اسی طرح سے ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالےٰ شانہٗ نے وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰی حِمۡلِهَا لَا یُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَیۡءٌ وَّلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی (فاطر ع: ۳) فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے اور (اُس دن) کوئی دُوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اُٹھاوے گا (اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا) اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بُلائے گا۔ تب بھی اُس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اُٹھایا جائے گا (یعنی کسی

قسم کی اُس کی مدد نہ کرے گا) اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔[1] عکرمہؒ کی یہ روایت دُرِّ منثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اوّل پوچھے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا؟ وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کرے گا اُس کے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اسی سے میرا کام چل جائے۔ بیٹا کہے گا کہ ابّا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے، لیکن اس کے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود بھی خوف ہے جو تمہیں ہے۔ اُس کے بعد یہی سوال جواب بیوی سے ہوگا۔ یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ اور ارشاد ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ الآیۃ[2]۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الآیۃ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا سا مطالبہ بھی ادا کردے اور بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچّا ہے (کہ یہ دن ضرور آنیوالا ہے) سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ کہ تم اس میں منہمک ہوکر اُس دن کو بھول جاؤ اور نہ تم کو دھوکہ دینے والا شیطان دھوکہ میں ڈال دے کہ اس کے بہکانے میں آکر تم اُس دن سے غافل ہوجاؤ) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ الآیۃ پس جب دن کانوں کو بہرا کردینے والا شور برپا ہوگا (یعنی قیامت کا دن آجائے گا وہ ایسا دن ہوگا) جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (کوئی کسی کے کام نہ آئے گا)، اُس دن ہر شخص کو اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا، جو اُس کو دُوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں قتادہؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو یہ بات بہت شاق ہوگی کہ کوئی اُس کی جان پہچان والا قریبی رشتہ دار نظر پڑ جائے۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ اپنا کوئی مطالبہ پیش نہ کر دے۔[3] قرآن پاک میں بہت کثرت سے یہ مضمون مختلف عنوانات سے ذکر فرمایا گیا ہے، سورۂ بقر کے رکوع ۶ میں ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ الآیۃ اور ڈرو تم ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ (جانی، بدلہ دے سکے گا (مثلاً

---

[1] تنبیہ الغافلین [2] دُرِّ منثور [3] دُرِّ منثور

ایک کی نماز کے بدلہ میں دُوسرے کی نماز قبول کر لی جائے) اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی طرف سے کوئی فدیہ (مالی معاوضہ) لیا جا سکتا ہے اور نہ اُن کی کوئی مدد کی جائے گی (کہ کوئی اپنے زور سے اُن کے عذاب کو روک دے۔ یہ ناممکن ہے)۔ اس آیت شریفہ میں اعانت کے جتنے ذریعے ہو سکتے تھے، سب کی نفی فرما دی اس لیے کہ کسی کی مدد کے چار ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی زوردار شخص بیچ میں حائل ہو جائے اور اپنے زور سے روک دے، یہ نصرت ہے اس کی بھی نفی فرما دی۔ دُوسرے بغیر زور کے کوئی شخص عذاب کو روک دے، اس کی دو قسمیں ہیں بغیر کسی قسم کا معاوضہ دیے روکے، یہ سفارش ہے۔ یا کوئی کسی قسم کا بدلہ دے کر روکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں کہ جانی بدلہ دے یا مالی بدلہ دے ان کی بھی دونوں کی نفی فرما دی گئی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مواقع میں یہ مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے اُس کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ایک تو کُفار کا معاملہ ہے۔ ان میں تو بالاتفاق یہی سب چیزیں ہیں جو اُوپر ذکر کی گئیں کہ کوئی نبی یا ولی یا فرشتہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو کفار کے عذاب کو نہیں ہٹا سکتا دُوسرا معاملہ گنہگار مُسلمانوں کا ہے۔ اُن کے بارہ میں بھی اس قسم کی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب ایک خاص وقت کے اعتبار سے ہیں۔ اُس کے بعد سفارش کی اجازت ہو جائے گی؛ چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون وارد ہے جن میں سے ایک جگہ ارشاد ہے: يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ الآیۃ (طٰہٰ: ع: ۶)

"اُس دن کسی کو سفارش نفع نہ دے گی، مگر ایسے شخص کو (انبیاء اور اولیاء کی سفارش نفع دے گی) جس کے واسطے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے سفارش کی اجازت دے دی اور اس کے واسطے (کسی کا بولنا) پسند کر لیا ہو"۔ اس قسم کے مضامین بھی کثرت سے وارد ہیں لیکن یہ بات کہ کس کے لیے سفارش کی اجازت ہوتی ہے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ گو حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے اُمیدوار ہر شخص کو رہنا ہی چاہیے۔ لیکن یقین کسی کا بھی نہیں ہے اس وجہ سے یہ سخت ترین دن نہایت ہی خوف و خطر کا دن ہے۔ اِس کی سختی کے واسطے جو کچھ بچاؤ کیا جا سکتا ہے وہ آج ہی کیا جا سکتا ہے۔ صدقہ کی کثرت کو اس دن کی شدت اور

سختی سے بچانے میں خاص دخل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا مشہور ارشاد ہے جہنّم کی آگ سے بچو، چاہے آدھی کھجُور ہی سے کیوں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ صدقہ خطاؤں کو ایسا بُجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے[۱]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا[۲]۔ یعنی جس قدر آدمی کے صدقہ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جس میں گرمی کی شدّت سے مُنہ تک پسینہ آیا ہُوا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصّہ کو بھی روکتا ہے اور سُوءِ خاتمہ (بُری موت) سے بھی حفاظت کا سبب ہے[۳]۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیّت ہے کہ جب تجھ سے کوئی خطا صادر ہو صدقہ کیا کر[۴]۔

مشہور واقعہ ہے ایک بدکار فاحشہ عورت کی کُتّے کو پانی پلانے سے مغفرت ہو گئی۔ عبید بن عمیر رضؓ کہتے ہیں کہ میدانِ حشر میں لوگ انتہائی بھوکے ہوں گے۔ انتہائی پیاسے اور بالکل ننگے ہوں گے۔ لیکن جس شخص نے اللہ کے واسطے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا، اُس کو حق تعالیٰ شانہٗ کھانا کھلائیں گے اور جس نے اللہ کے واسطے کسی کو پانی پلایا ہوگا اس کو سیراب کریں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے واسطے کسی کو کپڑا دیا ہوگا اُس کو لباس پہنائیں گے[۵]۔

قیامت کے دن جہنمی ایک صَف میں کھڑے کیے جائیں گے۔ ان پر ایک (کامل ولی) مُسلمان کا گزر ہوگا۔ اُس صف میں سے ایک شخص کہے گا کہ تُو میرے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سفارش کر دے۔ وہ پُوچھے گا، تُو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا تُو مجھے نہیں جانتا میں نے فلاں وقت دُنیا میں تجھے پانی پلایا تھا۔ دُوسری حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن جب جنّتی اور جہنّمی لوگوں کی صفیں لگ جائیں گی، تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنّتی صفوں میں سے ایک شخص پر پڑے گی اور وہ یاد دلائے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اس پر وہ شخص اُس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالےٰ

---

[۱] اتحاف [۲] ایضاً [۳] مشکوٰۃ [۴] احیاء [۵] احیاء

شانہٗ کی بارگاہ میں لے جائے گا اور عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے اُس کو بخش دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن اعلان ہو گا کہ اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیر لوگ کہاں ہیں؟ اُٹھو اور لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے میرے لیے تم میں سے کسی کو ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لیے ایک گھونٹ بھی پانی پلایا ہو یا نیا پُرانا کپڑا دیا ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دو۔ اس پر فقرائے اُمّت اُٹھیں گے اور ان کو چُن چُن کر جنّت میں داخل کر دیں گے۔ ایک اور حدیث میں گُزرا کہ قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے فقیروں کا اور مسکینوں کا اکرام کیا۔ آج تُم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

جو شخص کسی مُسلمان سے کسی مُصیبت کو زائل کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے مصائب میں سے اُس کی کوئی مُصیبت زائل فرما دیں گے اور جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرما دیں گے۔

جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو اُس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔

قیامت کے روز بدلہ دینا ہو گا

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! میرے کئی غلام ہیں جو مجھ سے جھُوٹ بھی بولتے ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، کہنا بھی نہیں مانتے، مَیں اُن کو بُرا بھلا بھی کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ میرا ان کا قیامت میں، کیا معاملہ رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جتنی مقدار کی اُنھوں نے خیانت کی ہو گی اور تیری نافرمانی کی ہو گی اور جھوٹ بولا ہو گا اُس ساری مقدار کا وزن کیا جائے گا (کہ وہاں ہر چیز کا وزن ہوتا ہے، چاہے وہ چیز جسم والی جوہر ہو یا بےجسم کی عرض ہو) اور تُو نے جو سزا ان چیزوں پر دی ہے وہ بھی سب تولی جائے گی۔ پس اگر تیری سزا اور اُن کا جُرم برابر رہا تب تو نہ لینا نہ دینا اور اگر تیری سزا اُن کے جُرم سے وزن

میں کم ہو گی، تو جتنی کمی ہو گی وہ تجھے دی جائے گی اور اگر سزا اُن کے جُرم سے بڑھی ہوئی ہو گی، تو اس زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص افسوس کرتے ہوئے، روتے ہوئے مجلس سے ہٹ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے قرآن شریف کی آیت (سورۂ انبیاء ع: ۴) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الآیۃ نہیں پڑھی؟ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (جس میں اعمال کا وزن کریں گے) اور کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا، تو ہم اُس کو وہاں حاضر کریں گے (اور اُس کا وزن کریں گے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

ف۔ قیامت کے دن حساب کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں بہت کثرت سے اُس پر تنبیہیں اور اُس کی تفصیلیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اس جگہ ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ط (بقرہ: ع: ۳۸) اور اُس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم حق تعالیٰ شانہٗ کی پیشی میں لائے جاؤ گے، ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا عمل (یعنی اُس کا بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۲) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران: ع ۳) جس دن پائے گا ہر شخص اپنے سامنے اُس چیز کو جو اُس نے کسی قسم کی خیر کی کی ہو یا کسی قسم کی بُرائی کی کی ہو اور تمنا کرے گا کہ کاش اس دن کے اور اُس کے درمیان بہت دُور کی مسافت ہوتی اور اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے تم کو اپنے آپ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے بندوں پر (اس شفقت ہی کی وجہ سے ڈراتا ہے کہ تم اُس کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ)۔ (۳) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران: ع: ۱۷) اور جو شخص خیانت کرے گا، وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے

دن (حشر کے میدان میں) لائے گا، پھر ہر شخص کو اُس کے کیے ہُوئے کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔ (۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: ع: ۱۹) ہر شخص کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور تمہارے (نیک اور بد) اعمال کا پُورا پُورا بدلہ قیامت ہی کے دن ملے گا۔ (۵) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ یہ کلمہ بہت جگہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں (کہ ہر شخص کا حساب کتاب بہت جلدی پُورا کر دیا جائے گا اور اُس کے موافق بدلہ دیا جائے گا)۔ (۶) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (اعراف: ع: ۱) اور اُس دن (قیامت کے دن اعمال کا) وزن ضروری ہے بس جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلّہ بھاری ہو گا، تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلّہ ہلکا ہو گا یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ (۷) اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (یونس: ع: ۳) بیشک ہمارے قاصد (فرشتے) تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (اور ان سب کا بدلہ تم کو قیامت میں ملے گا جب یہ لکھا ہُوا سامنے لایا جائے گا)۔ (۸) وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ (یونس: ع: ۳) اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے اُن کی بُرائی کی سزا اُس کے برابر ملے گی اور اُن کو ذلّت چھائے گی اور ان کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور ان کے مُنہ ایسے کالے ہوں گے، گویا اُن کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے۔ (۹) هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ (یونس: ع: ۳) اُس مقام پر ہر شخص اپنے پہلے کیے کاموں کو (جو دُنیا میں کیے تھے) جانچ لے گا (کہ وہ کس قسم کے نیک یا بد کیے تھے، پھر اُس کا حساب ہو جائے گا)۔ (۱۰) لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ (رعد: ع: ۲)

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا، اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جنہوں نے اُس کا کہنا نہ مانا اُن کے پاس اگر دُنیا کی تمام چیزیں ہوں (بلکہ) اور اُس کے ساتھ اسی کے برابر اور چیزیں ہوں، تو سب کی سب اپنے فدیہ میں دے ڈالیں (اور) انکا سخت حساب ہوگا۔ (۱۱) فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (رعد: ع: ۶) پس آپ کے ذمہ تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) صرف پہنچا دینا ہے (اور اس پر عمل کرنے نہ کرنے کا) حساب ہمارے ذمہ ہے۔ (۱۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (ابراھیم ع: ۶) اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی اور سب مؤمنین کی حساب ہونے کے دن مغفرت کر دیجیے۔ (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے)۔ (۱۳) وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (ابراھیم: ع: ۷) اور تو اس دن مجرموں کو زنجیروں میں میں جکڑا ہوا دیکھے گا اور اُن کے کُرتے قطران (چیڑ کے درخت کے تیل) کے ہوں گے (کہ اس تیل میں پٹرول کی طرح سے آگ جلدی لگتی ہے) اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی۔ (اور یہ ساری تکلیفیں کیوں ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اُس کے کیے ہوئے کی سزا دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ شانہ، بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۴) وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ (بنی اسرائیل: ع: ۲) اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نیک ہو یا بد ہو) اُس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ اُس کے سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھے گا (اور اس سے کہا جائے گا، کہ اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے۔ آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے (یعنی خود ہی حساب کر لے کسی دُوسرے کی بھی ضرورت نہیں)۔ (۱۵) كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ الآیۃ (مریم: ع: ۵) (جو بات یہ کافر سمجھ رہے ہیں وہ) ہرگز نہیں ہے۔ ہم ہر وہ بات لکھ لیتے ہیں جو کوئی زبان سے کہتا ہے۔ (اس کے بعد قیامت کے دن وہ لکھا ہوا اعمال نامہ

اُس کے سامنے کردیا جائے گا۔ (۱۶) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○ (انبیاء : ع : ۱) لوگوں کے حساب کا وقت تو قریب آگیا اور یہ ابھی تک غفلت ہی میں پڑے ہیں (اور اس کی تیاری سے) اعراض کیے ہوئے ہیں۔ (۱۷) فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ج تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○ (مومنون: ع: ۲) پھر جب (قیامت کے دن) صُور پھونکا جائے گا، تو (اس قدر خوف ہو گا کہ) باہمی رشتے بھی اُس دن نہ رہیں گے (یعنی سب اجنبی سے بن جائیں گے۔ باپ بیٹے سے بھاگے گا۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (الآیۃ) اور نہ کوئی کسی کو پُوچھے گا (اور اعمال کی ترازو کھڑی کردی جائے گی) پس جس شخص کا پلّہ بھاری ہو گا (یعنی اس کی نیکیاں جُھک جائیں گی) پس ایسے لوگ تو کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہو گا پس یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور وہ جہنّم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اُن کے چہروں کو آگ جُھلستی ہو گی اور اُس میں ان کے مُنہ بگڑے ہُوئے ہوں گے۔ (۱۸) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (النور: ع: ۵) اور جو لوگ کافر ہیں (اور نورِ ہدایت سے دُور ہیں) اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسا کہ ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہُوئی ریت کہ پیاسا آدمی اُس کو (دُور سے) پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب (اُس کے پاس آیا) تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اُس کے پاس اللہ تعالیٰ شانہٗ کو پایا جس نے اُس کا پورا پورا حساب وہیں کردیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی حساب کردینے والے ہیں۔ (۱۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص: ع: ۲) جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہُوئے ہیں۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے ہوئے ہیں۔ (۲۰) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

(مومن: ع: ۲) آج (قیامت) کے دن ہر شخص کو اُس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج ظلم نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۲۱) وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً قف كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓی اِلٰی كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (جاثیہ ع ۴) اور آپ (قیامت کے دن) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (وہ لوگ خوف کی وجہ سے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ ہر فرقہ اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف لایا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا)، کہ آج تُم کو تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا (اور یہ کہا جائے گا)، کہ یہ ہماری کتاب (جس میں تمہارے اعمال لکھے ہُوئے ہیں) تمہارے اعمال کو ٹھیک ٹھیک بتا رہی ہے۔ ہم دُنیا میں فرشتوں سے تمہارے اعمال کو لکھواتے رہتے تھے (جو اس وقت یہ تمہارے سامنے ہے)۔ (۲۲) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (ق: ع: ۲) جب دو اخذ کرنے والے (بات کو جلدی سے لے کر لکھنے والے فرشتے) لیتے رہتے ہیں اور دائیں جانب اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں وہ (یعنی آدمی) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک تاک لگانے والا تیار رہتا ہے (اور وہ فوراً اس کو لکھ لیتا ہے یہی اعمال نامہ ہے۔

(۲۳) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ لا فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ○ج اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ○ج فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ لا فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ لا فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ج وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ج مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ج هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ (الحاقۃ: ع: ۱) جس دن تُم (خدا تعالیٰ کے سامنے حساب کے لیے) پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہو گی پھر (نامۂ اعمال ہاتھوں میں دے دیے جائیں گے پس) جس شخص کا نامۂ اعمال

اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو (خوشی کے مارے آپس میں) کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو، میرا تو (پہلے ہی سے) اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے (میں تو دُنیا ہی میں اس کے لیے تیّاری کر رہا تھا) پس یہ شخص تو پسندیدہ زندگی یعنی بہشت بریں میں ہو گا جس کے میوے جھکے ہُوئے ہوں گے (اور ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تُم نے گزرے ہُوئے زمانہ میں کیے ہیں اور جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس وہ (نہایت حسرت اور غم سے) کہے گا کیا اچھّا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟ کاش موت (جو آچکی تھی وہی سب کام کا خاتمہ کر دیتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میری وجاہت بھی میرے سے جاتی رہی (اس شخص کے لیے حکم ہو گا کہ) اس کو پکڑو اور اِس کے گلے میں طوق پہنا دو، پھر جہنّم میں اس کو داخل کر دو، پھر ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستّر گز ہو، اس کو جکڑ دو۔ (۲۴) وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الانفطار) اور تم پر (ایسے فرشتے جو تمہارے کاموں کو، یاد رکھنے والے ہیں، جو معزز ہیں (اور ہر کام کو) لکھنے والے ہیں، مقرر ہیں جو تمہارے سارے افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ سب مجموعہ پیش ہو گا)۔ (۲۵) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ (الانشقاق) پس جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔ اُس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور وہ (اُس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلّقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اُس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا (جیسا کہ مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے) اور جہنّم میں داخل ہو گا یہ شخص (دُنیا میں) اپنے گھر بہت خوش خوش رہتا تھا۔ اُس نے گمان کر رکھا تھا کہ اُس کو خُدا کے یہاں جانا ہی نہیں ہے۔ (۲۶) اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۝

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ۝ (غاشیہ) بے شک ہمارے ہی پاس ان سب کو لوٹ کر آنا ہے، پھر ہمارا ہی کام ہے ان سے حساب لینا۔ (۲۷) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا ۝ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا ۝ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَا ۝ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ لِّیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝ ع جب زمین (زلزلہ کی وجہ سے) اپنی پوری حرکت سے ہلا دی جائے گی (اور جب ساری دُنیا میں زلزلہ آئے تو ظاہر ہے کہ کتنا بڑا زلزلہ ہوگا) اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ (خواہ دفینے ہوں یا مُردے) باہر نکال کر پھینک دے گی اور آدمی (ہکا بکا ہو کر) کہے گا، اس کو کیا ہو گیا اور اُس دن زمین (جو کچھ اُس کے اُوپر اچھے یا بُرے کام کیے گئے ہیں) سب کی خبریں دے گی، اس وجہ سے کہ آپ کے رب کا اُس کو یہی حکم ہوگا۔ اُس دن لوگ مختلف جماعتیں (کوئی مقربین کی، کوئی نیک لوگوں کی کوئی جہنمیوں کی جماعت ہوگی اور پھر ہر جماعت میں مختلف گروہ ہوں گے۔ اسی طرح سے کوئی جماعت سواروں کی کوئی پیدل چلنے والوں کی، کوئی اِن لوگوں کی جن کو مُنہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ غرض ہر قسم کی مختلف جماعتیں) ہو کر لوٹیں گی تاکہ اپنے اعمال کو (جو دُنیا میں کیے تھے) دیکھ لیں۔ پس جو شخص (دُنیا میں) ذرّہ برابر نیکی کرے گا، وہ اُس کو وہاں دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بُرائی کرے گا، وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

یہ نمونہ کے طور پر ستائیس آیات حساب کتاب اور اعمال کے بدلہ کی ذکر کی گئی ہیں۔ اِن کے علاوہ سینکڑوں آیات میں مختلف عنوانات سے یہ اور اسی قسم کے مضامین وارد ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی ہزاروں روایات میں اِس حساب کے دِن کے سخت حالات ذکر کیے گئے ہیں جن کا احاطہ بھی دُشوار ہے، لیکن ضروری ہے کہ اپنے ان اوقات کو جو محض دُنیا کمانے میں ضائع کیے جاتے ہیں، تھوڑا بہت ان کام آنے والی چیزوں میں بھی خرچ کیا جائے۔ ابھی وقت ہے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ افسوس کے سوا کچھ بھی نہ رہے گا۔

میدانِ حشر میں سفارش

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے کیے جائیں گے۔ ان پر ایک مُسلم (کامل جنتی) گزرے گا۔ اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کر دے، وہ پُوچھے گا کہ تُو کون ہے۔ وہ جہنمی کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا، تُو نے دُنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر مَیں نے تجھے پانی پلایا تھا۔ اِس پر وہ سفارش کرے گا اور وہ قبول ہو جائے گی، اسی طرح دُوسرا شخص کہے گا کہ تُو نے مجھ سے دُنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ مَیں نے تجھ کو دی تھی[1] ایک اور حدیث میں ہے جہنمیوں کی صف پر ایک جنّتی کا گزر ہو گا، تو ان میں سے ایک شخص اُس کو آواز دے کر کہے گا کہ تُم مجھے نہیں پہچانتے؟ مَیں وہی تو ہُوں جس نے فلاں دن تمہیں پانی پلایا تھا، فلاں وقت تمہیں وضو کے لیے پانی دیا تھا[2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنّتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی، تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنّتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اُس کو یاد دلائے گا کہ مَیں نے دُنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اِس پر وہ جنّتی شخص اُس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنّت میں داخل کر دیا جائے۔[3] ایک حدیث میں ہے کہ فُقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھّا کرو اور اُن کے اُوپر احسانات کیا کرو۔ اِن کے پاس بڑی دَولت ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وہ دَولت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اِن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو، یا کپڑا دیا ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں پہنچا دو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ، قیامت میں فقیر سے اس طرح معذرت کرینگے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے کہ میری عزّت اور جلال کی قسم مَیں

---

[1] کنز [2] مشکوٰۃ [3] کنز

نے دُنیا کو تجھ سے اِس لیے نہیں ہٹایا تھا کہ تُو میرے نزدیک ذلیل تھا، بلکہ اس لیے ہٹایا تھا کہ تیرے لیے آج بڑا اعزاز ہے۔ میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا۔ جس نے تجھے میرے لیے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو، وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہو گا کہ یہ لوگ مُنہ تک پسینے میں غرق ہوں گے۔ وہ پہچان کر ان کو جنّت میں داخل کرے گا[۱] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہو گا کہ اُمّتِ محمّدیہ کے فقراء کہاں ہیں؟ اُٹھو اور لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کرو جس شخص نے تُم میں سے کسی کو میرے لیے ایک لُقمہ دیا ہو یا میرے لیے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لیے کوئی نیا یا پُرانا کپڑا دیا ہو اُن کے ہاتھ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دو۔ اس پر فقرائے اُمّت اُٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ! اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا۔ کوئی بھی فقرائے اُمّت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہو گا جو ان کو جنّت میں داخل نہ کرائے[۲] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی جاندار کو جو بُھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنّت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے[۳] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کِھلایا جاتا ہو خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چُھری اُونٹ کے کوہان میں چلتی ہے[۴] حضرت عبدُاللہ بن مُبارکؒ عُمدہ کھجوریں دُوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درہم دیا جائے گا[۵] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا۔ آج تُم جنّت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تُم پر کسی قسم کا خوف ہے نہ تُم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بیمار فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی، آج وہ نُور کے مِمبروں پر بیٹھیں اور اللہ جلّ شانہٗ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مُبتلا ہوں گے[۶] ایک حدیث میں ہے کتنی حُوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مُٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے[۷] ایک حدیث میں آیا ہے کہ

---

[۱] روض الرّیاحین [۲] کنز [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] احیاء [۶] کنز [۷] ایضاً

بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے[2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اِس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کردینا ہے یا بھوک کی حالت میں اُس کو کھلانا کھلانا ہے[3] یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا ہے، اُس کی بھوک کو زائل کرنا ہے۔ اُس کی مصیبت کو ہٹانا ہے[4] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی دُنیاوی حاجت پُوری کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی بہتر حاجتیں پُوری کرتے ہیں جن میں سے سب سے ہلکی چیز اس کے گناہوں کی مغفرت ہے[5] یعنی اور حاجتیں مغفرت سے بھی بڑھ کر ہیں۔

چہروں پر بشاشت اور اُداسی

محشر میں سب ہی حاضر ہوں گے۔ اللہ کے نیک بندوں کے چہرے سفید اور ہشاش بشاش ہنستے کھیلتے ہوں گے اور کفّار و فجّار کے چہروں پر اُداسی اور ذلت چھائی ہوگی۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

"جس روز بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ ہوں گے۔ سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے، اُن سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہوئے بعد ایمان لانے کے۔ پس چکھو عذاب بوجہ اِس کے کہ تم کُفر کرتے تھے اور جن کے چہرے سفید ہوئے، سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" بعض کے چہروں پر ایمان و تقویٰ کا نُور چمکتا ہوگا اور عزّت و وقار کے ساتھ شاداں اور فرحاں نظر آئیں گے اُن کے برخلاف دُوسروں کے مُنہ کُفر و نفاق کی سیاہی سے کالے ہوں گے۔ صُورت سے ذِلّت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ ہر ایک کا ظاہر اُس کے باطن کا آئینہ ہوگا۔

سورۂ عبس میں فرمایا: "کتنے چہرے اس دن روشن اور ہنستے اور خوشی

[1] کنز [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً

کرتے ہوں گے اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔ یہ لوگ کافر و فاجر ہوں گے۔"

ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے نیک بندوں کے چہرے روشن ہوں گے، اُن کی صُورتوں سے بشاشت اور خوشی ظاہر ہو رہی ہوگی اور جن نالائقوں نے دُنیا میں خُدا کو فراموش کیا۔ ایمان اور اعمالِ صالح کے نُور سے علیحدہ رہے اور کفر و فجور کی سیاہی میں گھُسے رہے۔ قیامت کے دن اُن کے چہروں پر سیاہی چڑھی ہوگی۔ ذلّت اور رسوائی کے ساتھ حاضرِ محشر ہوں گے۔ اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے اُداس ہو رہے ہوں گے اور خوفزدہ ہو کر یہ سوچتے ہوں گے کہ یہاں ہم سے بُرا برتاؤ ہونے والا ہے اور وہ آفت آنے والی ہے جو کمر توڑ دینے والی ہوگی۔ (تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ)

ارشاد فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیمؑ کی ان کے باپ آزر سے مُلاقات ہو جائے گی۔ اُن کے باپ کے چہرے پر سیاہی ہوگی اور گرد پڑی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے باپ سے فرمائیں گے: کیا میں نے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ اُن کا باپ کہے گا کہ آج آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دِن مجھے آپ رسوا نہ کریں گے۔ اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ ہلاک ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنّت حرام کر دی ہے (تمہارا باپ عذاب سے بچ کر جنّت میں نہ جا سکے گا) پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے پُوچھا جائے گا کہ آپ کے پاؤں میں کیا ہے؟ وُہ نظر کریں گے تو ایک لتھڑا ہُوا بجُو نظر آئے گا، پھر اس بجُو کی ٹانگیں پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (بخاری)۔ —— اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی قُدرت سے آزر کو بجُو کی شکل میں کر دیں گے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی رسوائی نہ ہو اور ان کو اپنے باپ کی صُورت دیکھ کر ترس بھی نہ آوے۔ اللہ اللہ! یہ کس کے باپ کا انجام ہُوا؟ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے باپ کا! جو نبیوں کے باپ ہیں اور خُدا کے دوست، جن کی مِلّت کا اتباع کرنے کا

حکم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا جنہوں نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ کافر باپ کے حق میں ان کی سفارش بھی نہ چلی! کہاں ہیں وہ پیر فقیر جو نسب اور رشتہ پر فخر کرنے والے ہیں اور جو بُرے کرتُوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کے اُمیدوار بنے ہُوئے ہیں!

اعمال کا حساب اور اعمال کے تولنے کا ذکر

سب سے پہلے نماز کا حساب اس طور پر لیا جائے گا کہ اپنی تمام عمر میں کتنی نمازیں اُس نے پڑھی ہیں اور کتنی ذمہ واجب ہیں اور ارکان و آدابِ ظاہری و باطنی کیوں کر ادا کیے ہیں اور کس قدر نوافل پڑھے ہیں اور اگر اس کے فرائض[۱] ترک ہُوئے ہوں، تو ایک فرض کے عوض میں ستّر نوافل قائم ہو سکیں گے۔ نماز انسانی صُورت میں حاضر ہو جائے گی۔ جو نمازیں بلا خشوع و خضوع و ذکرِ الٰہی و درود و وظائف پڑھی گئی ہوں، وہ بے دست و پا ہوں گی۔ جن نمازوں میں اِن امورِ مذکورہ کا لحاظ رکھا گیا ہو، وہ نہایت آراستہ و پیراستہ ہوں گی۔ اس کے بعد دیگر عباداتِ بدنی کا بھی مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کا اسی طور پر حساب و کتاب ہو گا۔ نیز زُہد، حرصِ دینی علوم، خُون، زخم، اکل و شرب، ناجائز خرید و فروخت، حقوق العباد وغیرہ وغیرہ کا حساب ہو گا۔ ظالموں سے مظلوموں کو اس طور سے بدلہ دیا جائے گا کہ اگر ظالم نے نیکیاں کی ہیں، تو اس کے حسبِ ظلم مظلوموں کو دلوائی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہ حسب اندازۂ ظلم ظالم کی گردن پر ڈالے جائیں گے؛ البتہ ظالموں کا ایمان و عقیدہ نہ دیا جائے گا۔ بعض ایسے عالی ہمّت بھی ہوں گے کہ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اپنی نیکیوں کو بغیر کسی عوض کے دُوسروں کو بخش دیں گے؛ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی مقامِ میزان میں اِس قسم کے حاضر ہوں گے کہ ایک کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گے، دُوسرا ایسا ہو گا کہ جس کی صرف ایک نیکی ہو گی۔ اوّل الذکر کو حکم ہو گا کہ تو کہیں سے اگر ایک نیکی مانگ لائے تو نیکیوں کا پلڑا بڑھ جائے گا اور تو جنّت کا

---

[۱] امام احمد و ابُو داؤد

مستحق ہو جائے گا۔ وہ بے چارہ تمام لوگوں سے استدعا کرے گا، مگر کہیں سے کامیابی نہ ہوگی۔ آخر مجبوراً واپس آئے گا۔ جب آخر الذکر کو یہ حال معلوم ہوگا تو کہے گا کہ بھائی میری تو صرف ایک ہی نیکی ہے اور باوجود اتنی خوبیوں کے تجھ کو ایک نیکی بھی کسی نے نہ دی، بھلا مجھ کو کون دے گا۔ لے، یہ ایک نیکی بھی تو ہی لے لے، تاکہ تیرا کام تو بن جائے میرا اللہ مالک ہے۔ خداوند کریم اپنے بے انتہا فضل و کرم سے ارشاد فرمائے گا، اِن دونوں کو جنّت میں لے جا کر ایک درجہ میں چھوڑ دو۔

تمام چھوٹی و بڑی نیکیاں میزان میں داخل کر دی جائیں گی، لیکن اُن کا وزن حسبِ عقیدہ ہوگا۔ یعنی جس قدر عقیدہ پختہ و خالص ہوگا، اتنی ہی زیادہ وزنی ہوگی۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کی ننانوے بُرائیاں ہوں گی اور صرف ایک نیکی۔ اور یہ تولتے وقت بارگاہِ ایزدی میں عرض کرے گا۔ اے خداوند میری اِس نیکی کی اتنی بُرائیوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے کہ تولی جائے۔ جب میں دوزخ کے لائق ہوں، تو بغیر تولے مجھ کو بھیج دے۔ اُس وقت اِرشادِ باری ہوگا کہ ہم ظالم نہیں، یہ ضرور تولی جائے گی؛ چنانچہ جس وقت وہ بُرائیوں کے مقابلہ میں تولی جائے گی، تو اُس کا پلڑا جُھک جائے گا اور وُہ مستحقِ جنّت قرار پائے گا۔ (شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں) کہ میرے علم میں یہ نیکی شہادت فی سبیل اللہ ہے جو تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اگرچہ پُل صراط اور میزان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، مگر اظہر یہ ہے کہ میزان بہت سی ہوں گی؛ چنانچہ یہ آیۂ کریمہ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے یہی مفہوم ہے۔ اِسی طور سے یہ بھی قیاس میں آتا ہے کہ پل صراط بھی بہت سے ہوں گے، خواہ ہر اُمّت کے لیے یا ہر قوم کے لیے۔ واللہ اعلم۔

قبل اس کے کہ میدانِ محشر سے پُل صراط پر گزرنے کا حکم ہو، تمام میدانِ محشر میں اندھیرا چھا جائے گا۔ پسؔ ہر اُمّت کو اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا اہلِ

۱؎ یہ حدیث آخر تک ترمذی میں ہے۔

۲؎ قولہ تعالیٰ: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل)

ایمان کو نُور کی دو دو مشعلیں[1] عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی، دُوسری دائیں جانب اور جو اُن سے کم تر ہوں گے اُن کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو اُن سے کم ہوں گے اُن کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے آس پاس خفیف سی روشنی ہوگی اور ان سے بھی جو گئے گُزرے ہوں گے اُن کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی، جو کبھی بُجھے گی[2] اور کبھی روشن ہوگی۔ جو منافق ہوں گے جو ذاتی نُور سے بالکل خالی ہوں گے، بلکہ دُوسروں[3] کے نُور کی مدد سے چلیں گے۔ یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے، تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اُوپر پُل صراط ہے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہوگا کہ اِس پر ہو کر جنّت میں چلو۔

حاصل کلام جب میدانِ محشر سے پُل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی:

"اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرو تاکہ فاطمہؓ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پُل سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح[4]، بعض ہوا، بعض گھوڑے بعض اُونٹ، بعض معمولی رفتار کے مانند پُل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت و مشقّت کے ساتھ پُل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے انکس نکلیں گے جو اُن میں سے بعض کو تو چھوڑ دیں گے، بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اسی طرح سے رشتہ، امانتیں لوگوں کے ساتھ ہو جائیں گی۔ پس جنھوں نے اُن کی رعایت نہ کی ہو، اُن کو دوزخ میں کھینچ کر ڈال دیں گے۔ اِس وقتِ اعمالِ صالح مثلاً نماز روزہ، درود وظائف وغیرہ لوگوں کے دست گیر

---

[1] قولہٗ تعالیٰ: يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (سورۂ حدید)

[2] معالم التنزیل

[3] قولہٗ تعالیٰ: يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (الحدید)

[4] ترمذی و دارمی۔

ہوں گے اور خیرات آگ کے اور[1] ان کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی، اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی، مگر پیغمبران اُمتوں کے حق میں ربّ سلم ربّ سلم فرمائیں گے۔

قیامت کے روز

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں دُنیا ایسی حالت میں لائی جائے گی کہ بہت بوڑھی عورت بدصورت، کیری آنکھیں، دانت آگے کو نکلے ہُوئے لوگوں کے سامنے لاکر کھڑی کی جائے گی اور ان سے پُوچھا جائے گا کہ اس کو پہچانتے ہو، وہ کہیں گے خُدا کی پناہ یہ کیا بلا ہے؟ ان سے کہا جائے گا یہ وہی دُنیا ہے جس کی بدولت ایک نے دُوسرے کو قتل کیا، آپس میں قطع رحمی کی، اِسی کی وجہ سے تم آپس میں ایک دُوسرے سے حسد رکھتے تھے، بغض رکھتے تھے اور اس کے دھوکہ میں پڑے رہے۔ اس کے بعد اُس بڑھیا کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ چلّائے گی کہ میرے ساتھ ان کو بھی تو لاؤ، میرے پیچھے لگنے والوں کو بھی تو میرے ساتھ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہو گا کہ اس کے پیچھے چلنے والوں کو بھی اس کے ساتھ کرو۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا

"ہر گز خیال نہ کریں، ایسے لوگ جو ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بُخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل سے عطا کی ہے کہ یہ بات (یعنی بُخل کرنا) ان کے لیے کچھ اچھّی ہو گی (ہر گز نہیں) بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت بُری ہو گی، اس لیے کہ وہ لوگ قیامت کے دن طوق پہنائے جائیں گے۔ اس مال کا جس کے ساتھ بُخل کیا تھا (یعنی سانپ بنا کر ان کی گردنوں میں) ڈال دیا جائے گا اور اخیر میں آسمان و زمین (اور جو کچھ اُن کے اندر ہے لوگوں کے مر جانے کے بعد) اللہ ہی کا رہ جائے گا (تُم اپنے ارادہ سے اس کو دے دو۔ تو ثواب بھی ہو، ورنہ ہے تو اُسی کا) اور اللہ جل شانہٗ تمہارے سارے اعمال سے خبردار ہیں۔" (آل عمران: ع ۱۸)

ف۔ بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے

---

[1] صحیح بخاری میں آیا ہے اتقوا النار ولو بشق تمرۃ

کہ جس شخص کو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدّت کی وجہ سے اُس کے سَر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا جس کے مُنہ کے نیچے دو نقطے ہوں گے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا

"جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے خزانہ کے طور پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپؐ اُن کو بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجیے۔ وہ اس دن ہو گا جس دن ان کو (سونے چاندی کو) اوّل جہنّم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اُن سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پُشتوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تُم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا۔ اب اس کا مزہ چکھو جس کو جمع کر کے رکھا تھا۔" (توبہ: رکوع: ۵)

ف: عُلماء نے لکھا ہے کہ پیشانیوں وغیرہ کے ذکر سے آدمی کی چاروں طرف مُراد ہیں۔ پیشانی سے اگلا حِصّہ، پسلیوں سے دایاں اور بایاں اور پُشت سے پچھلا حِصّہ مُراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو داغ دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں مُنّہ سے قدم تک داغ دیا جانا وارد ہُوا ہے، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تین ۳ اعضاء کی خصوصیّت اس لیے ہے کہ ان میں ذراسی تکلیف بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور بعض عُلمائے نے لکھا ہے کہ ان تین کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ آدمی جب چہرہ سے فقیر کو دیکھتا ہے تو پہلو بچا کر اُس طرف پُشت کر کے چل دیتا ہے، اس لیے اِن تینوں اعضاء کو خصوصیّت سے عذاب ہے۔

غریبوں پر خرچ نہ کرنے کی سزا

"اور جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (نہایت ہی حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجُھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو خبر ہی نہ

ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی سب ختم کر دیتی (قیامت ہی نہ آتی جو حساب کتاب ہوتا) میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آیا۔ میری جاہ (آبرو) بھی جاتی رہی (اس کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا) اِس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنادو، پھر جہنّم میں اس کو داخل کر دو، پھر ایک ستّر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔ اِس لیے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا (اور خود تو کیا کھِلاتا) دُوسرے آدمیوں کو بھی غریب کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا پس نہ تو آج اس کا کوئی یہاں دوست ہے اور نہ اس کے لیے کوئی چیز کھانے کو ہے بجز غسلین کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا"

ف: غسلین کا مشہور ترجمہ دھووَن کا ہے۔ یعنی زخموں وغیرہ کے دھونے سے جو پانی جمع ہو جائے وہ غسلین کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے نقل کیا گیا کہ زخموں کے اندر سے جو لہو پیپ وغیرہ نکلتی ہے، وہ غسلین ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غسلین کا ایک ڈول اگر دُنیا میں ڈال دیا جائے، تو اُس کی بدبُو سے ساری دُنیا سڑ جائے۔ نوف شامی رحؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ زنجیر جو ستّر گز لمبی ہے۔ اِس کا ہر گز ستّر باع ہے اور ہر باع اتنا لمبا ہے کہ مکّہ مکرّمہ سے کوفہ تک پہنچے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ سے اور دُوسرے مفسّرین سے نقل کیا گیا کہ یہ زنجیر پاخانہ کی جگہ سے داخل کر کے ناک میں سے نکالی جائے گی اور پھر اس پر لپیٹ دی جائے گی جس سے وہ بالکل جکڑا جائے گا (درمنثور) اس آیت شریفہ میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے پر بھی عتاب ہے، اس لیے آپس میں اپنے عزیزوں کو اپنے احباب کو ملنے والوں کو غرباء پر مساکین کو کھِلانے پلانے پر خاص طور سے ترغیب دیتے رہنا چاہیے کہ دُوسروں کو ترغیب دینے سے اپنے اندر سے بھی بخل کا مادّہ کم ہوگا۔

مال کو خُدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا

"بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لیے جو پیٹھ پیچھے عیب نکالنے والا ہو، منہ در منہ طعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کر کے رکھتا ہے۔ (اور غایت محبّت سے) اس کو بار بار گنتا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اُس کا یہ مال اُس کے پاس

ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں۔ (یہ مال ہمیشہ نہیں رہے گا) خدا کی قسم یہ شخص ایسی آگ میں ڈال دیا جائے گا کہ اس میں جو چیز پڑ جائے، وہ آگ اس کو توڑ پھوڑ کر ڈال دے۔ آپ کو خبر بھی ہے، وہ کیسی توڑ دینے والی آگ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی آگ ہے جو دِلوں تک پہنچ جائے گی (یعنی دُنیا کی آگ تو جہاں بدن میں لگی، آدمی مر گیا اور وہاں چونکہ موت نہیں اس لیے بدن میں لگتے ہی دل تک پہنچ جائے گی اور دل کی ذرا سی بھی جلن بھی آدمی کو بہت محسوس ہوتی ہے) اور وہ آگ ان لوگوں پر بند کر دی جائے گی۔ اس طرح پر کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلنے والوں کی سزا

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی معراج کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے مردوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے بدن قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زینت اختیار کرتے تھے (یعنی حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلتے تھے) پھر میں نے ایک کنواں دیکھا جس میں نہایت سخت بدبُو آ رہی تھی اور اس میں چلّانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو (حرام کاری کے لیے) بنتی سنورتی تھیں اور ناجائز کام کرتی تھیں۔ پھر میں نے کچھ مرد اور عورتیں معلّق دیکھیں جو پستانوں کے ذریعہ سے لٹک رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ طعن دینے والے چغل خوری کرنے والے ہیں (درمنثور) اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے ان چیزوں سے محفوظ رکھے، بڑی سخت وعیدیں ہیں۔

یتیموں کا مال کھانے والوں کی سزا

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ قبروں سے ایسے اُٹھیں گے کہ اُن کے مُنہ میں آگ بھڑک رہی ہو گی۔ کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہوں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ

یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک قوم کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ اُونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں اور فرشتے اُن پر مسلّط ہیں کہ وہ اُن کے ہونٹوں کو چیر کر اُن میں آگ کے بڑے بڑے پتّھر مٹھونس رہے ہیں کہ وہ آگ مُنہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ نہایت آہ و زاری سے چلّا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔ ان کو آگ کھلائی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جلّ شانہٗ نہ تو جنّت میں داخل فرمائیں گے، نہ جنت کی نعمتیں اِن کو چکھنا نصیب ہوں گی۔ ایک وہ شخص جو شراب پیتا ہو، دُوسرے سُود خوار، تیسرے وہ شخص جو ناحق یتیم کا مال کھائے، چوتھے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے۔

بے عمل واعظوں کی سزا

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اس نوع کے کتنے ہی آدمی ہوں) لایا جائے گا اور اُس کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ جس سے اُس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ اُن کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکّی کا گدھا چکّی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکّی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنّم کے لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے اور اُس سے دریافت کریں گے۔ تجھے کیا ہُوا تُو تو ہم کو بھی اچھّی باتوں کا حکم کرتا تھا، بُری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ مَیں تم کو اس کا حکم کرتا تھا، لیکن خود اُس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مَیں نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ جہنّم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ مَیں نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمّت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اُس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ زبانیہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق میں مُبتلا ہوں کافروں سے بھی پہلے پکڑیں گے، وہ کہیں گے یہ کیا ہُوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہو رہی ہے۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ عالِم اور جاہل برابر نہیں ہوتے[1] یعنی تُم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں۔ زبانیہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنّم میں پھینکنے پر مامور ہے۔

ایک اَور حدیث میں ہے کہ بعض آدمی جہنّم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبُو اور تعفّن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن سے کہیں گے، تمہارا کیا عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے؟ ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مُبتلا تھے کیا کم تھی۔ تمہاری اس بدبُو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے۔ (ترغیب)

بے نمازی کی سزا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ، پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دُوسرے یہ کہ عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے جن کا حال سورۂ الحاقہ میں مفصّل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ نہایت خوش و خرّم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے، اور چوتھے یہ کہ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے، اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقے سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دُنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دُنیا کے پانچ تو یہ ہیں: اوّل یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دُوسرے یہ کہ صلحا کا نُور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی

---

[1] ترغیب

دعاؤں میں اُس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اوّل ذلت سے مرتا ہے، دُوسرے یہ کہ بھُوکا مرتا ہے، تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے۔ اگر سمندر بھی پی لے، تو پیاس نہیں بُجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں: اوّل قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دُوسرے میں گھُس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لمبے کہ ایک دن پورا چل کر ان کے ختم تک پہنچا جائے، میّت کو زخمی کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں ہوں گنجا سانپ۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظُہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشا تک اور عشا کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے، تو اس کی وجہ سے وہ مُردہ ستّر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اِسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نِکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں: ایک حساب سختی سے کیا جائے گا، دُوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصہ ہوگا، تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کُل میزان چودہ[۱۴] ہُوئی۔ ممکن ہے کہ پندرھواں بھُول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر او اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص۔ تیسری سطر جیسا کہ تُو نے دُنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

متکبّر کی سزا

۱۔ حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوبِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ "متکبّر قیامت میں چیونٹیوں کے مثل ہوں گے، ان کو اہلِ محشر روندتے ہوں گے۔ آگ ان کو چاروں طرف سے گھیرے گی۔ جہنّم کے ایک خاص قید خانہ میں ان کو عذاب کیا جائے گا جس کا نام

"بولس" ہے۔ اُن پر نہایت تیز آگ جلائی جائے گی اور ان کو دوزخیوں کے زخموں سے نکلا ہوا کچ لہو پینے کو دیا جائے گا۔" مراد یہ ہے کہ ان بدبختوں کی انتہائی تذلیل کی جائے گی۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ (حدیث قدسی جو رب العزت کی جانب منسوب ہو) اکبر اور عظمت میری دو چادریں ہیں جو ان کو مجھ سے چھینتا اور کھینچا تانی کرتا ہے میں اُس کو جہنم میں ڈالوں گا۔" یعنی یہ دو وصف میرے ہی لیے خاص ہیں۔ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی میرے ہی لیے زیبا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۳۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جہنم سے مطلع نہ کر دوں۔ ہر وہ شخص جس کا دل سخت ہو، حرام کے مال سے موٹا ہو گیا ہو، تکبر کا عادی ہو۔ یاد رکھو! جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور و تکبر ہو گا، تو اس کو خدائے تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا[1] (بخاری، مسلم)

۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کبر سے بچو، کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔ حرص سے بچو، حرص ایسی بُری چیز ہے جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکال پھینکا۔ حسد سے بچو، حسد وہ بُری بلا ہے جس نے قابیل سے ہابیل کو قتل کرا دیا۔" (ابن عساکر) مطلب یہ ہے شیطان نے تکبر کے باعث سجدہ سے انکار کیا

---

[1] بعض روایتوں میں متکبر کے ساتھ فقیر اور مسکین کی قید بھی آئی ہے۔ جیسے "طبرانی" میں ہے کہ جنت میں تین شخص داخل نہیں ہوں گے۔ ایک وہ فقیر جو باوجود غربت کے خود بینی اور تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ بوڑھا جو بڑھاپے میں بھی زنا نہیں چھوڑتا۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر اپنی نیکی اور عبادت کا احسان رکھتا ہے۔ فقیر اور مسکین کی قید اس لیے بڑھائی کہ فقیری اور مفلسی کا تقاضا تو یہ تھا کہ متواضع ہوتا، لیکن اگر کوئی باوجود غربت اور احتیاج کے متکبر ہو تو نہ معلوم مالداری کی حالت میں اس کا کیا حال ہو گا۔

اور آدم علیہ السّلام نے حرص کی وجہ سے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا اور قابیل نے حسد کے باعث اپنے بھائی کو مار ڈالا۔

پیشاب میں احتیاط نہ کرنے والے کی سزا

حضرت شفی ابن ماتع اصبحی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "دوزخ میں ایک شخص اپنی انتڑیوں کو کھینچتا ہوگا۔ اہل دوزخ اس سے پریشان ہوکر دریافت کریں گے کہ تُو کیا عمل کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں پیشاب احتیاط سے نہیں کرتا تھا اور بے پروائی سے ہر جگہ پیشاب کرنے بیٹھ جاتا تھا۔" (طبرانی، کبیر، ابن ابی الدنیا)

روزہ خور کی سزا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں اور اُن کے جبڑے چرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ روزہ خور ہیں جو رمضان کے ختم ہونے سے پیشتر ہی روزوں کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ (ابنِ خزیمہ)

ضرورت سے زیادہ مکان بنانے کی سزا

حضرت ابنِ مسعودؓ سے طبرانی کی ایک منقطع روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جو شخص ضرورت سے زیادہ مکان بنائے گا، تو قیامت میں ان مکانات کو اس شخص پر لادنے کا حکم دیا جائے گا۔"

۲۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جب کوئی شخص بلا ضرورت و حاجت اور بلا اکراہ گیارہ فٹ سے زیادہ اونچی تعمیر لے جاتا ہے، تو اس کو "افسق الفاسقین" کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر کہاں تک بلندی کا ارادہ ہے۔"

(ابن ابی الدنیا)

کسی کی زمین دبانے والے کی سزا

حضرت یعلیٰ بن مرہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی شخص کی ایک بالشت زمین ظلم سے دبالی، تو یہ زمین قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق ہو گی اور یہ ایک بالشت کی مقدار بھی ساتوں زمینوں تک ہو گی۔" یعنی زمین کے ساتوں حصّے پُورے کیے جائیں گے اور اوپر سے لے کر زمین کی گہرائی تک کا پُورا حصّہ طوق بنایا جائے گا اور اس غاصب کی گردن میں وہ طوق پہنایا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

مُراد یہ ہے کہ اس کو مجبُور کیا جائے گا کہ اس وزن کو اُٹھائے یا اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور گردن تک دھنسنے کے بعد زمین خود بخود طوق کی طرح گردن میں آجائے گی۔

غیبت کرنے والوں کی سزا

حضرت علا بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی بے عیب کو عیب لگانے والے اور چغل خوری کے لیے چلنے پھرنے والے، اِن دونوں جماعتوں کا حشر کُتّوں کی صُورت میں ہو گا۔ (ابو الشیخ)

۲۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں دیکھا کہ ایک قوم مُردار اور مرے ہُوئے جانور کھا رہی ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی غیبت کرتے تھے۔

۳۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اپنے ناخنوں سے اپنے منہ اور سینہ کو چھیل رہے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے عرض کیا جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی غیبت کرتے تھے اور اُن کی آبروریزی کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

۴۔ حضرت راشد بن سعدؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَیں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ چھاتی کے بَل لٹکے ہُوئے ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا، یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا یہ عیب چیں اور غیبت کرنے والے"۔ (احمد)

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے کہ ایک بدبُودار ہوا کا جھونکا آیا۔ فرمایا، تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے؟ یہ اِن لوگوں کی بدبُو ہے جو مُسلمانوں کی غیبت کیا کرتے ہیں۔ (احمد۔ ابن ابی الدنیا)

۶۔ حضرت ابُوسعید خدریؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی سخت ہے۔ زنا توبہ سے معاف ہو جاتا ہے، لیکن غیبت جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے، معاف نہیں ہو سکتی"۔ (طبرانی۔ ابن ابی الدنیا)

استہزاء بالمسلم اور دورُخہ پالیسی کی سزا

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "ایک شخص کو جنّت کا دروازہ کھول کر بُلایا جائے گا۔ جب وہ قریب پہنچے گا، تو بند کر لیا جائے گا۔ پھر دُوسرے دروازے سے آواز دی جائے گی، وہاں بھی یہی سلوک ہو گا۔ غرض یہاں تک کہ وہ نااُمید ہو کر جانا چھوڑ دے"۔ (بیہقی)

یہ اُس شخص کی سزا ہے جو لوگوں سے مذاق کیا کرتا تھا اور لوگوں کو دھوکا دیا کرتا تھا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "بدترین انسان وہ شخص ہے جو دو منہ رکھتا ہے۔ ایک منہ سے ایک کے پاس جاتا ہے، دُوسرے مُنہ سے دُوسرے کے پاس جاتا ہے"۔ (مالک، بخاری، مسلم)

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جو دُنیا میں دو منہ رکھتا ہے یعنی کسی سے کچھ اور کسی سے کچھ کہتا ہے، تو قیامت میں اس کے دو مُنہ ہوں گے اور دونوں مُنہ آگ کے ہوں گے"۔ (طبرانی)

۴۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ "اس کے لیے آگ کی دو زبانیں ہوں گی"۔

لواطت اور بہائم سے زنا وغیرہ

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "بڑا ڈر مجھ کو اپنی اُمّت پر قومِ لُوط کے فعل کا ہے۔" (ابن ماجہ، ترمذی)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جب کسی قوم میں لواطت کی کثرت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیتا ہے اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتا کہ یہ قوم کسی جنگل میں ہلاک کر دی جائے۔" طبرانی، انتہائی استغنا اور بے پروائی کا اظہار فرماتا ہے۔

۳۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: سات قسم کے گنہگاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہو جاتی ہے (۱) اغلام کرنے والا ملعون ہے، یہ تین بار فرمایا (۲) جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ (۳) جو شخص کسی جانور سے وطی کرے، وہ ملعون ہے۔ (۴) جس نے بیوی اور اُس کی ماں یعنی ساس کو جمع کیا، وہ ملعون ہے (جمع کرنا نکاح میں یا زنا میں) (۵) ماں باپ کا نافرمان ملعون ہے (۶) جس نے زمین کے حدود علامات کو بدل دیا وہ ملعون ہے۔ (۷) جس غلام نے اپنے آپ کو غیر مولیٰ کی طرف منسُوب کیا وہ ملعون ہے (طبرانی، بیہقی وغیرہ)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ "بہائم سے بُرا کام کرنے والا چوبیس گھنٹے خُدا کے غضب میں رہتا ہے۔" (طبرانی، بیہقی)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے زمین کے نشانات مٹائے، خُدا اُس پر لعنت کرے، جس نے اندھے کو راستہ سے بھٹکایا خدا اُس پر لعنت کرے۔ جس نے والدین کو گالی دی، خدا اس پر لعنت کرے۔ جس نے غیر مولیٰ اور آقا کی طرف اپنے آپ کو منسُوب کیا، تو خدا اُس پر لعنت کرے۔ جس نے لُوط کی قوم کا سا عمل کیا، خدا اُس پر لعنت کرے۔" یہ آخری فقرہ

آپؐ نے تین بار فرمایا (بیہقی)

۶۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے۔ آپؐ نے جانور سے وطی کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ (ابوداؤد)

اگرچہ جانور لائق توبیخ نہیں ہے، لیکن زجراً ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تین شخصوں کا لاالٰہ الا اللہ" بھی قبول نہیں۔ (۱) اغلام کرنے اور کرانے والا (۲) وہ دو عورتیں جو آپس میں ناجائز تعلق رکھتی ہیں۔ (۳) بادشاہ ظالم۔" (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں کا کلمۂ شہادت بھی اِن کو عذاب سے بچانے میں مفید نہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔

۸۔ حضرت ابنِ عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جو کسی مرد سے لواطت کرے یا کسی عورت سے لواطت کا ارتکاب کرے۔" (ترمذی، نسائی، ابن حبان)

۹۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال لواطت صغریٰ ہے۔" (احمد۔ بزار)

۱۰۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال کرنے والا ملعون ہے۔"[1] (طبرانی)

۱۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "عورت سے لواطت کرنے والا کافر ہے۔" (طبرانی)

یعنی سخت نافرمان ہے کہ فطری چیز پر قادر ہوتے ہُوئے غیر فطری چیز کا استعمال کر رہا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی عورت سے حیض کی حالت میں جماع کیا یا عورت کے غیر فطری

---

[1] عربی میں اِس قسم کے فعل کو سحق اور اُردو میں چپٹی کہتے ہیں۔

مقام کو استعمال کیا یا کاہن اور نجومی کی تصدیق کی، تو اُس نے قرآن کا انکار کیا۔ (ترمذی، نسائی)

۱۳۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اللہ سے حیا کرو۔ اللہ تعالیٰ حق کے اظہار سے نہیں شرماتا۔ عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال حلال نہیں۔" (دارقطنی)

دو بیویوں میں عدمِ مُساوات کی سزا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں مساوات نہ کرے اور عدل و انصاف سے جی چرائے، تو وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں ہوگا کہ اس کا نصف بدن مفلوج ہوگا۔" (ترمذی)

تین شخص جنّت میں نہ جائیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ہیں جو کبھی جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ ایک دَیُّوث، دوسرے شراب کا عادی، تیسرے عورتوں[۱] کی نقل اُتارنے والا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! شراب کے عادی کو تو ہم سمجھ گئے۔ لیکن "دَیُّوث" کون شخص ہے؟ سرکار نے ارشاد فرمایا: "دَیُّوث" وہ بے حیا انسان ہے، جسے اس بات کی پروا نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے۔ (طبرانی)

ماں کی نافرمانی کی دُنیا میں سزا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ "علقمہ" نامی ایک شخص جو نماز روزہ کا بہت پابند تھا جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو اُس کے مُنہ سے باوجود تلقین کے کلمۂ شہادت جاری نہ ہوتا تھا۔ علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

---

[۱] بعض روایتوں میں مرد کے بجائے عورت کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورت کی نقل اُتارنے والا مرد جنّت میں نہ جائے گا۔ اسی طرح وہ عورت بھی جنت سے محروم رہے گی جو عورت ہو کر مردوں کی مخصوص وضع قطع اختیار کرے۔

کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی۔ آپؐ نے دریافت کیا، علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟ معلوم ہُوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے۔ آپؐ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ مَیں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آتی ہو یا مَیں تمہارے پاس آؤں۔ علقمہ کی والدہ نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مَیں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی، بلکہ مَیں خود ہی حاضر ہوتی ہوں۔ چنانچہ بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا، تو اُس نے کہا علقمہ نہایت نیک آدمی ہے، لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلہ میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے، اِس لیے میں اس سے ناراض ہُوں۔ آپ نے فرمایا اگر تُو اس کی خطا معاف کر دے، تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، لیکن اس نے انکار کیا۔ تب آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلا دو۔ بڑھیا یہ سُن کر گھبرا گئی اور اُس نے حیرت سے دریافت کیا کہ کیا میرے بچّے کو آگ میں جلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں! اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ہمارا عذاب ہلکا ہے۔ خدا کی قسم جب تک تُو اس سے ناراض ہے، نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔ بڑھیا نے کہا میں آپ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ مَیں نے علقمہ کا قصور معاف کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا: "دیکھو، علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہُوا یا نہیں؟" لوگوں نے بیان کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو گیا اور کلمۂ شہادت کے ساتھ اُس نے انتقال کیا۔ آپؐ نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا: "مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی، تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ خُدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل۔ یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اُس کو راضی کرے، اس کی رضا ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور خُدا تعالیٰ کا غصّہ اس کے غصّہ میں پوشیدہ ہے۔" (طبرانی)

بے گناہ مُسلمان کے قتل کی سزا

۱۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "اگر سارے زمین و آسمان والے مِل کر کسی بے گناہ مُسلمان کو قتل کریں گے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سب کو اوندھے مُنہ دوزخ میں ڈالے گا۔" (طبرانی)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ قیامت میں مقتول کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دُوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان پکڑے ہُوئے ہوگا۔ مقتول کی رگوں سے تازہ خُون بہہ رہا ہوگا۔ یہ اِسی حالت میں عرش کے نزدیک پہنچ کر عرض کرے گا کہ الٰہی مجھے اس نے قتل کیا ہے۔ حضرتِ حق کی طرف سے قاتل کو پیغام ہلاکت سنایا جائے گا اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔" (ترمذی)

خودکشی کرنے والے کی سزا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس نے اپنی جان کو ہلاک کیا، تو قیامت میں اس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ اپنی جان کو ہلاک کرتا رہے گا اور پھر جس طرح سے اپنی جان کو ہلاک کیا اُسی طرح دوزخ میں ہلاک کرتا رہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا، وہ پہاڑ سے گرایا جاتا رہے گا اور جس نے زہر پیا، وہ زہر پلایا جاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چُھری سے قتل کیا وہ چھری سے ذبح ہوتا رہے گا۔" (بخاری، مُسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس فعل سے خُودکشی کا وقوع ہُوا ہے دوزخ میں اس کا فعل کا اس کے ساتھ استعمال ہوتا رہے گا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اپنا گلا گھونٹا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جائے گا اور جس نے اپنے آپ کو زخم لگایا، وہ زخم لگایا جائے گا۔ (بخاری)

۳۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیر بھونک کر

خودکشی کرلی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔" (ابن حبان)

۴۔ حضرت جندبؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "ایک زخمی آدمی نے اپنے آپ کو مرنے سے پہلے قتل کرلیا، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا' "اے میرے بندے تُو نے اپنی جان دینے میں جلدی کی۔ مَیں نے تجھ پر جنت کو حرام کر دیا۔" (بخاری)

۵۔ حضرت ابو قلابہؓ ثابت بن ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس نے قسم کھائی کُفر پر تو وہ ویسا ہی ہے (یعنی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باوجود جھُوٹے ہونے کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر مَیں جھوٹا ہُوں تو یہودی ہوکر یا نصرانی ہوکر یا کافر ہوکر مروں، تو ایسے شخصوں کے لیے فرمایا کہ اس نے جیسا کہا اس کے لیے ویسا ہی ہوگا)، جس نے اپنی جان کو قتل کیا۔ قیامت کے دن اس پر سخت عذاب ہوگا۔ مُسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے ہم پلّہ ہے۔ کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگانا اس کو قتل کر دینے کے برابر ہے۔ جس نے اپنی جان کو کسی چیز سے ذبح کیا، تو وہ قیامت کے دن اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔" (بخاری)

ظالم حاکم کی سزا

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "قیامت میں ظالم حاکم سے اس کی رعایا جھگڑا کرے گی اور حجت و دلائل بحث و مباحثے سے اس پر غالب آجائے گی، تو اس ظالم کو حکم ہوگا کہ جاؤ جہنّم میں ایک گوشہ تمہارے لیے خالی ہے اُسے پُر کرو۔" (بزار)

۲۔ حضرت ابو مُوسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جہنّم میں ایک جنگل کا نام "ہب ہب" ہے۔ اس جنگل میں ظالم مجسٹریٹ عذاب کیے جائیں گے۔ اللہ کو یہ حق ہے کہ ہر ظالم کو اس جنگل میں عذاب کرے۔" (طبرانی)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

نے میرے حجرہ میں بیٹھ کر ظالم حاکم کو بد دُعا دی ہے۔ آپ نے فرمایا" اے اللہ! جو شخص میری اُمت کا امیر یا ولی بنایا گیا، پھر اُس نے میری اُمت پر سختی کی تو تُو بھی اس ظالم پر سختی کر۔" (مسلم، نسائی)

۱۴۔ حضرت ابو عوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے الفاظ یہ ہیں: "جس والی اور حاکم نے میری اُمّت پر سختی کی، اس پر اللہ کی لعنت۔" (ابو داؤد)

رشوت لینے والے کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہوا، وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا، پھر اگر وہ "راشی" نہ تھا اور اس کے تمام فیصلے حق پر مبنی تھے، تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ راشی تھا اور لوگوں سے مال لے کر فیصلے حق کے خلاف کرتا تھا، تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔ (طبرانی)

شراب پینے والوں کی سزا

۱۔ حضرت ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اس اُمّت کے بعض افراد رات دن شراب اور لہو ولعب میں گزاریں گے، تو ایک دن صبح کو یہ لوگ بندر اور سؤر کی صُورتوں میں مسخ کر دیے جائیں گے۔ ان میں خسف بھی ہوگا (زمین دھنسا دینا)، ان پر آسمان سے پتّھر بھی برسیں گے۔ لوگ کہیں گے آج کی رات فلاں محلّہ دھنس گیا۔ آج کی رات فلاں گاؤں زمین میں دھنس گیا۔ ان پر لُوط کی قوم کی طرح پتّھر برسیں گے اور قوم عاد کی طرح آندھیوں سے تباہ کیے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ لوگ شراب پئیں گے اور سُود کھائیں گے، ریشمی لباس استعمال کریں گے۔ گانے والیاں اُن کے پاس جمع ہوں گی اور قطع رحم کریں گے۔" (احمد، ابن ابی الدنیا)

مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا فسق و فجور ان کے ہاں رائج ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس

نے زنا کیا یا شراب پی، تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا ایمان چھین لیتا ہے۔ جس طرح کسی سے اس کے کپڑے اُتروا لیے جائیں۔" (حاکم)

۳۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی، دُوسرا قاطع رحم، تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔ جو شراب سے توبہ کیے بغیر مر جائے گا۔ اس کو قیامت میں غوطہ کا پانی پلایا جائے گا۔" کسی نے دریافت کیا غوطہ کیا ہے؟ فرمایا "غوطہ ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرمگاہ کا کچ لہو بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبو ہو گی کہ اس سے اہلِ دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔" (احمد، ابو یعلیٰ، ابنِ حبان)

قرآن پاک کو بھلانے کی سزا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور پھر اُسے (غفلت و سُستی کی وجہ سے) بھلا دیا، وہ اللہ سے اس حال میں مُلاقات کرے گا کہ اَجذَم ہو گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اجذم ہو گا، یعنی کوڑھ ہو گا۔ اس کے ہاتھ کی اُنگلیاں گری ہوئی ہوں گی اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دانت گرے ہُوئے ہوں گے۔ (لمعات) بظاہر یہ آخری معنی ہی زیادہ مُناسب معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ قرآن پڑھتے رہنے سے یاد رہتا ہے اور پڑھتے رہنا زبان اور دانتوں کا عمل ہے۔ لہٰذا اس کی سزا دانتوں کا ندارد ہونا ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے، تو مَیں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت آتی ہو اور پھر وہ اُسے بھول جائے۔ (ترمذی)

عہد توڑنے کی سزا

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ قیامت کے روز ہر غادر (یعنی عہد توڑنے والے) کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، جو اس کے پاخانے کے مقام پر لگا ہوگا۔ (مسلم شریف)

زانیوں کی سزا

زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کو میلوں لمبا کر دیا جائے گا، پھر اُن پر سانپ اور بچھو مسلّط کر دیے جائیں گے جو اُن کی شرمگاہوں کو کاٹیں گے۔ پیاس کی شدت سے وہ چیخیں گے اور کہیں گے ہمیں پانی پلاؤ، پھر اُن کو بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلا ہُوا پیپ اور خُون کھولتا ہُوا پلایا جائے گا۔ جس کے پینے سے زانیوں کی انتڑیاں کٹ کٹ کر اُن کے چوتڑوں کے راستہ سے باہر گر پڑیں گی۔ یہ عمل اُن کے ساتھ عرصہ دراز تک دُہرایا جائے گا۔

پانچ برائیوں کی وجہ سے یہ اُمّت تباہ کر دی جاوے گی

حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جب میری اُمّت میں پانچ باتیں شروع ہو جائیں گی تو یہ تباہ کر دی جائے گی۔ (۱) آپس میں ایک دُوسرے پر لعنت کرنا۔ (۲) شراب کا بکثرت پینا۔ (۳) ریشمی کپڑوں کا پہننا۔ (۴) گانے والیوں کی کثرت اور ان کا اجتماع (۵) مردوں کا مردوں اور عورتوں کا عورتوں سے اپنی خواہش پُوری کر لینا۔" یعنی "لواطت" و "مساحقت" (اغلام وچپٹی بازی)۔ (بیہقی)

مُنافقین کی بدحالی

جب مُسلمان پل صراط پر چڑھ جائیں گے، تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر فریاد کریں گے: بھائیو! ذرا ٹھہرنا کہ تمہارے نُور کے طفیل سے ہم بھی چلے چلیں۔ وہ جواب دیں گے ذرا پیچھے چلے جاؤ۔ جہاں سے ہم نُور لائے ہیں تم بھی وہیں سے لے آؤ۔ پس جب پیچھے جائیں گے تو وہاں بے انتہا تاریکی اور ہَول دیکھیں گے۔ آخر کار نہایت بے قرار ہو کر واپس لوٹیں گے اور دیکھیں گے کہ پُل صراط کے سرے پر ایک بہت بڑی دیوار قائم ہے اور دروازہ بند ہو گیا ہے۔ پس نہایت ہی گڑگڑا کر مسلمانوں کو پُکاریں گے کہ کیا دُنیا میں ہم تمہارے

ساتھ نہ تھے جو اب ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم ساتھ تو تھے، لیکن بظاہر، اور دل میں شک و شبہہ کرتے ہوئے ہمارے حق میں بُرائیاں اور کفّار کی بھلائیاں چاہتے تھے؛ لہٰذا مناسب ہے کہ جن کا ساتھ دیتے تھے انہیں سے جا ملو۔ اسی اثنا میں آگ کے شعلے اُن کو گھیر کر جہنّم کے سب سے نیچے کے درجے میں پہنچا دیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی و ہوا کی رفتار کے موافق پُل صراط پر سے گزریں گے۔ وہ پُل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سُنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی، لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں۔ اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پُل صراط سے اُتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے۔ دُنیا میں جو ایک دُوسرے سے شکایت رکھتے تھے۔ وہ سب ایک ہو جائیں گے۔

رسولِ پاکؐ جنّت کا قفل کھولیں گے

جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے دستِ مُبارک سے جنّت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے۔ یہاں پہنچ کر آپ اپنی اُمت کی تفتیشِ حال کریں گے۔ اُس وقت آپ کی اُمّت تمام اہلِ جنت کا چہارم حصّہ ہوگی۔ دریافتِ حال کے بعد جب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابھی میری اُمّت میں سے ہزارہا آدمی دوزخ میں پڑے ہیں، تو بوجہ اِس کے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، غمگین ہو کر درگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔" اے خُدا میری اُمّت کو دوزخ سے خلاصی دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سات روز تک سر بسجُود رہ کر عجیب و غریب حمد و ثنا بیان فرمائیں گے، تب بارگاہِ الٰہی سے حُکم ہو گا کہ جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان ہو اُس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپؐ کو دیکھ کر دُوسرے پیغمبرؑ بھی اپنی اپنی اُمّتوں کی شفاعت کریں گے۔ پس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بحکمِ الٰہی فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر معیتِ اُمّت دوزخ کے کنارے پہنچ کر فرمائیں گے۔ اپنے اپنے رشتہ داروں اور واقف کاروں کو یاد کر کے ان کی نشانی بتاؤ تاکہ یہ فرشتے اُن کو دوزخ سے نکال لیں؛ چنانچہ ایسا ہی ہوگا۔ علاوہ ازیں شہداء کو ستّر، حافظوں کو دس۔ علماء کو حسبِ

مراتب لوگوں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ جب آپؐ اِن کو لے کر جنّت میں تشریف لائیں گے، تو آپؐ کی اُمّت اس وقت تمام اہلِ جنّت کا تیسرا حصّہ ہوگی، پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم تفتیش فرمائیں گے کہ اب میری اُمّت میں سے کس قدر دوزخ میں باقی ہیں؟ جواب ہوگا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ابھی تو ہزارہا دوزخ میں موجود ہیں۔" آپؐ پھر بدستورِ سابق بارگاہِ ایزدی میں شفاعت کریں گے۔ حکم ہوگا کہ جس کسی کے دل میں رّائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اُس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ پس آپ بدستورِ سابق علماء، اولیاء، شہداء وغیرہ کو دوزخ کے کنارے لے جا کر فرمائیں گے کہ اپنے اپنے رشتہ داروں، واقف کاروں وغیرہ کو یاد اور پہچان کر کے دوزخ سے نکلوا لاؤ۔ اس وقت بھی ہزارہا آدمی دوزخ سے رہا ہو کر جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ اب آپؐ کی تمام اہلِ جنّت کا نصف حصّہ ہوگی۔ اس شفاعت کے بعد آپ پھر دریافت فرما کر بدستور ہائے سابق شفاعت کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا کہ جس کے دل میں آدھے ذرّے[1] کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پس بدستورِ سابق ایک بہت بڑی تعداد جہنّم سے برآمد ہو کر جنّت میں داخل ہوگی۔ اس وقت آپؐ کی اُمّت تمام اہلِ جنّت سے دوچند ہو جائے گی اور موحّدین میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں رہے گا، مگر وہ مومنین جن کو انبیاء علیہم السّلام کا توسّل حاصل نہ ہو یعنی ان کو پیغمبروں کے آنے کا علم نہیں ہُوا ہو، وہ جو پیغمبروں کو معلوم کر کے منحرف ہو گئے ہوں، ان کے حق میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم شفاعت کریں گے، مگر خداوند کریم فرمائے گا کہ ان سے تمہارا کوئی تعلّق نہیں، بلکہ اِن کو میں خود بخشوں گا۔ اِسی اثنا میں مشرکین اور ان موحّدین میں نزاع ہوگا۔ مشرکین بطور طعنہ کہیں گے کہ تُم تو توحید[2] کے متعلّق دُنیا میں ہم سے جھگڑتے تھے اور اپنے تئیں سچے بتاتے تھے، مگر معلوم ہُوا کہ تمہارا خیال محض خام تھا۔ دیکھو ہم اور تُم یکساں ایک ہی بلا میں مُبتلا ہیں۔ پس اس وقت خدائے قدوس فرمائے گا۔ کیا انہوں نے شرک و توحید کو یکساں سمجھ لیا ہے۔ قسم ہے عزّت و جلال کی کہ

---

[1] صحیح بُخاری [2] صحیح بُخاری و مسلم شریف [3] صحیح بخاری و مسلم شریف

میں کسی موحّد کو مُشرک کے برابر نہ کروں گا۔ پس ان تمام موحّدین کو اس روز کے آخر میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے، دوزخ سے اپنے دستِ قُدرت سے نجات دے گا۔ اُس وقت اُن لوگوں کے جسم کوئلہ[1] کی طرح سیاہ ہوں گے؛ لہٰذا آبحیات کی نہریں جو جنّت کے دروازوں کے سامنے ہے غوطہ لگادیں گے جس سے انکے بدن صحیح و سالم ہوکر تروتازہ ہوجائیں گے اور ایک مُدّت کے بعد جنّت میں داخل ہوں گے، مگر اُن کی گردنوں پر ایک سیاہ داغ رہے گا اور اہلِ جنّت میں ان کا لقب جہنمی ہوگا۔ پس وہ ایک مُدّت کے بعد درگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے "خداوندا جب تُونے دوزخ سے ہم کو نجات دی، تو اس نشان ولقب کو بھی اپنے فضل وکرم سے ہم سے دُور کردے"۔ پس خُدا کی مہربانی سے وہ نشان اور لقب بھی اُن سے دُور ہوجائے گا۔ سب[2] سے آخری شخص جو دوزخ سے برآمد ہوکر جنّت میں داخل کردیا جائے گا، ایک ایسا شخص ہوگا کہ اس کو دوزخ سے نکال کر کنارہ پر بٹھادیا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُس کو ہوش آئے گا، تو کہے گا کہ میرے مُنہ کو اس طرف سے پھیر دو۔ پس اس سے عہد لیا جائے گا کہ اس کے سوا اور کچھ تو نہ مانگے گا۔ جب وہ پُختہ عہد کرلے گا، تو اُس کا مُنہ پھیر دیا جائے گا۔ جب وہ جنّت کی جانب نظر کرے گا، تو اس کو نہایت تروتازہ درخت دکھائی دیں گے۔ پس وہ شور مچائے گا الٰہی مجھ کو وہاں پہنچا دیا جائے اور اسی ترتیب سے خوشنما درخت و عُمدہ مکانات کو دیکھ کر نقضِ عہد کرتا ہُوا جنّت کے پاس پہنچ جائے گا، اور جب وہ جنّت کی تروتازگی و رونق دیکھے گا، تو تمام عہودِ سابقہ کو توڑ کر نہایت گِڑگڑا کر جنّت میں داخل ہونے کا خواستگار ہوگا۔ لیکن جب اِس کو جنّت میں داخل ہونے کی اجازت مِل جائے گی تو اس خیال میں پڑ جائے گا کہ جنّت تو معمُور ہو چکی ہے اب میرے لیے اس میں مکان کی گنجائش کہاں ہوگی۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ وہاں جگہ کی کمی نہیں ہے۔" عرض کرے گا کہ خداوندا شاید تُو مجھ سے تمسخر کرتا ہے۔ حالانکہ تُو رب العالمین ہے۔ خداوند کریم فرمائے گا

---

[1] صحیح بُخاری ومسلم شریف [2] یہ مضمون آخر تک صحیح بخاری ومسلم شریف میں موجود ہے۔

کہ جس قدر تجھے مانگنا ہو، مانگ لے، مَیں اس سے دو چند عطا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گا اور یہ اہلِ جنّت میں سے اَدنیٰ مرتبہ کا ہے۔

اہلِ دوزخ اور اہلِ جنّت کی باہم گفتگو

جب تمام اہلِ جنّت اپنے اپنے مقاموں پر برقرار ہو جائیں گے تو مُلاقات کے وقت ایک دُوسرے سے کہیں گے۔ فلاں دوزخی ہم سے حق باتوں پر جھگڑتا تھا۔ نہ معلوم اَب وہ کس حالت میں ہے۔ پس ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور بینائی میں قوّت عطا کی جائے گی کہ جس سے وہ دوزخی بہت آہ وزاری کر کے جنّت کے کھانے اور پانی طلبؔ کرے گا۔ یہ جواب دیں گے کہ جنّت کی نعمتوں کو خُدا نے تُم پر حرام کر دیا ہے، مگر تُم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو کیوں کر سچّا پایا؟ کیونکہ ہم نے تو تمام وعدوں کو بے کم و کاست بجا اور درست پایا۔ وہ نہایت ہی پشیمانی اور عاجزی ظاہر کرے گا۔ اس کے بعد اہل جنّت کھڑکی بند کر لیں گے۔

سرداروں پر لعنت

سورۂ سبا میں فرمایا: "کاش تم وہ وقت دیکھو جب ظالم اپنے پروردگار کے پاس کھڑے ہوئے ایک دُوسرے پر بات ٹال رہے ہوں گے جو لوگ دُنیا میں چھوٹے سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو دُنیا میں بڑے سمجھے جاتے تھے اگر تُم نہ ہوتے، تو ہم یقیناً مومن ہوتے۔ (یہ سُن کر) بڑے لوگ چھوٹے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تُم کو ہدایت سے روکا تھا؟ جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی، بلکہ تُم خود محروم ہوئے۔ وہ بڑوں کو جواب دیں گے بلکہ تمہارے رات دن کے فریب اور چالبازیوں نے ہی (ہمیں گمراہ کیا) جب تُم ہمیں اللہ پاک کے ساتھ کُفر کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے۔

لے قولہٗ تعالیٰ: وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ (سورۂ اعراف)

اِن آیات میں باطل کے سرغنوں، کفر و شرک کے لیڈروں اور ان کی بات پر چلنے والوں کا آپس میں جو مباحثہ قیامت کے روز حضورِ خداوندی میں ہوگا اس کو نقل فرمایا ہے۔ چھوٹے کہیں گے کہ لیڈرو تُم نے ہمارا ناس مارا اور خُدا سے باغی کیا۔ لیڈر کہیں گے کہ ہم نے کب تُم کو کفر و شرک پر مجبور کیا اور کب تمہارا ہاتھ پکڑ کر روکا۔ تُم نے خود ہی کفر کیا۔ خود مجرم ہو، چھوٹے کہیں گے کہ تُم نے زبردستی تو مجبور نہ کیا تھا مگر تمہاری چالوں اور فریب کاریوں نے ہم کو حق ماننے اور اللہ کے رسولوں کے اتباع سے باز رکھا۔

سورۂ صافات میں فرمایا: "اور ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب و سوال کرنے لگیں گے جو تابع تھے وہ اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ ہمارے پاس تمہاری آمد بڑے زور سے ہوا کرتی تھی۔ لیڈر کہیں گے، بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تُم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں، بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی کہ ہم کو مزا چکھنا ہے تو ہم نے تُم کو بہکایا، ہم خود بھی گمراہ تھے۔"

چھوٹے اور عوام اپنے لیڈروں اور سرغنوں پر الزام رکھیں گے کہ تُم نے ہمارا ناس کر دیا اور بڑے زور شور سے تم ہمارے پاس آتے اور تقریروں، تحریروں سے ہم پر زور ڈالتے اور باطل کی طرف بُلاتے اور حق کے ماننے سے روکتے تھے۔ لیڈر جواب میں کہیں گے کہ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو تمہارے دل میں ایمان نہ گُھسنے دیتے۔ تم خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکانے میں آگئے۔ سمجھ اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے، تو ہماری باتوں پر کیوں کان دھرتے اور خُدا کے سچے پیغمبروں اور قاصدوں کی باتوں سے کیوں منہ موڑتے؟ ہم تو خود گمراہ تھے۔ گمراہ سے اور کیا اُمیّد ہو سکتی ہے' وہ تو گمراہ ہی کرے گا۔ اب کیا بن سکتا ہے۔ اب ہم کو اور تُم کو عذاب چکھنا ہے۔ آگے فرمایا:

"سو وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا

ہی کرتے ہیں۔ دُنیا میں جب ان سے لا اِلٰہ الا اللہ کہا جاتا، تو تکبر کرتے اور یُوں کہتے تھے کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے۔"

لیڈر ہوں یا عوام جس نے بھی لا اِلٰہ الا اللہ سے انکار کیا اور خُدا کو معبود ماننے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور خدا کے رسولؐ کو جھٹلایا اور شاعر و دیوانہ بتایا۔ ایسے لوگ سب ہی عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ یہ نہ ہوگا کہ صرف گمراہ کن لیڈروں کو عذاب ہو اور ان کے راستہ پر چلنے والے عوام چھوڑ دیے جائیں۔

لیڈروں کی بیزاری

سورۂ بقر میں فرمایا:

" جن کے کہنے پر دُوسرے چلتے تھے۔ جب وہ ان سے صاف بیزاری ظاہر کریں گے جنھوں نے ان کا کہا مانا تھا اور عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تعلّقات آپس میں ٹوٹ جائیں گے۔"

قیامت کے روز گمراہ لیڈر اور کُفر کے سرغنے اپنے عوام سے بےزاری ظاہر کریں گے اور کوئی مدد نہ کریں گے اور نہ مدد کر سکیں گے۔ اس وقت ان کی بات پر چلنے والوں اور ان کی کفر و باطل کی تجویزوں اور ریزولیشنوں پر ہاتھ اُٹھانے والوں کو لیڈروں پر جو غصّہ آئے گا ظاہر ہے۔ اسی آیت کے آگے عوام کی پریشانی اور پشیمانی کا تذکرہ فرماتے ہُوئے اللہ جلِ شانہ' نے فرمایا:

" اور ان لیڈرانِ باطل کے عوام کہیں گے کہ کسی طرح ایک مرتبہ ذرا ہم کو دُنیا میں جانا مل جاوے، تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے (اس وقت) صاف الگ ہو گئے اور ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔"

قرآنِ کریم نے صاف کھول کر میدانِ حشر کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ کیا ٹھکانا ہے ہمدردی اور خیر خواہی کا۔ بدنصیب ہیں جو اس کی دعوت پر کان نہیں دھرتے اور اس کی آیاتِ بیّنات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ



احوالِ جہنم

خواجہ محمد اسلام ۔ کھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

"لوگو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو

جہنّم کی اُس آگ سے بچاؤ جو ظالموں کے لیے

تیّار کی گئی ہے۔"

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ پیشِ نظر اوراق میں جہنم کے حالات آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر کے سلیس اُردو زبان میں قلمبند کیے ہیں۔ وجہ تالیف یہ ہے کہ مُسلمانوں کی زبان پر یوں تو دوزخ کا ذکر آتا ہی رہتا ہے، مگر اس سے بچنے اور محفوظ رہنے کے افعال و اعمال سے اِس لیے غافل ہیں کہ اِس کے دل ہلا دینے والے عذاب اور اُن مصیبتوں سے بے خبر ہیں، جو دوزخیوں پر گزریں گی۔

مجھے یقین ہے کہ جو مُسلمان ان اوراق کو غور سے پڑھیں گے اور آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچّا جانتے ہُوئے دوزخ کے حالات کا مراقبہ کریں گے وہ بآسانی گناہوں سے بچ سکیں گے اور پھر اُن کا نفس نیکیوں کے کرنے میں زیادہ مزاحمت بھی نہ کرے گا۔ خُدا کرے دین کی دُوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مُسلمانوں کو دیندار بننے میں مدد دے اور ان میں زیادہ سے زیادہ مقبُول ہو۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اپنی نیک دُعاؤں میں اس مسکین خواجہ محمد اسلام کو بھی یاد رکھیں۔

دوزخ اور دوزخیوں کا حال

دوزخ کی گہرائی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (دوزخ کی گہرائی بیان کرتے ہوئے)، فرمایا۔ اگر ایک پتھر جہنّم میں ڈالا جائے، تو دوزخ کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ستّر سال تک گرتا چلا جائے گا[1] اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمتِ بابرکت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک پتھر ہے جس کو خدا نے جہنّم کے منہ پر (تہ میں گرنے کے لیے) چھوڑا تھا اور وہ ستّر سال تک گرتے گرتے اب دوزخ کی تہہ میں پہنچا ہے۔ یہ اِس کے گرنے کی آواز ہے[2]۔

دوزخ کی دیواریں

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کو چار دیواریں گھیرے ہوئے ہیں جن میں ہر دیوار کا عرض چالیس سال چلنے کی مسافت رکھتا ہے (ترمذی) یعنی دوزخ کی دیواریں اتنی موٹی ہیں کہ صرف ایک دیوار کی چوڑائی طے کرنے کے لیے چالیس سال خرچ ہوں۔

دوزخ کے دروازے

قرآن شریف میں دوزخ کے دروازوں کے متعلق فرمایا ہے:

---

[1] ترغیب عن ابن حبان وغیرہ [2] مسلم

"اور ان سب سے جہنّم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے اِن لوگوں کے الگ الگ حصّے ہیں۔" (حجر پ ۱۴)

خود رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک اس کے لیے ہے جو میری اُمّت پر تلوار اُٹھائے۔ (مشکوٰۃ)

دوزخ کی آگ اور اندھیری

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ کو ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سُرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کی آگ سیاہ ہو گئی؛ چنانچہ دوزخ اب سیاہ اندھیرے والی ہے۔ (ترمذی) ایک روایت میں ہے کہ وہ اندھیری رات کی طرح تاریک ہے اور دُوسری روایت میں ہے کہ اس کی لپیٹ سے اس میں روشنی نہیں ہوتی۔ (ترغیب) یعنی ہمیشہ اندھیرا ہی رہتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی آگ کا سترواں حِصّہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (جلانے کو تو) یہی بہت ہے۔ آپؐ نے فرمایا (ہاں اِس کے باوجود) دُنیا کی آگوں سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہُوئی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخی اگر دُنیا کی آگ میں آجائیں، تو اُن کو نیند آجائے (ترغیب) کیونکہ بہ نسبت دوزخ کی آگ کے دُنیا کی آگ بہت ہی زیادہ ٹھنڈی ہے؛ لہٰذا اِس میں اُن کو دوزخ کے مقابلہ میں آرام معلوم ہو گا۔

عذابِ دوزخ کا اندازہ

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا، دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اُس شخص پر ہو گا جس کی دونوں جوتیاں اور تسمے آگ کے ہوں گے جن کی وجہ سے ہانڈی کی طرح اُس کا دماغ کھولتا ہو گا۔ وہ سمجھے گا کہ مجھے ہی سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اِس کو سب سے کم عذاب ہو گا۔

(بخاری و مسلم)

طبقاتِ جہنّم اور اہلِ جہنّم کے اجسام اور اُن کی غذائیں

دوزخ کی آگ یہاں کی آگ سے ستّر حصّے زیادہ گرم ہے۔ اُس کا رنگ شروع میں سفید تھا، پھر ہزار برس بعد سرخ ہو گیا۔ اب سیاہ ہے۔ اِس کے سات طبقے ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اوّل طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور اُن کفّار کے لیے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین، آتش پرست، دہریے، یہودی، نصاریٰ اور منافقین کے لیے مقرّر ہیں، اِن طبقوں کے نام یہ ہیں:

(۱) جحیم (۲) جہنّم (۳) سعیر (۴) سقر (۵) لظیٰ (۶) ہاویہ (۷) حُطمہ۔

اِن طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت، قِسم قِسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں۔ مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غیؔ ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے۔ جس کو زمہریر کہتے ہیں، اور ایک مکان ہے جس کو جُبُّ الحزن یعنی غم کا کنواں کہتے ہیں، اور ایک کنواں ہے جس کو طِینۃ الخبال یعنی زہر و پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں۔ اُس کی مسافت ستّر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفّار کو چڑھا کر نارِ دوزخ کی تہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام آبِ حمیم ہے پانی اِس کا اِتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اُوپر کا ہونٹ اِس قدر سُوجھ جاتا ہے کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جاتی ہیں اور نیچے کا لب سُوج کر سینے و ناک تک پہنچتا ہے، زبان جل جاتی ہے اور مُنہ تنگ ہو جاتا ہے۔ حلق سے نیچے اُترتے ہی پھیپھڑے، معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دیتا ہے۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غسّاق کہتے ہیں اس میں کفّار کا پسینہ۔ پیپ اور لہُو بہہ کر جمع ہوتا ہے ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے۔ اس میں کفّار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے۔ اِس قِسم کے اور بھی بہت سے خوفناک مناظر ہیں۔ اہلِ دوزخ کے بہت چوڑے چکلے جسم بنا دیے جائیں گے تاکہ سختیٔ عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائیں گے، مثلاً جلانا، کچلنا، سانپ بچھو وں

کا کاٹنا، کانٹوں کا چبھونا، کھال کا چیرنا، مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ بسبب شدّتِ گرمی و آگ کے پہنچتے ہی اُن کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں سات سَو جسم بدلتے رہیں گے، مگر یہ واضح رہے کہ جسم کے اصلی اجزا برقرار رہیں گے، صرف گوشت و پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم حسرت نااُمیدی، خللِ شکم وغیرہ تکلیفات بقدرِ جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑوں کی مانند، بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ مدّتِ دراز کے بعد سوائے دیگر عذاب کے بھوک کا عذاب اِس قدر سخت کر دیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعے کے برابر ہوگا۔ آخر کار نہایت بے چین و بے قرار ہو کر غذا طلب کریں گے۔ حکم ہوگا کہ درخت زقّوم کا پھل جو نہایت تلخ خاردار اور سخت ہے اور جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے، اِن کو کھانے کو دے دو۔ جب اِس کو کھانا شروع کریں گے، تو گلے میں پھنس جائے گا۔ پس کہیں گے کہ دُنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جاتا تھا، تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے، لہٰذا طالبِ آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ حمیم سے پانی لا دو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سُوج جائیں گے کہ پیشانی و سینہ تک پہنچ جائیں گے، زبان سکڑ جائے گی، حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پیخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ اِس حالت سے بیقرار ہو کر سردارِ جہنّم کے سامنے آہ و زاری کریں گے کہ ہم کو تُو مار دے تاکہ اِن مصائب سے نجات پالیں، ہزار سال کے بعد وہ جواب دے گا کہ تم تو ہمیشہ اِسی میں رہو گے۔ پھر ہزار سال کے بعد خداوندِ کریم سے دُعا کریں گے کہ اے خدائے قدوس ہماری جان لے لے اور اپنی رحمت سے اِس عذاب سے نجات دے دے۔ ہزار سال بعد بارگاہِ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا۔ خبردار خاموش رہو، ہم سے استدعا نہ کرو، تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ آخر مجبور ہو کر کہیں گے آؤ بھائی صبر کرو کیونکہ صبر کا پھل اچھّا ہے اور خداوندِ کریم کو تضرّع و آہ و زاری کے ساتھ ایک ہزار برس تک یاد کریں گے۔ آخر بالکل نااُمید ہو کر کہیں گے بے قراری و صبر ہمارے حق میں برابر ہے۔ کسی طرح شکلِ نجات نظر نہیں آتی۔ اِن کو سَر کے بل کھڑا کیا جائے گا۔

اِن کے جسم مسخ ہو کر کتّوں، گدھوں، بھیڑیوں، بندروں، سانپوں اور دیگر حیوانات وغیرہ کی شکل میں ہو جائیں گے۔ دُنیا میں جو لوگ تکبّر کرتے ہیں اِن کو میدانِ حشر میں لٹا کر پاؤں میں رُوند دیا جائے گا۔ یہ کافروں کی حالت کا بیان ہے۔

دوزخ کا غیظ و غضب، چیخنا چلّانا اور دوزخیوں کو آواز دے کر بُلانا اور دوزخیوں کا تنگ جگہوں میں ڈالا جانا

"اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اُن کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اَور وُہ بری جگہ ہے۔ جب یہ لوگ اِس میں ڈالے جائیں گے، تو اِس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اِس طرح جوش مارتا ہو گا جیسے ابھی غصّہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گا۔" (سورۂ ملک پ ۲۹)

حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اِس میں ادراک (سمجھ) اور غصّہ[۱] پیدا کر دے گا۔ مغضوبین حق پر اس کو بھی غصّہ آئے گا اور یا مثال دے کر سمجھانا مقصُود ہے کہ ایسا معلوم ہو گا جیسے دوزخ کو غصّہ آرہا ہے۔

"جب وہ (دوزخ) اِن کو دُور سے دیکھے گا تو وہ دیکھتے ہی اس قدر غضبناک ہو کر جوش مارے گا کہ) وہ لوگ (دُور ہی سے) اس کا جوش و خروش سُنیں گے اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے، تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔" (فرقان)

ف: ابھی جہنم دوزخیوں سے سو سال کے فاصلہ پر ہو گا کہ اِس کی نظریں اُن پر پڑیں گی اور اُن کی نظریں اس پر پڑیں گی۔ وہ دیکھتے ہی پیچ و تاب کھائے گا اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گا جن کو وہ سُن لیں گے اور جب اس میں دھکیل دیے جائیں گے، تو موت کو پکاریں گے۔ یعنی جیسے دُنیا میں کسی مصیبت کے وقت کہتے ہیں ہائے مر گئے۔

---

[۱] دُوسری بہت سی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنّت کو اللہ پاک سمجھ دے دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

اِبن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اِذَا رَاَتْهُمْ کو تلاوت فرماکر دوزخ کی دو آنکھیں ثابت فرمائیں۔ (ابن کثیر)

اگرچہ دوزخ بہت بڑی جگہ ہے، لیکن عذاب کے لیے دوزخیوں کو تنگ تنگ جگہوں میں رکھا جائے گا۔ بعض روایات میں خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کی تفسیر منقول ہے کہ جس طرح دیوار میں کیل گاڑی جاتی ہے، اِس طرح دوزخیوں کو دوزخ میں ٹھونسا جائے گا۔ (ابن کثیر)

"دوزخ اِس شخص کو (خود) بُلائے گا۔ جس نے (دُنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہو گی اور اطاعت سے) بے رُخی کی ہو گی اور (مال) جمع کیا ہو گا پھر اٹھا رکھا ہو گا۔"

(سورہ معارج)

اِبن کثیر میں ہے کہ جس طرح جانور دانہ تلاش کر کے چُگتا ہے، اِسی طرح دوزخ میدانِ حشر سے بُرے لوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کے چُن لے گا۔ اِس آیت میں مال جمع کرنے والوں کا ذکر ہے۔ حضرت قتادہؓ اِس کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ جس نے مال جمع کرنے میں حلال و حرام کا خیال نہ رکھا اور فرمانِ خداوندی کے باوجود خرچ نہ کیا اِس سے وہ شخص مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن حکیم اِس آیت کے خوف کی وجہ سے کبھی تھیلی کا مُنہ ہی بند نہ کرتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اے ابنِ آدم! تُو خدا کی وعید سُنتا ہے اور پھر مال سمیٹتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"قیامت کے دن انسان کو بکری کے بچّے کی طرح (یعنی ذلّت کی حالت میں) لاکر خُدا کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ جلِ شانہٗ اِس سے فرمائیں گے۔ کیا مَیں نے تجھ کو مال نہیں دیا، مویشی اور غلام و خادم نہیں دیے، تجھ پر انعامات نہیں کیے؟ بتا تُو نے (اِس کے شکریہ میں) کیا کیا؟ اِس پر وہ جواب دے گا "اے میرے پروردگار! مَیں نے جمع کیا اور خُوب بڑھایا اور جتنا تھا اُس سے کہیں زیادہ چھوڑا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیجیے کہ اِس سب کو لے آؤں۔ حاصل یہ کہ وہ بندہ ایسا ہو گا کہ اُس نے کُچھ خیر آگے

نہ بھیجی ہوگی۔ لہٰذا اس کو دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ دُنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہے اور اُس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دُنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس کچھ بھی عقل نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آخرت میں کیا بھیجا ہے اور انسان کہتے ہیں کہ اس نے دُنیا میں کیا چھوڑا ہے۔

دوزخ کے سانپ اور بچھو

رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دوزخ میں بڑی لمبی گردنوں والے اُونٹوں کے برابر سانپ ہیں (جن کے زہریلے مادّہ کی حقیقت یہ ہے کہ) ایک بار جب ان میں سے ایک سانپ ڈسے گا، تو دوزخی چالیس سال تک اِس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا (پھر فرمایا) اور بے شک دوزخ میں پالان سے لدے ہُوئے خچروں کی طرح بچھّو ہیں (جن کے زہریلے مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ) ایک بار جب ان میں سے ایک بچھّو ڈسے گا، تو دوزخی چالیس سال تک اِس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا۔ (احمد)

قرآن شریف میں ہے: زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الآیۃ۔ (یعنی ہم اُن کے لیے عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے اُس شرارت کے بدلے جو وہ کرتے تھے)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ کے عام عذاب کے علاوہ اِن کے لیے یہ عذاب بڑھا دیا جاوے گا کہ اِن پر بچھّو مسلّط کیے جائیں گے جن کے بڑے بڑے دانت لمبی لمبی کھجوروں کے برابر ہوں گے۔

دوزخیوں کا کھانا پینا

ضریع یعنی آگ کے کانٹے

"دوزخیوں کو کھَولتے ہُوئے چشمے کا پانی ملے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں والے کھانے کے، اِن کے

لیے کچھ کھانا نہ ہو گا جو نہ طاقت دے گا، نہ بھوک دُور کرے گا۔"

صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے۔ اگر جانور اس کو کھالے تو مر جائے پھر لکھتے ہیں۔ یہاں ضریع سے آگ کے کانٹے مراد ہیں جو ایلوے سے کڑوے، مردہ سے زیادہ بدبُو دار اور آگ سے زیادہ گرم ہوں گے اور جن کو بہت زیادہ کھانے کے بعد بھی بھوک دُور نہ ہو گی۔

غسلین، زخموں کا دھوون

"آج اِس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو ہی ہے۔ سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار کھاتے ہیں۔" (حاقہ)

زَقُّوم (سینڈھ)

"بے شک گنہگار کی غذا پگھلے ہُوئے تانبے جیسا زقوم کا درخت ہے جو پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھَولے گا۔ پھر اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو! تم زقوم کے درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنے پیٹ بھر لو گے، پھر اُوپر سے کھَولتا ہوا پانی پیو گے جیسے پیاسے اُونٹ پیتے ہیں۔ قیامت کے روز اس طرح ان کی مہمانی ہو گی۔" (واقعہ)

"دراصل وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھَن۔" (صافات)

ف: زقوم کا ترجمہ سینڈھ کیا جاتا ہے جو مشہور کڑوا درخت ہے، لیکن یہ صرف سمجھانے کے لیے ہے۔ کیونکہ وہاں کی ہر چیز کڑواہٹ اور بدبُو میں یہاں کی چیزوں سے کہیں زیادہ بدتر ہے اور کیا ہی بُرا منظر ہو گا جب کہ اس درخت سے کھائیں گے اور پھر اُوپر سے کھَولتا ہوا پانی پئیں گے اور وہ بھی تھوڑا بہت نہیں، بلکہ پیاسے اُونٹوں کی طرح خُوب ہی پئیں گے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الزَّقُّوْمِ وَالْحَمِیْمِ وَسَائِرِ اَنْوَاعِ عَذَابِ الْجَحِیْمِ۔

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دُنیا

میں ٹپکا دیا جائے، تو وہ یقیناً تمام دُنیا والوں کی غذائیں بگاڑ ڈالے۔ (یعنی سب کڑوی ہو جائیں)، اب بتاؤ کہ اِس کا کیا حال ہو گا جس کی خوراک ہی زقوم ہو گی۔ (ترمذی و ابن حبان) حاکم کی روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر زقوم کا ایک قطرہ دُنیا کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے، تو وہ یقیناً تمام دُنیا والوں کی غذائیں کڑوی کر دے۔ تو اس کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا ہی زقوم ہو گا۔ (ترغیب)

غَسَّاق

"وہ اس دوزخ میں کھولتے ہُوئے پانی اور غسّاق کے علاوہ کسی ٹھنڈک اور پینے کی چیز کا مزہ تک نہ چکھ سکیں گے۔" (سورۂ نبا)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اگر غسّاق کا ایک ڈول دُنیا میں ڈال دیا جائے، تو تمام دُنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی و حاکم)

غسّاق کیا چیز ہے؟ اِس کے متعلّق اکابرِ اُمّت کے مختلف اقوال ہیں۔ صاحبِ مرقاۃ نے چار قول نقل کیے ہیں۔

۱۔ دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوون ہے۔

۲۔ دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔

۳۔ زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔

۴۔ غسّاق سڑی ہُوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ جا سکے گی۔ (مگر بھُوک کی وجہ سے مجبوراً پینی پڑے گی)، بہر حال غسّاق بڑی بُری چیز ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْہُ۔

مَآءٍ کَالْمُھْلِ (کیٹ)

"اور اگر پیاس سے تڑپ کر فریاد کریں گے، تو اُن کو ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ (کیٹ) کی طرح ہو گا جو چہروں کو بھُون ڈالے گا، کیا ہی بُرا پانی ہو گا اور دوزخ کیا ہی بُری جگہ ہے۔" (سورۂ کہف)

مَآءٍ صَدِیْدٍ (پیپ کا پانی)

"اِس (دوزخی) کو پیپ کا وہ پانی پلایا جائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے

پیئے گا اور اِس کو گلے سے مشکل سے اُتار سکے گا اور اِس کو ہر طرف سے موت (آتی ہوئی) نظر آئے گی، مگر وہ مرے گا نہیں۔ (ابراہیم)

یعنی ہر طرف سے طرح طرح کے عذاب دیکھ کر سمجھے گا کہ اب میں مرا اب مرا، مگر وہاں موت نہ ہوگی کہ مر کر ہی پاپ کٹ جائے اور عذاب سے رہائی ہو سکے۔

حَمِیْمٌ (کھولتا ہوا پانی)

"اور دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔" (سُورۂ محمد)

طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ (گلے میں اٹکنے والا کھانا)

بے شک (اِن کافروں کے لیے) ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ کا ڈھیر اور گلے میں اٹک جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔" (سورۂ مزمّل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ ایک کانٹا ہوگا جو گلے میں اٹک جائے گا۔ نہ باہر نکلے گا نہ نیچے اُترے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگا دی جائے گی جو اکیلی ہی اِس عذاب کے برابر ہوگی جو اُن کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہوگا؛ لہٰذا وہ کھانے کے لیے فریاد کریں گے۔ اِس پر اُن کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے نہ بھوک رفع کرے، پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے، تو اُن کو طَعَامٌ ذِیْ غُصَّۃٍ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا۔ اُس کو اُتارنے کے لیے تدبیر سوچیں گے، تو یاد کریں گے کہ دُنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیزیں اُتارا کرتے تھے؛ لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے۔ چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کی سنڈاسیوں کے ذریعہ اُن کے سامنے کر دیا جائے گا۔ وہ سنڈاسیاں جب اِن کے چہروں کے قریب ہوں گی، تو اُن کے چہروں کو بھون ڈالیں گی، پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا، تو پیٹ کے اندر کی

چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُہٗ پڑھ کر فرمایا۔ مَآءٍ صَدِیْد (پیپ کا پانی) جب دوزخی منہ کے قریب لے جائے گا، تو وہ اس سے نفرت کرے گا۔ پھر اور قریب کیا جائے گا، تو چہرے کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی۔ پھر جب اُسے پیے گا، تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور بالآخر پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔ اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

عذاب کے مختلف طریقے

دوزخ کی آگ اور اس کی سخت گرمی، سانپ، بچھو، کھانے پینے کی چیزیں، اندھیرا، یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہو گا، مگر یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا، دوزخ کے عذاب کا تھوڑا سا حصہ ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن طریقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا جن میں سے چند ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

صَہر (گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا)

"ان کے سروں پر جلتا جلتا پانی ڈالا جائے گا جس کی تیزی سے ان کے پیٹ میں سے اور کھال میں سے سب کچھ گل کر باہر نکل آئے گا۔" (حج)

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک کھولتا ہوا پانی ضرور دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جو اُن کے پیٹوں میں پہنچ کر اُن تمام چیزوں کو کاٹ دے گا جو اُن کے پیٹوں کے اندر ہیں اور آخر میں قدموں سے نکل جائے گا۔ اِس کے بعد پھر دوزخی کو ویسا ہی کر دیا جائے گا جیسا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آیت میں جو لفظ "یُصْہَرُ" ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ (ترمذی، بیہقی)

مَقَامِعُ (گرز)

"اور دوزخیوں (کے مارنے) کے لیے لوہے کے

گرز ہیں۔ وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے، پھر اسی میں دھکیل دیے جاویں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔" (سورہ حج)

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ (دوزخ کا) لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے، تو اگر اس کو تمام جنات اور انسان مل کر اُٹھانا چاہیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔ (رواہ احمد و ابو یعلیٰ) اور ایک اور روایت میں ہے کہ جہنّم کے لوہے کا گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے، تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہو کر راکھ ہو جائے گا۔ (ترغیب)

کھال پلٹ دی جائے گی

"جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی، تو ہم اِس کی جگہ دُوسری نئی کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب چکھتے ہی رہیں۔" (سورۂ نساء)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منقول ہے کہ دوزخیوں کو روزانہ ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر مرتبہ جب آگ جلائے گی، تو کہا جائے گا جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ ہر بار ویسے ہی ہو جائیں گے۔[1]

شراب پینے والوں کا حشر

جابرؓ کہتے ہیں، ایک شخص یمن سے آیا اور اُس شراب کا حکم دریافت کیا جو اُس کے ملک میں پی جاتی تھی۔ یہ شراب جوار کی بنتی تھی اور اس کو مزر کہا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے اور خداوند تعالیٰ کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ کی چیز پیئے گا، وہ اُس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ صحابہؓ نے پُوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کی پیپ اور لہو۔" (مسلم)

تین آدمیوں پر جنّت حرام ہے

ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے تین آدمی ہیں جن پر خُدا نے جنّت کو حرام کر دیا ہے۔ ایک وہ شخص جس نے ہمیشہ شراب پی۔ دُوسرا

---

[1] ترغیب و ترہیب۔

وہ شخص جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی۔ تیسرا دیوث جو اپنے گھر والوں سے ناپاک کام کرائے یعنی زنا۔ (احمد)

متکبّروں کا انجام

عمرو بن شعیب رضؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن تکبّر کرنے والوں کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح جمع کیا جائے گا۔ مَردوں کی صُورت میں یعنی اُن کی شکل وصُورت تو مردوں کی سی ہوگی، لیکن جسم جثہ چیونٹیوں کی مانند۔ ذِلّت وخواری چاروں طرف سے اُن کو گھیرے ہُوئے ہوگی اور اُن کو جہنّم کے ایک قیدخانہ کی طرف جس کا نام بُولس ہے ہانکا جائے گا۔ اُن کے اُوپر آگوں کی آگ ہوگی اور اُن کو دوزخیوں کا نچوڑ یعنی خُون پیپ اور کچلہو پلایا جائے گا جس کا نام طینۃ الخبال ہے۔ (ترمذی)

دوزخ والوں کی دو قسمیں

ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے دوزخ والوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نہیں دیکھوں گا۔ ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گایوں کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دُوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہُوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (یعنی نہایت باریک کپڑا پہننے والی عورتیں) اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں (یعنی نہایت تکلّف اور بناؤ سنگھار سے رہنے والی عورتیں) اُن کے سَر یعنی اُن کے سَر کی چوٹیاں ایسی بلند ہوں گی جیسے نجدی اُونٹ کے کوہان۔ یہ عورتیں نہ تو جنّت میں داخل ہوں گی نہ جنّت کی بُو پائیں گی اور جنّت کی خُوشبو اتنی اتنی دُور سے آتی ہے یعنی بہت دُور کی مسافت سے۔ (مسلم)

سُودخوروں کا انجام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہُوا جن کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے۔ یعنی بڑے بڑے۔ اَور اُن کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہُوئے تھے جو پیٹوں کے باہر سے نظر آتے تھے۔ مَیں نے دریافت کیا۔ جبرئیل یہ کون ہیں؟ کہا یہ لوگ

سُود خور ہیں۔ (احمد ابن ماجہ)

صَعُود (آگ کا ایک پہاڑ)

قرآن شریف میں ہے:
"عنقریب میں اُس کو صَعُود پر چڑھاؤں گا" (جو دوزخ میں آگ کا پہاڑ ہے)

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "صَعُود" آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر دوزخی کو ستّر سال تک چڑھایا جائے گا پھر ستّر سال تک اُوپر سے گرایا جائے گا۔ یعنی ستّر سال تو وہ اُوپر چڑھا تھا۔ اب ستّر سال تک گرتے گرتے نیچے پہنچے گا اور ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ (ترمذی)

سِلسِلَہ (بہت لمبی زنجیر)

قرآن شریف میں ہے:
"(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اِس کو پکڑو، پھر اس کو طوق پہنا دو، پھر دوزخ میں داخل کر دو، پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستّر گز ہے۔" (سورہ الحاقہ)

حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس گز کی مقدار خُدا کو معلوم ہے کیونکہ یہ گز وہاں کا ہوگا۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر رانگ کا ایک ٹکڑا زمین کی طرف آسمان سے چھوڑ دیا جائے، تو رات کے آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اگر وہ ٹکڑا دوزخی کی زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے، تو دُوسرے تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک چلتا رہے گا۔ (ترمذی)

اِس سے معلوم ہُوا کہ دوزخیوں کو جکڑنے کی زنجیریں آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ سے بھی لمبی ہوں گی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ زنجیریں اِس کے جسم میں پرو دی جائیں گی۔ پاخانے کے راستہ سے ڈالی جائیں گی، پھر اسے آگ میں اس طرح بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی بھونی جاتی ہے۔ (ابن کثیر)

طوق

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

"اور ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔" (سورۂ دہر)

سورہ مومن میں ہے: "ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا جب کہ طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی ہوں گی اور اس طرح وہ) گھسیٹتے ہُوئے گرم پانی میں لے جائے جائیں گے۔ پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔"

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک جانب سے سیاہ ابر اُٹھے گا جسے دوزخی دیکھیں گے، اُن سے پُوچھا جائے گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وُہ دُنیا پر قیاس کر کے کہیں گے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ابر برسے! چنانچہ اِس میں سے طوق، زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے جن کے شعلے اُنہیں جلائیں گے اور ان کے طوقوں، زنجیروں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ (ابن کثیر)

جس کھولتے پانی میں دوزخی ڈالے جائیں گے، اس کے متعلق حضرت قتادہ رضؓ فرماتے تھے کہ گنہگار کے بال پکڑ کر اس پانی میں غوطہ دیا جائے گا، تو اس کا تمام گوشت گل کر گر جائے گا اور ہڈیوں کے ڈھانچے اور دو آنکھوں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔

گندھک کے کپڑے

سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے:

"اُن کے کُرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہو گی۔"

ف: حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ چیڑ کے تیل کو قطِران کہتے ہیں (جس کا ترجمہ گندھک کیا گیا ہے) اور اُس کے کُرتوں کا مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو قطِران لپٹی ہو گی تاکہ اس میں جلدی اور تیزی کے ساتھ آگ لگ سکے (بیان القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ "قطران" پگھلے ہُوئے تانبے کو کہتے ہیں۔ اس تانبے کے دوزخیوں کے لباس ہوں گے جو سخت گرم آگ جیسے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

مسلم شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: میت پر چیخ پکار کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی، تو قیامت کے دِن اِس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اُس کا ایک کُرتہ قطران (گندھک یا پگھلے ہُوئے تانبے) کا ہوگا اور ایک کھُجلی کا ہوگا۔ یعنی اس کے جسم پر خارش پیدا کر دی جائے گی اور اُوپر سے قطران لپیٹ دیا جائے گا۔ سورۂ حج میں ارشاد ہے:

"سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے لیے) آگ میں کپڑے تراشے جاویں گے۔"

داروغہ ہائے دوزخ کے طعنے

قسم قسم کی جسمانی تکلیفوں اور مختلف عذاب کے طریقوں کے علاوہ ایک بہت بڑی رُوحانی اذیت دوزخیوں کو یہ پہنچے گی کہ دوزخ کے داروغہ ان کو طعنے دیں گے جس کو قرآن حکیم میں مختلف عنوانوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے؛ چنانچہ سورہ سجدہ پ ۲۱ میں ارشاد ہے:

"اور ان سے کہا جائے گا، اب چکھو اس آگ کا عذاب جس کو تُم جھٹلاتے تھے۔"

دوزخیوں کی بدصُورتی

"اُور جن لوگوں نے بُرے کام کیے، بدی کی سزا اِس بُرائی کے برابر ملے گی اور اُن پر ذلت چھا جائے گی، ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ (اُن کی بدصُورتی کا یہ عالم ہوگا کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے ہیں۔" (سورۂ یُونس)

اِس آیۃ شریفہ سے معلوم ہُوا کہ دوزخیوں کے چہرے انتہائی سیاہ ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر دوزخیوں میں سے کوئی شخص دُنیا کی طرف نکال دیا جائے، تو اس کی وحشی صُورت کے منظر اور بدبُو کی وجہ سے دُنیا والے ضرور مر جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہت روئے۔ (ترغیب)

سورۂ مومنون میں ہے: "آگ اُن کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔"

رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے "کَالِحُوْن" کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دوزخی کو آگ جلائے گی جس کی وجہ سے اُس کا اُوپر کا ہونٹ سکڑ کر بیچ سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

دوزخیوں کے آنسو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضراتِ صحابہؓ سے فرمایا: اے لوگو! روؤ اور رو نہ سکو تو رونے کی صُورت بناؤ کیونکہ دوزخ میں دوزخی اِتنا روئیں گے کہ اُن کے آنسو اُن کے چہروں میں نالیاں سی بنا دیں گے، روتے روتے آنسو نکلنے بند ہو جائیں گے، تو خُون بہنے لگے گا جس کی وجہ سے آنکھیں زخمی ہو جائیں گی (الحاصل آنسو اور خُون کی اتنی کثرت ہو گی کہ) اگر اُن میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں، تو وہ بھی چلنے لگیں۔ (شرح السنّہ)

دوزخیوں کی زبان

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک کافر اپنی زبان تین کوس اور چھ کوس تک کھینچ کر باہر نکال دے گا۔ لوگ اس کو قدموں سے روندیں گے یعنی اُس پر چلیں گے (ترمذی)

ف: ایک فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے معلوم ہوا کافر کی زبان اتنی لمبی ہو جائے گی۔

دوزخیوں کے جسم

رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حِصّہ تین دن کے راستہ کے برابر لمبا ہو گا۔ جب کہ کوئی تیز رفتار سوار چل کر جائے اور کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کے راستہ کے برابر ہو گی۔ (مسلم شریف)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دِن اُحد پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کی ران بیضا پہاڑ کے برابر ہو گی اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کے راستہ کے برابر لمبی چوڑی ہو گی جتنی دُور مدینہ سے زبدہ گاؤں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخی

کے بیٹھنے کی جگہ اتنی لمبی ہوگی جتنا مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

ف: بعض روایات میں ہے کہ کافر کی کھال کی موٹائی ۴۲ ہاتھ ہوگی اور مسلم شریف کی روایت میں گزر چکا ہے کہ تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی، مگر یہ کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ مختلف کافروں کو مختلف سزائیں ہوں گی، کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

بعض روایات میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: میری اُمت کے بعض شخص دوزخ میں اتنے بڑے کر دیے جائیں گے کہ ایک ہی شخص دوزخ کے پُورے کونے کو بھر دے گا۔ (ترغیب و ترہیب)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا تم جانتے ہو دوزخ کتنا چوڑا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا: ہاں، خدا کی قسم! خدا کی قسم! تم نہیں جانتے، بیشک دوزخی کے کان کی لَو اور مونڈھے کے درمیان ستّر سال چلنے کا راستہ ہوگا جس میں خُون اور پیپ کی وادیاں (نالے) جاری ہوں گی۔ (ترغیب)

کیفیتِ داخلہ

قرآن شریف کی آیات میں دوزخیوں کے داخلہ کی کیفیت کئی جگہ بیان کی گئی ہے جن میں یہ بھی ہے کہ دوزخی پیاس کی حالت میں جہنّم رسید کیے جائیں گے اور دوزخ میں جانے سے پہلے دروازے پر کھڑا کر کے ان سے فرشتے سوال و جواب بھی کریں گے۔ ذیل کی آیات سے یہ مضامین خوب واضح طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں۔

"اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔" (مریم)

"جس روز مجرمین منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جا دیں گے، تو اُن سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو۔ (سورۂ قمر)

"پھر وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اُوندھے مُنہ ڈال دیے جائیں گے۔" (شعراء)

"مُجرم لوگ اپنے حُلیہ سے پہچانے جائیں گے (کیونکہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی)، پھر اُن کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے (اور ان کو گھسیٹ کر جہنم

میں ڈال دیا جائے گا۔) (سورۂ رحمٰن)

الترغیب والترہیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ مجرم کے ہاتھ اور پیر موڑ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے، پھر لکڑیوں کی طرح توڑ مروڑ دیا جائے گا۔ (اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا)

"(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) جمع کر لو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان کے معبودوں کو جن کو وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پوجا کرتے تھے۔ پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ (اور پھر حکم ہوگا اچھا ذرا) ان کو ٹھیراؤ۔ ان سے سوال کیا جائے گا۔ (چنانچہ یہ سوال ہوگا) کہ اب تم کو کیا ہوا، ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ (اس پر بھی وہ ایک دوسرے کی کچھ مدد نہ کریں گے) بلکہ سب کے سب سر جھکائے کھڑے رہیں گے۔" (صافات)

"جس روز ان کے چہرے دوزخ میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ وہ یوں کہتے ہوں گے۔ اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی۔ (احزاب)

اہلِ دوزخ سے شیطان کا خطاب

اُدھر تو دوزخی اتباعِ شیطان پچھتاتے ہوں گے اور بارگاہِ خداوندی سے خطابِ بالا کے ذریعہ ان پر ڈانٹ پڑے گی، اِدھر شیطان اِس تقریر سے ان کو لتاڑے گا:

"اور (قیامت کے دن) جب سب مقدمات فیصل ہو چکیں گے، تو شیطان کہے گا (مجھے بُرا بھلا کہنا ناحق ہے کیونکہ) بلاشبہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کیے تھے۔ سو میں نے وہ وعدے خلاف کیے تھے اور تم پر میرا اس سے زیادہ زور چلتا نہ تھا کہ میں نے تم کو (گمراہی کی) دعوت دی سو تم نے (خود ہی) میرا کہنا مان لیا۔ تم مجھ پر ملامت مت کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو۔ میں تمہارے فعل سے خود بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے (دنیا میں) مجھے (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (سورۂ ابراہیم)

دوزخیوں کو واقعی بڑی حسرت ہوگی جب کہ شیطان اپنی برأت ظاہر کرے گا اور

ہر قسم کی اعانت و مدد اور تسلّی سے دستبردار ہو جائے گا۔ اس وقت دوزخیوں کے غیظ و غضب کی جو حالت ہو گی ظاہر ہے۔

گمراہ کرنے والوں پر دوزخیوں کا غصّہ

جو لوگ گمراہ کرنے والے تھے اُن پر دوزخیوں کو غصہ آئے گا اور اُن سے کہیں گے: "ہم تمہارے تابع تھے، تو کیا تم خُدا کے عذاب کا کچھ حصّہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔" (ابراہیم)

وہ جواب دیں گے: "(تمہیں کیا بچائیں ہم تو خود ہی نہیں بچ سکتے) اگر اللہ ہم کو بچنے کی کوئی راہ بتاتا تو تم کو بھی وہ راہ بتا دیتے۔ ہم سب کے حق میں دونوں صُورتیں برابر ہیں، خواہ ہم پریشان ہوں، خواہ ضبط کریں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صُورت نہیں۔" (ابراہیم)

وہ فرطِ بغض اور شدتِ غیظ کی وجہ سے گمراہ کرنے والوں کے بارے میں بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے۔ سورۂ حٰمٓ سجدہ میں ہے:

"اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ شیطان اور انسان دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ ہم ان کو پیروں کے نیچے کُچل ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔"

داروغہ ہائے دوزخ اور مالک سے عرض معروض

دوزخی عذاب سے پریشان ہو کر معروضات اور گزارشات کی سلسلہ جنبانی شروع کریں گے۔ چنانچہ داروغہ ہائے دوزخ سے کہیں گے کہ "تُم ہی اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔"

وہ جواب دیں گے: "کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے تھے۔" (مومن)

اِس پر دوزخی جواب دیں گے کہ بَلٰی یعنی ہاں آتے تو تھے، لیکن ہم نے اُن کا کہنا نہ مانا، فرشتے جواب میں کہیں گے۔

ترجمہ: "تو پھر (ہم تمہارے لیے دُعا نہیں کر سکتے تم ہی دُعا کر لو (اور وہ بھی بے نتیجہ ہو گی)، کیونکہ کافروں کی دُعا (آخرت میں) بالکل بے اثر ہے۔ (سورۂ مومن)

اِس کے بعد مالک یعنی دوزخ کے افسر کی جناب میں درخواست پیش کر کے کہیں گے: یَا مٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔ ترجمہ: "یعنی اے مالک (تم ہی دُعا کرو کہ تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام تمام کر دے۔"

وہ جواب دیں گے: اِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ "تم ہمیشہ اِسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے، نہ مرو گے)

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ مالک علیہ السلام کے جواب اور دوزخیوں کی درخواست میں ہزار برس کی مدّت کا فاصلہ ہوگا۔

اِس کے بعد کہیں گے کہ آؤ اپنے رب سے براہِ راست ہی درخواست کریں اور اس سے دُعا کریں کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے؛ چنانچہ عرض کریں گے:

"اے ہمارے رب (واقعی) ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال دیجیے۔ پھر ہم اگر دوبارہ (ایسا) کریں، تو ہم بیشک قصور وار ہیں۔"

رب جلِ شانہٗ جواب میں فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ ترجمہ: اسی میں پھٹکارے ہُوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔"

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ کے اِس ارشاد پر وہ ہر قسم کی بھلائی سے نااُمید ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چیخنے چلّانے اور حسرت و واویلا میں لگ جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

ابن کثیر میں ہے کہ ان کے چہرے بدل جائیں گے، صُورتیں مسخ ہو جائیں گی حتیٰ کہ بعض مومن شفاعت لے کر آئیں گے، لیکن دوزخیوں میں سے کسی کو پہچانیں گے نہیں، دوزخی اُن کو دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں، مگر وہ کہیں گے کہ غلط کہتے ہو، ہم تم کو نہیں پہچانتے۔

اِخْسَئُوْا فِيْهَا کے جواب کے بعد دوزخ کے دروازے بند کر دیے جائیں گے اور وہ اِسی میں سڑتے رہیں گے۔

دوزخیوں کی چیخ پکار

سورۂ ہُود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
" جو لوگ شقی ہیں وہ دوزخ میں اس حال میں ہوں گے کہ گدھوں کی طرح چلّاتے ہوں گے۔"

قاموس میں ہے کہ زَفِیرُ گدھے کی شروع کی آواز کو کہتے ہیں اور شَہِیق اِس کی آخری آواز کو کہتے ہیں۔

خاتمہ

دوزخ سے بچنے کی چند دُعائیں

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جس طرح صحابہؓ کو قرآن کی سورت سکھاتے تھے اِسی طرح یہ دُعا سکھاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (ترغیب عن مسلم)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بخاری)

(۳) حضرت رسول خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک صحابی مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلایا تھا کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ کہا کرو۔ اگر اس کو کہہ لوگے اور اگر اسی رات مرجاؤ گے، تو دوزخ سے تمہاری خلاصی کردی جائے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو اور اس کو اسی طرح (سات مرتبہ کسی سے بولنے سے پہلے) کہہ لوگے اور اسی دن مرجاؤ گے، تو دوزخ سے تمہاری خلاصی ضرور کردی جائے گی۔ (ابوداؤد)

(۴) رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ جو شخص تین مرتبہ خدا سے جنّت کا سوال کرے، تو جنّت اُس کے لیے خُدا سے دُعا کرتی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ (اے اللہ! اِس کو جنّت میں داخل کر دے) اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے پناہ چاہے تو دوزخ اس کے لیے خُدا سے دُعا کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ (اے اللہ اس کو دوزخ سے بچا) (ترغیب)

فکر و اعتبار

دوزخ اور دوزخیوں کے حالات جو اب تک آپ نے پڑھے یہ اِس لیے نہیں لکھے گئے کہ سرسری نظر سے پڑھ کر کتاب الماری کے سپرد کر دی جائے اور دوزخ اور دوزخیوں کے حالات کو پڑھ کر دیگر قصّوں اور افسانوں کی طرح بھلا دیا جائے۔

درحقیقت گزشتہ واقعات و احوال جو بیان کیے گئے ہیں، چونکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ترجمہ ہیں، اِس لیے بلا شک صحیح اور واقعی ہیں۔ اگر ان کو بار بار پڑھا جائے اور اپنی بداعمالیوں پر نظر کی جائے، تو سخت سے سخت دِل والا انسان بھی اپنی زندگی کو بہت آسانی سے پلٹ سکتا ہے اور اپنے نفس کو دوزخ کے حالات سمجھا کر نیکیوں کے راستہ پر ڈال سکتا ہے بشرطیکہ خداوندِ عالم اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو سچا سمجھتا ہو اور ان کے بتائے ہُوئے احوالِ دوزخ کو صحیح اور واقعی مانتا ہو۔ مومن بندے ہمیشہ اپنی زندگی کا حساب کرتے رہتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرتے رہتے ہیں، بھلا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اِن حالات کو صحیح سمجھتا ہو وہ اپنی زندگی کو دُنیا کی لذّتوں اور فنا ہو جانے والی عزّت اور دولت کے حاصل کرنے میں گنوا دے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دوزخ لذّتوں میں چھپا دیا گیا ہے۔ جنّت ناگواریوں میں چھپا دی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی لذتوں میں پڑ کر زندگی گزارنے والے وہ کام کر رہے ہیں جن کے پردہ میں دوزخ

ہے اور نفس کو ناگواریوں میں پھنسا کر اچھّے عمل کرنے والے وہ کام کر رہے ہیں جن کے پردہ میں جنّت ہے۔ آہ! اِن لوگوں کو جہنّم کے حالات کا پتہ ہی نہیں جو خودکشی کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ مصیبت سے چھٹکارا ہو جائے گا اور جو دُنیا کی سختی اور مشقّت سے گھبرا کر یوں کہہ دیتے ہیں کیا خدا کے یہاں میرے لیے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دوزخ کی آگ، اِس کے سانپ، بچھو، آگ کے کپڑے، عذاب کے طریقے، دوزخ کی خوراک وغیرہ کا دھیان رہے، تو میونسپلٹی اور اسمبلی کی کُرسیوں کے اعزاز حاصل کرنے والے، روپیہ جمع کرنے اور بلڈنگ وجائداد بنانے والے ہرگز ہرگز اِن چیزوں میں پڑ کر اور بڑے بڑے گناہوں میں مُبتلا ہو کر اپنی آخرت خراب نہیں کر سکتے۔

بھلا جسے دوزخ کی بھُوک کی خبر ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کی بے چینی سے واقف ہو وہ ذرا سی نیند اور رفانی آرام کے لیے نماز برباد کر سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کے سانپ، بچھوؤں کے ڈسنے کی سوزش سے باخبر ہو، وہ یُوں کہہ سکتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنے سے کھُجلی ہوتی ہے؟ جنہیں جُبُّ الحزن کی خبر ہو، وہ ریاکاری کے لیے عبادت کیسے کر سکتے ہیں اور جن کو تصویرکشی کے انجام کا پتہ ہو، وہ تصویر بنا سکتے ہیں؟ جن کو یہ یقین ہو کہ شراب پینے کی سزا میں دوزخیوں کے جسموں کا دھووَن یا نچوڑ پینا پڑے گا، وہ شراب کے پاس جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کے حالات صرف زبانوں تک ہی محدود رہ گئے ہیں اور یقین کے درجہ میں نہیں رہے، ورنہ بڑے گناہ تو درکنار چھوٹے گناہوں کے پاس جانا بھی بعید از تصوّر ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اگر جنّت اور دوزخ میرے سامنے رکھ دیے جائیں، تو میرے یقین میں ذرا سا بھی اضافہ نہ ہوگا یعنی میرا ایمان بالغیب اِس قدر مضبوط ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی اِتنا ہی یقین ہو سکتا ہے جتنا بغیر دیکھے ہے جن کو دوزخ کے حالات کی خبر ہو وہ گناہ تو کیا کرتے اِس دُنیا میں نہ ہنستے نہ خوشی مناتے۔

الترغیب والترہیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے میکائیل کو

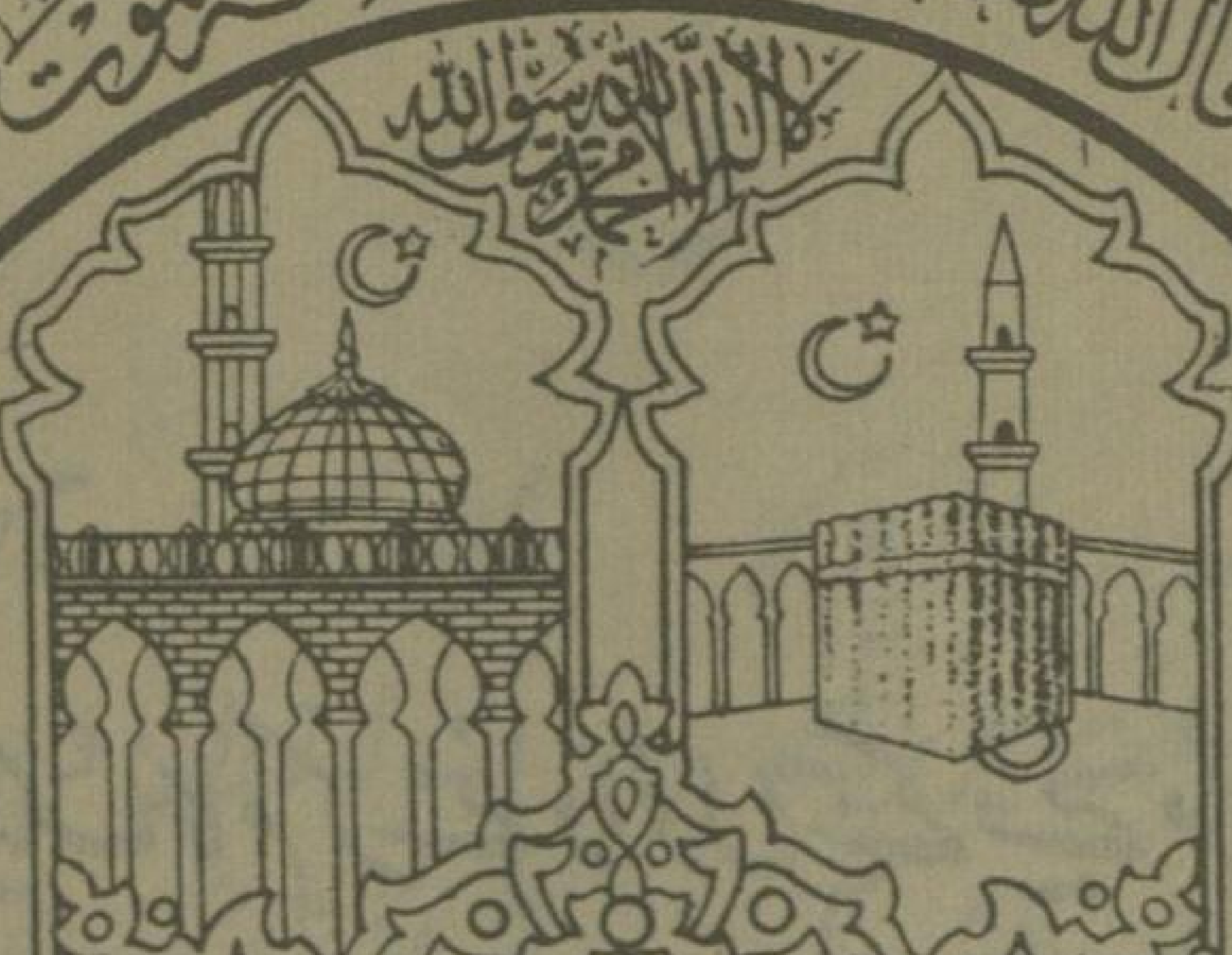
کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ عرض کیا جب سے دوزخ کی پیدائش ہوئی ہے میکائیلؑ نہیں ہنسے۔ (رواہ احمد)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم نے وہ منظر دیکھا ہوتا جو مَیں نے دیکھا ہے تو تُم ضرور کم ہنستے اور زیادہ روتے! صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے کیا دیکھا؟ ارشاد فرمایا: مَیں نے جنّت اور دوزخ دیکھے۔ (ترغیب)

حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ ہنستے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ سے بچنے کا یقین نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار (مکان سے) باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھِل کھِلا کر ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اگر تم لذّتوں کو ختم کر دینے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کرتے، تو تمہیں اس کی فرصت نہ ملتی جس حال میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

الحاصل ہوشیار وہی ہے جو اپنی آخرت کی زندگی بنائے اور دو چار روزہ مال و دَولت، عزّت و آبرو، جاہ و حکوُمت کے پھندوں میں پڑکر اپنی جان کو دوزخ کے حوالے نہ کرے، جب عذاب میں مُبتلا ہو گا تو پچھتانے اور یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ ج مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ ج ھَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَہْ (الحاقہ) (ترجمہ: ہائے کاش! وہ موت ہی ختم کر دیتی، میرے کام کُچھ نہ آیا میرا مال، جاتی رہی میری حکوُمت) کہنے اور ہاتھ ملنے سے کُچھ حاصِل نہ ہو گا۔ جنّت جیسی آرام کی جگہ کی طلب سے لاپرواہی اُور دوزخ جیسے بے مثل دارالعذاب سے بچنے کی فکر سے غفلت، بے عقلوں کا ہی کام ہو سکتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جنّت کو طلب کرو، جتنا تم سے ہو سکے اور دوزخ سے بھاگو جتنا تم سے ہو سکے۔

قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت



جنت کے نظارے

خواجہ محمد اسلام ○ گھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

جنّت نیک کام کرنے والوں کے لیے مزّین کی

گئی ہے۔ لوگو! نیک کام کر کے جنّت میں اپنا

ٹھکانا بنالو۔

نعت

شاعرِ اسلام حضرت مضطر گجراتی بی۔اے

وعدہ ہے مومنوں سے خدائے کریم کا
اُن کے لیے مقام ہے خُلدِ نعیم کا

قرآں کی اصطلاح میں جنّت کہیں جسے
اِک لازوال دارِ مسرّت کہیں جسے

نہریں رواں ہیں جس میں شرابِ طہُور کی
شیرِ لذیذ و شہدِ مصفّا کی، نُور کی

تسنیم و سلسبیل کے چشموں کی سرزمیں
جن کی نظیر گُلشنِ آفاق میں نہیں

گلہائے رنگا رنگ کے تختے کھِلے ہُوئے
پتّوں کی لرزشوں میں ترانے مِلے ہُوئے

شیریں پھلوں کے بوجھ سے شاخیں جھُکی ہُوئیں
ساحل پہ جیسے نقرئی موجیں رُکی ہُوئیں

باغوں میں موتیوں کے تراشے ہُوئے خیام
جن میں جمال آفریں حوروں کا ہے قیام

ایسے خیام جن کا تصوّر محال ہے!
حُوریں وہ جن کا حُسن فقید المثال ہے

زینت دہ قصُور ہیں غلمانِ پاک رُو
ساغر بکف، سلام بلب، نغمہ درگلو

جنّت کی کوئی چیز زوال آشنا نہیں
شائستہ بقا ہے، وبال آشنا نہیں!

اس گھر میں جب خُدا کے پرستار جائینگے
آنکھوں میں نُور، دِل میں نیا کیف پائینگے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

جنّت کے معنیٰ

ڈھکنا، پردہ کرنا، چھپانا، اس کے بعد سایہ دار درختوں کو کہنے لگے۔ پھر سایہ دار درختوں کے باغ کو بھی جنّت کہنے لگے اور پھر اسلامی اصطلاح میں اس مقام کا نام رکھ دیا گیا۔ جہاں پر اچھے عمل کرنے والے خُدا کے فرماں بردار بندے قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہریں گے۔

وجہ تسمیہ

جنّت کو جنّت کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ مقام لوگوں کی نظروں سے اس دُنیا میں پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے اور ان آنکھوں سے اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اور نہ کوئی شخص اپنے ان کانوں سے اس کی پُوری حقیقت سُن سکتا ہے۔

" اور اللہ تعالیٰ نے وہاں کی راحتیں اور ہر قسم کی آسائشیں اور انعامات مخلوق کی نظروں سے چھپا رکھے ہیں۔" لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (الخ، بخاری)

جنّت کی لمبائی چوڑائی

(۱) جنّت کے عرض کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے کہ اس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے۔

(۲) اور اس کی لمبائی کا مسلم شریف کی حدیث سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنّتی کو جنّت میں جو رقبہ دیا جائے گا وہ تمام دُنیا کے رقبہ سے دس گنا زیادہ ہوگا۔

(۳) دُوسری جگہ ارشاد ہے کہ جنّت میں ایک درخت

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ؕ

(سُورۂ سجدہ پ ۲۱)

وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

(پ : ۴)

اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اگر کوئی سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو اور تمہاری کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب سے بہتر ہو گی۔ (بخاری)

(۴) اور ایک خدا سے ڈرنے والے کو دو دو باغ اتنے بڑے بڑے ملیں گے جن کی لمبائی اور چوڑائی اتنی ہو گی کہ اگر اس کے پورے حصہ میں گھومنا چاہیں، تو سو برس میں ختم ہو۔ (جواہر التفاسیر۔ ص ۳۹۴)

(۵) ہر مومن کے لیے جنّت میں ایک موتی کا بنا ہوا خیمہ ہو گا جس کی لمبائی ساٹھ میل کی ہو گی۔ اور اس خیمہ کے ایک ایک کونہ میں اس کی بیویاں اس طرح قیام کریں گی کہ ایک کو دوسری نہ دیکھ سکے۔ (بخاری و مسلم)

(۶) جنّت کے ایک ایک دروازے کی دو چوکھٹوں (بازوؤں) کے درمیان اتنی چوڑائی ہو گی کہ اگر کوئی شخص اس کے عرض میں چلے، تو پورے چالیس سال میں اس کی چوڑائی ختم ہو۔ (مسلم شریف)

(۷) جنّت میں سو منزلیں ہیں۔ ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان یعنی پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اُوپر کے درجے کا نام ہے اور اسی سے جنّت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں۔ اور جنت الفردوس کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس کو مانگو۔ (ترمذی شریف)

(۸) جنّت والے اپنے اُوپر والوں کو بلندی کے باعث اس طرح دیکھیں گے، جس طرح تم اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہو جو باقی رہا ہو آسمان کے مشرقی یا مغربی حصہ میں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ تو پیغمبروں کی منزلیں ہیں۔ پیغمبروں کے سوا وہاں پر اور کون پہنچ سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ (وہاں پر) ضرور پہنچیں گے جو ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور تصدیق کی اُس کے رسولوں کی۔ (بخاری و مسلم)

(۹) جنّت میں سو درجے (منزلیں) ہیں اور ایک ایک منزل اتنی بڑی ہے کہ اگر سارے جہاں کے لوگ اس میں جمع ہو جائیں، تو ان کے لیے وہی ایک درجہ کافی ہو جائے۔

سوال : اتنی بڑی جنت کہاں ہوگی ؟

جواب : ساتویں آسمان کے اُوپر، عرش الٰہی کے نیچے۔ اور عرشِ الٰہی جنّت کی اس طرح چھت ہوگا جس طرح آسمان زمین کی چھت بنا ہوا ہے۔

سوال : اس وقت یہ آسمان ہوگا یا نہیں؟

جواب : نہیں بلکہ آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں سے ہی جنّت میں جانے والے راستے پیدا کر دیے جائیں گے۔

سوال : جب یہ سورج بے نُور کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی روشنی نہ ہوگی، تو جنّت میں اندھیرا رہے گا یا کوئی روشنی بھی ہوگی ؟

جواب : ہاں، وہاں پر عرش الٰہی سے خاص قسم کا نور پہنچایا جائے گا اور جب رات کا وقت ہوگا تو پردے ڈال دیے جائیں گے جس سے جنّتی لوگ سمجھ جائیں گے اب آرام کا وقت آگیا ہے اور صبح ہوتے ہی پردے ہٹا لیے جائیں گے جس سے جنّتی لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب صبح ہوگئی اور سیر و تفریح کے لیے اپنی اپنی آرام گاہوں سے نکل آئیں گے۔

جنّت کا مصالحہ

صحابہ کرامؓ نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے دریافت کیا جنّت کی عمارت کس چیز سے بنائی گئی ؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک ایک چاندی کی، کنکریاں موتیوں اور یاقوت کی ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی بنی ہوئی زرد اور خوشبودار ہوگی۔ جو کوئی اس میں داخل ہوگا چین و آرام میں رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہاں پر اس کو کبھی بھی موت نہ آئے گی نہ اس کے کپڑے کبھی پُرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی کبھی فنا ہو گی، بلکہ وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ جوان ہی رہے گا۔ (مسند احمد، ترمذی شریف)

سوال : جنّت کب ملے گی ؟

جواب : جب یہ سارا جہان فنا ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت قائم ہوگی اور تمام لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور پھر میزانِ عدل کے پاس ان کو جمع کیا جائے گا اور وہاں پر ہر شخص کا حساب کتاب کر کے نیک لوگوں کو جنّت میں داخل کیا

جائے گا اور بدوں کو جہنم میں۔

جنّت کی بابت ایک شُبہ

بظاہر قرآن و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّت انسان کی نیکی اور خُدا کے حکموں کی فرماں برداری کا بدلہ ہے، تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ عمل یہاں پر کریں اور اس کا بدلہ آخرت کے اُدھار پر رکھا جائے۔ کب مریں، کب قیامت ہو، کب حساب ہو اور کب جنّت میں جائیں۔ آخر اس دُنیا ہی میں نیکی کا بدلہ کیوں نہیں ملتا۔ کیا اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں بدلہ دینے پر قادر نہیں ؟

جواب : ہاں اللہ تعالیٰ دُنیا میں بدلہ دینے پر قادر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ حکمت والے بھی ہیں اور اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کی جزا (نیکی کا بدلہ) جنت اور سزا (بدی کا بدلہ) دوزخ دینے میں قیامت کا انتظار کیا جائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے تین حال ہیں۔

اوّل دُنیا کا حال

اس زندگی میں ہر انسان پر تین قسم کے حقوق ہیں مثلاً کھانے، پینے، سونے اور آرام کرنے غرضیکہ سینکڑوں قسم کی ضروریاتِ زندگی میں پھنسا ہوا ہے اس کو حقوق النفس کہتے ہیں۔

دُوسری قسم

جیسے میاں بیوی کا تعلق یا دوستوں اور ماں باپ، بیٹا بیٹی وغیرہ کی قرابتی ذمہ داریوں میں گھرا ہوا ہے۔ کسی کی خوشی میں شریک ہونا، کسی کی غمی میں شرکت کرنی ضروری، کسی کا کھانا پینا اور اخراجات اس کے ذمہ ضروری، اس قسم کو حقوق العباد کہتے ہیں۔

تیسری قسم

مالکِ اصلی خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کی ذمہ داری کہیں نماز ہے، کبھی روزہ کا حکم ہے، کبھی حج، کبھی جہاد، کبھی زکوٰۃ وغیرہ کی قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ غرضیکہ اس حال میں انسان ہر طرح سے پابند ہی پابند ہے اور فارسی کے اس مصرعہ کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع

دم بدم پابستہ دام توام

غرضیکہ کوئی وقت ایسا نہیں جس میں بے چارہ انسان ہر طرح سے آزاد اور بے فکر ہو اور اسی بنا پر اس جہان کو دارالعمل، دارالمحن تکلیف اور مشقت کا گھر کہتے ہیں۔

جنّت کی کہانی خُدا کی زبانی

(۱) جس جنّت کا متقیوں اور فرماں برداروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا بھی تغیّر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کو بہت لذیذ اور مزیدار معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا اور جنتی لوگوں کے واسطے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ (سورہ محمد۔ پ ۲۶)

(۲) جو شخص قیامت کی پیشی کا خوف رکھ کر خُدا کی اطاعت کرے گا، اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی۔ ایک خُدا کے خوف کا بدلہ، دُوسرے گناہوں کے چھوڑنے کا بدلہ۔ ان دونوں میں میوہ دار درخت کثرت سے ہوں گے اور ہر درخت میں قسم قسم کے پھل ہوں گے اور ان باغات کی لمبائی اتنی ہوگی جس میں درمیانہ رفتار سے اگر کوئی آدمی چلے، تو سو سال میں اس کی لمبائی ختم ہو سکے اور ان میں اعلیٰ درجہ کے مکانات ہوں گے اور ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک کا نام تسنیم، دُوسرے کا نام سلسبیل اور دونوں چشموں میں خصوصیت یہ ہوگی کہ جنّت میں رہنے والا شخص جہاں چاہے اور اپنے مکان کے جس درجے میں چاہے اسی جگہ بے تکلّف پانی لے لے۔ ان دونوں باغوں میں ایک یہ خصوصیت ہوگی کہ اِن میں دو قسم کے پھل ہوں گے۔ ایک کی صُورت دنیاوی پھلوں کی طرح دُوسرے کی صُورت نئی، جو دیکھی نہ سُنی اور یہ لوگ جنّت میں تکیے لگائے ہُوئے ایسے بستروں پر آرام کریں گے جن کے استر ریشمی کپڑے کے ہوں گے اور ان کے ابرے نُور کے ہوں گے اور ان کے پھلوں کی یہ خصُوصیت ہوگی کہ ان کی شاخیں جھکی ہُوئی ہوں گی اور ان کے پھل جب جی چاہے گا فوراً خود بخود ٹوٹ کر منہ میں گر پڑیں گے اور ان دونوں باغوں میں نیچی نظر والی شرمیلی دوشیزہ لڑکیاں ہوں گی جن کو انکے شوہروں کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور وہ عورتیں اس قدر خوب صُورت

ہوں گی جیسے کہ مونگے اور لعل کی تراشی ہوئی تصویریں۔ غرضیکہ یہ دونوں جنتیں سونے کی بنی ہوئی ہوں گی اور ان کا تمام سامان بھی سونے کا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)، جو سابقین کے حصّہ میں آئے گی اور ان دونوں کے علاوہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا سارا سامان بھی چاندی کا ہوگا (بخاری و مسلم)، اور ان کا رنگ ایسا گہرا سبز ہوگا کہ دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں فرحت و تازگی بڑھے گی اور ان میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے اور کثرت سے پھل خصوصاً کھجوریں اور انار بھی ہوں گے جو خوش ذائقہ ہونے کے ساتھ غذا بھی ہیں اور دوا بھی ہیں اور ان چاروں باغوں میں ایسی عورتیں ہوں گی جو خوبصورت بھی ہوں گی اور نیک سیرت بھی ہوں گی جو موتیوں کے تراشے ہوئے خیموں میں بیٹھی ہوئی ہوں گی۔ جن کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہوگا اور اس جنّت کے رہنے والے سبز قالینوں اور قیمتی بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور یہ دونوں جنتیں اصحٰب الیمین کے حصّہ میں آئیں گے۔

سورہ واقعہ میں ارشاد ہے:

(۳) اور سب سابقین جڑاؤ تختوں پر تکیہ لگا کر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے ان کی خدمت گزاری کے لیے لڑکے پھرتے ہوں گے جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں صاف شراب کے پیالے اور آب خورے ہوں گے اور وہ شراب بھی ایسی ہوگی جس سے نہ درد سر ہوگا اور نہ اس سے بدحواسی کی باتیں ہوں گی اور ان بچّوں کے ساتھ پھل بھی ہوں گے جو دل کو بھائیں گے اور ان کے پاس پرندوں کے گوشت جو ان کی طبیعت کے موافق ہوں گے، موجود ہوں گے اور وہاں پر حوریں ہوں گی جن کی آنکھیں بڑی بڑی نہایت لطیف آبدار موتی کی طرح ہوں گی۔ بجز سلامتی کے کوئی بے ہودہ اور لغو بات نہ سنیں گے اور اصحاب الیمین بیریوں کے باغ میں رہیں گے جو دنیا کی طرح کانٹے دار نہ ہوں گی اور پھلوں سے لدے ہوئے کیلوں اور ہمیشہ رہنے والے سائے اور بہتے ہوئے پانی اور قسم قسم کے پھلوں میں جو اس وقت تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور نہ ان کے استعمال پر کسی قسم کی پابندی ہوگی اور وہاں پر قیمتی بستر ہوں گے اور دنیا کی عورتیں نئے طور سے

پیدا کر کے اور ان کو کنواری اور نازنین اور مناسب عمریں دے کر اصحاب الیمین کی دلجوئی اور دل بستگی کا سامان کریں گے۔ (واقعہ: پ: ۲۷)

(۴) اور ان کی پختگی اسلام کے بدلے میں کشادہ اور پُرفضا جنت ہے جس کا عرض (چوڑائی)، زمین و آسمان کے برابر ان کو پہننے کے لیے بڑھیا قسم کا ریشمی لباس دیا جائے گا اور یہ مسہریوں پر آرام و عزت سے تکیہ لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوں گے۔ موسم اس قدر فرحت بخش ہو گا کہ نہ گرمی کی شدت نہ جاڑے کی زیادتی۔ اور جنت کے درخت ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان پھل دار درختوں کے خوشے اس تناسب سے نزدیک ہوں گے کہ اگر کوئی جنتی ان کو توڑنا چاہے، تو چاہے بیٹھ کر، چاہے لیٹ کر، چاہے کھڑے ہو کر غرضیکہ جس طرح اس کا جی چاہے آرام سے توڑ لے۔ اور ان کے پاس چاندی کے برتن اور چاندی کے بنے ہوئے آبخورے اتنے شفاف اور ہلکے کہ دیکھنے سے شیشہ کے معلوم ہوں اور آبخوروں کا انداز اور ان کی بناوٹ اتنی صحیح ہو گی کہ پینے والوں کی پیاس اور خوراک کے موافق ہوں گے نہ کچھ زیادہ اور نہ کچھ کم۔ اور اس کے علاوہ ان لوگوں کو ایسی شراب کا جام پلائیں گے جس میں سونٹھ ملی ہوئی ہو گی جو اس شراب کو خوش ذائقہ اور مزیدار کر دے گی۔ لیکن وہ دنیا کی سونٹھ نہ ہو گی بلکہ ایک چشمہ جس کا نام سلسبیل ہے۔ اس کا کچھ حصہ لے کر اس شراب میں ملا دیں گے اور ان کی خدمت کے لیے کچھ لڑکے مقرر کیے جائیں گے جن کی خصوصیات یہ ہیں۔ (۱) وہ ہمیشہ ہمیشہ لڑکپن ہی کی عمر میں رہیں گے کبھی جوان یا بوڑھے نہ ہوں گے۔ (۲) وہ نہایت ہی حسین و جمیل نازک ہوں گے رنگ اتنا پاکیزہ کہ دیکھنے والا ان کی نزاکت اور آب دیکھ کر گمان کرے گا کہ موتی کے دانے بکھرے ہوئے ہیں اور جب تم اس مقام کو دیکھو تو خیال کرو کہ وہاں پر قسم قسم کی بے انتہا نعمتیں ہیں اور لازوال سلطنت ہے۔ ان کے اوپر کے کپڑے باریک اور نہایت ہی چمکدار ریشم کے بنے ہوئے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے جن کا رنگ سبز ہو گا اور شاہی مقرب اور درباریوں کی نشانی ظاہر کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں گے اور ان سب نعمتوں میں سب سے بڑھ کر یہ دولت ملے گی کہ رب العالمین خود اپنے ہاتھ سے

پاک کرنے والی شراب پلائے گا (جس کی کیفیت عشاق سے پوچھو) اور فرماتے ہونگے یہ تمہارا نیک کاموں کا انعام ہے کیونکہ تمہاری محنت ہم کو پسند آگئی۔ (دہر: پ ۲۹)

(۵) بے شک ڈرنے والوں کو مراد ملتی ہے اور ان کا درجہ بلند اور ممتاز ہوتا ہے کہ ان کے لیے پھلوں سے لدے ہوئے چار دیواری کے باغ ہیں اور ان باغات میں انگور کی ٹٹیوں کے سائبان ہیں اور نوجوان حسین کنواری ۱۷-۱۸ سال کی لڑکیاں ہیں اور شراب کے چھلکتے ہوئے پیالے اور اس کی محفل میں کوئی بے ہودہ اور جھوٹی بات نہ ہوگی۔ یعنی یہ نشہ سے پاک وصاف ہوگی۔ اور یہ بدلا ہے تیرے رب کی طرف سے جو اس نے اپنے فضل سے تیرے حساب کے موافق عطا فرمایا ہے۔ (سورہ نبا پ: ۳۰)

نوٹ: حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جنت کی چیزوں کے نام دنیا کی چیزوں کی طرح ہیں، لیکن ان کی حقیقتیں دنیا کی چیزوں سے بالکل مختلف ہوں گی کیونکہ دنیا کی چیزوں کا مادّہ مٹی جیسی غلیظ چیز ہے اور جنت کی اشیاء کا مادہ نور ہے جو انتہائی لطیف ہے۔

(۶) بے شک نیک لوگ آرام میں ہوں گے اور ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز ہونگے اور سونے کے جڑاؤ تختوں پر بیٹھ کر جنت کی سینری اور وہاں کے نظارے بلا تکلف اپنی اپنی جگہ سے دیکھیں گے اور ان کے چہروں پر انعام اور راحتوں کے باعث خاص قسم کی تروتازگی ہوگی۔ ان کو پینے کے لیے مشک وخاص مہر کی ہوئی (سیل کی ہوئی) شراب ملے گی۔ تاکہ اس مشک کی خوشبو اس شراب میں بس جائے اور پینے والے کے دماغ کو خوش اور معطّر کردے۔ اور اگر اس میں ملانے کو جی چاہے گا تو (سوڈا نہیں) بلکہ تسنیم کی آمیزش کی جائے گی اور تسنیم جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جس کی خالص شراب اللہ کے خالص الخاص بندوں کو ہی دی جائے گی۔ لیکن اس میں سے کچھ حصہ بطور خوشبو کے ابرار یعنی نیک بندوں کو بھی دیا جائے گا۔ پس چاہیے کہ (دوڑیں) اور رغبت کریں، (رغبت کرنے والے)

نوٹ: حدیث میں آتا ہے کہ اس مشک کی خوشبو اس قدر تیز ہوگی کہ اگر کوئی شخص اس میں ہاتھ ڈبو کر نکالے، تو دنیا کی تمام جان دار مخلوق اس کی خوشبو سے مست

اور بے خود ہو جائے۔

(۷) بہت سے چہرے اس دن تروتازہ اور اپنی کمائی کے باعث سُرخرو ہوں گے۔ اُونچی اُونچی جنتوں میں نہایت چین اور آرام سے ہوں گے اور اس جگہ رنج پہنچانے والی کوئی بات نہ سنیں گے اور اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا۔ جس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہوگا۔ اور وہاں پر اونچے اُونچے تخت اور ان تختوں پر آبخورے قرینے سے رکھے ہُوئے ہوں گے اور مخملی قالین ہر طرف پھیلے ہُوئے ہوں گے۔ یعنی فالتو پڑے ہُوئے ہوں گے۔ تاکہ جہاں جنّت والوں کی طبیعت چاہے ان کو بچھا سکیں۔ (سورہ غاشیہ: پ ۳۰)

(۸) تمام دنیاوی دوست اس روز یعنی قیامت کو ایک دُوسرے کے دُشمن ہو جائیں گے؛ البتہ خُدا سے ڈرنے والے اصحاب کی دوستی دُنیا کی طرح اب بھی قائم رہے گی، جس طرح دُنیا میں یہ لوگ ایک دُوسرے کے کام آتے تھے۔ اس آڑے وقت میں بھی اسی طرح کام آئیں گے اور فرماں برداروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دی جائے گی جس کا مطلب یہ ہوگا (۱) اے میرے بندو تم پر آج کسی قسم کا کوئی خوف و اندیشہ نہیں اور نہ آئندہ ہی کسی قسم کا تُم پر کوئی غم ہوگا (۲) اے ہماری آیتوں پر ایمان لاکر ہماری تابعداری کرنے والو! تم اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ لے کر خوش بخوش جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ (۳) تمہارے خدمت گذار تمہارے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لے کر آتے رہیں گے۔ (۴) اور مختصر یہ کہ جنّت میں ہر وہ چیز دستیاب ہو گی جس کو دل چاہے گا اور جن کے دیکھنے میں آنکھوں کو لذّت حاصل ہوگی۔ غرضیکہ تم وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہو گے۔ نہ بیماری آئے گی اور نہ وہاں پر کبھی کوئی نعمت زائل ہوگی۔ نہ وہاں پر (دنیاوی مالداروں کی طرح) کسی قسم کی دُشمنی اور عداوت ہوگی۔ نہ بڑھاپا آئے گا اور نہ کسی کو موت آئے گی۔

بہشت اس جگہ کا نام ہے جہاں پر نہ کسی قسم کی تکلیف ہوگی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا ہوگا نہ لڑائی۔

جنّت کی کہانی، نبی کی زبانی

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ حضور میری سفارش قیامت کے روز فرمائیے گا۔ آپ نے فرمایا میں ضرور تیری سفارش کروں گا۔ اس پر میں نے آپ سے عرض کیا کہ حضور میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے پُل صراط پر دیکھنا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر وہاں پر آپ نہ ملیں۔ آپ نے فرمایا، تو پھر میزان کے پاس دیکھنا۔ میں نے پھر دریافت کیا، اگر آپ وہاں بھی نہ ملے؟ اِس پر آپ نے فرمایا، تو حوضِ کوثر کے پاس ڈھونڈ لینا۔ میں ان تینوں جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر ضرور ہی تم کو ملوں گا (ترمذی وقال حدیث غریب)

موت کی موت

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنّت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی جہنّم میں تو موت کو دُنبہ کی شکل میں، لایا جائے گا اور جنّت اور دوزخ کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور پھر ایک آواز دینے والا آواز لگائے گا۔ اے جنّت والو اب موت نہیں۔ اے دوزخ والو! اب کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ منظر دیکھ کر جنتیوں کی خوشی دو چند ہو جائے گی اور دوزخ والوں کے غموں میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری مسلم)

جنّت کی عورت

(۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں صبح کو یا شام کو نکلنا دُنیا اور اُس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنّت والوں کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو اس کی خوبصورتی کے باعث مشرق و مغرب روشن ہو جائے اور مشرق سے مغرب تک تمام فضا کو خوشبو سے مہکا دے اور اس کی اوڑھنی (سر پہ اوڑھنے کا کپڑا) دُنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

نوٹ: فی سبیل اللہ کے راستے سے مراد جہاد۔ طلب علم اور ترجمہ قرآن شریف کے لیے یا تبلیغ کے لیے گھر سے نکلنا ہے۔ جیسے رائے ونڈ ضلع لاہور کے تبلیغی مرکز سے تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہو گی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گی اور یہ صورت انبیاء علیہم السلام کی ہو گی اور دوسری جماعت کی شکلیں چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گی۔ ہر ایک آدمی کے واسطے دو دو بیویاں ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور ان کی پتلی انتہائی سیاہ ہو گی اور ان کی آنکھیں انتہائی فراخ ہوں گی۔ ہر بیوی کے اوپر ستر حلے ہوں گے۔ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا نزاکت اور لطافت کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر نظر آئے گا۔ ہمیشہ صبح و شام یہ بہشتی لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ تھوکیں گے، نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کی انگیٹھیوں کا کوئلہ عود (اگر) ہو گا اور ان کے پسینہ کی خوشبو مشک کی مانند ہو گی۔ سب کے سب آپس میں با اخلاق ہوں گے اور ان کی صورت اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہو گی اور ان کے قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم شریف)

(۵) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک مجلس ہو گی۔ جس میں حوریں ایسی خوش آوازی سے گائیں گی کہ اس طرح کی آواز مخلوق نے اس سے پہلے کبھی بھی نہ سنی ہو گی اور ان کے گیت یہ ہوں گے:

(ترجمہ) ہم ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی، کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم ہیں آرام اٹھانے والی۔ پس کبھی تنگ نہ ہو گی، ہم ہیں راضی خوشی رہنے والی اور کبھی ناخوش نہ ہوں گی۔ مبارکبادی ہے اس شخص کے واسطے جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔ (ترمذی)

حور، اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی نہایت چمکیلی اور پتلی انتہائی گہری سیاہ ہو۔ عین کے معنی فراخ چشم یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی۔

(۶) فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی مرد جنت میں ستر تکیوں پر اس طرح آرام کرے گا۔ ایک پہلو سے جب دوسرا پہلو بدلے گا، تو اس عرصے میں قسم قسم

کے سر تکیے لگائے گا۔ اسی اثنا میں ایک عورت آئے گی اور ناز کرتے ہوئے اس مرد کے کندھوں پر داچانک، ہاتھ مارے گی۔ وہ مرد منہ موڑ کر جو دیکھے گا تو اس عورت کا رخسارہ آئینہ سے زیادہ چمکدار اور صاف ہوگا۔ اور اس شخص کو اس کے منہ میں اپنی صورت نظر آئے گی اور اس عورت کا لباس کا یہ حال ہوگا کہ اس میں جو موتی لگے ہوئے ہوں گے ان میں ادنیٰ درجہ کے موتی کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر وہ موتی دُنیا میں کبھی موجود ہو تو اپنی چمک کی وجہ سے مشرق سے لے کر مغرب تک کو روشن کر دے اور پھر سورج کی ضرورت نہ رہے۔ اس وقت یہ عورت اس جنتی مرد کو سلام کرے گی۔ یہ مرد اس کے سلام کا جواب دے کر دریافت کرے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی باقی نعمتوں کے علاوہ اس ناچیز کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ جس قدر آپ کا حق تھا وہ تو آپ کو مل ہی گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مزید مجھے دیا ہے اور اس عورت کے اُوپر رنگ رنگ کے ستر کپڑے اس طرح کے باریک ہوں گے کہ اس مرد کی نظر ان کپڑوں سے گزر کر عورت کے جسم پر اس طرح پڑے گی جیسے کہ ننگے جسم پہ نظر پڑتی ہے اور اس عورت کے جسم کی اور کھال کی نزاکت کا یہ عالم ہوگا کہ اس کی پنڈلی کا گودا د گلی، ان کپڑوں کے اندر سے نظر آئے گا۔ اور اس عورت کے سر پر ایسا بیش قیمت تاج ہوگا جس کا ادنیٰ درجہ کا موتی تمام جہان کو روشن کر دے۔ (مسند احمد)

سوال : اوّل تو ستر کپڑے، پھر کھال، پھر گوشت، پھر ہڈی کے درمیان سے گودہ کس طرح نظر آئے گا؟

جواب : آج کل ایک آلہ چلا ہے جس کو ڈاکٹر لوگ ایکسریز کہتے ہیں۔ اِس کو لگا کر جسم کے اندر کی تمام چیز ہڈی اور اس کا گودہ تک نظر آجاتا ہے، تو کیا اللہ تعالےٰ دُنیا کے انسانوں سے بھی عاجز ہیں۔

جنّتی مرد کی مردانگی

(۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی مرد کو جنّت میں اتنی قوّت دی جائے گی دجو بہتر عورتوں کے لیے کافی ہوگی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

اتنی عورتوں سے صحبت کرنے کی اس مَرد میں طاقت ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اُس کو سو مردوں کی قوت دی جائے گی، تو پھر اتنی عورتوں سے صحبت کرنے کی کیوں طاقت نہ ہوگی۔ (ترمذی شریف)

(۸) جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر جنّت کی چیزوں میں سے ناخن کی مقدار دُنیا میں ظاہر ہو جائے، تو تمام رُوئے زمین کو مزیّن (آراستہ و پیراستہ) کردے۔ اور اگر ایک جنتی آدمی دُنیا میں جھانکے اور اس کے کپڑے دُنیا میں ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سُورج کی روشنی کو مٹا دے اور سُورج اس کی روشنی میں اس طرح غائب ہو جائے جس طرح کہ سُورج نکل کر ستاروں کو غائب کر دیتا ہے اور ستاروں کی روشنی سُورج نکلتے ہی غائب ہو جاتی ہے۔

(۹) فرمایا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جنتی مردوں کے چہروں پر ڈاڑھی نہ ہوگی جس طرح نئی نئی جوانی میں رخساروں (کلّوں) پر بال نہیں نکلتے ان کی آنکھیں قدرتی سرمگیں ہوں گی۔ ان کی جوانی فنا نہ ہوگی۔ ان کے کپڑے پرانے اور میلے نہ ہوں گے۔ (ترمذی شریف، دارمی)

کیونکہ حدیث میں کحلی کا لفظ آیا ہے اور مکحول اس کو کہتے ہیں جس کی پلکوں کی جڑیں قدرتی سیاہ ہوں اور دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ اُس نے سُرمہ لگایا ہوا ہے اور جرُد کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بدن پر بالکل بال نہ ہوں اور مرد کے معنی وہ لڑکا جس کے ڈاڑھی نہ آئی ہو۔

(۱۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی لوگ جنّت میں اس طور سے داخل ہوں گے کہ ان کے بدن کے اُوپر کوئی بال نہ ہوگا بلکہ تمام بدن کی کھال صاف ہوگی۔ یعنی بدن کے کسی حصّہ پر بال نہ ہوں گے۔ نہ سینہ پر نہ بغلوں میں نہ اور کہیں اور چہروں پر ڈاڑھی نہ آئی ہوگی۔ آنکھیں قدرتی سرمگیں (سُرمہ لگی ہوئی) معلوم ہوں گی۔ اِن کی عمر ۳۰ تا ۳۳ سال کی ہوگی۔ یہاں پر حضرت معاذؓ بھول گئے کہ آپ نے ۳۰ سال کی عُمر فرمائی یا ۳۳ سال کی۔ (ترمذی)

ادنیٰ درجہ کا جنّتی

(۱۱) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا کہ اس کے لیے اسی ہزار خدمت گزار ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کے واسطے ایک خیمہ لگایا جائے گا جو موتی اور زبرجد اور یاقوت کا بنا ہوا ہوگا اور اس خیمہ کا طول وعرض یعنی لمبائی چوڑائی اتنی ہوگی جتنی جابیہ سے لے کر صنعا تک۔ جابیہ ایک شہر ہے شام میں اور صنعا یمن میں ایک مقام ہے گویا کہ ادنیٰ درجے کے جنتی کا خیمہ لمبائی اور چوڑائی میں اتنا ہوگا کہ جتنا یمن اور شام کے درمیان فاصلہ ہے۔ (ترمذی شریف)

ادنیٰ جنّتی سے رب العالمین کے تین خطاب

(۱۲) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنت میں ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس جنتی سے فرمائیں گے جو تیری مراد ہو مانگ۔ اب یہ شخص جس قدر بھی اس کی مرادیں ہوں گی وہ سب کچھ ہی مانگ لے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ دوبارہ فرمائیں گے جتنی تیری مرادیں تھیں، تُو نے مانگ لیں۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ میں سب کچھ مانگ چکا۔ تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ پھر فرمائیں گے کہ تیرے لیے تمام وہ چیزیں ہیں جس کی تُو نے تمنّا کی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اتنی ہی اور بھی ہماری طرف سے یعنی ایک تیرے مانگنے پر اور ایک ہم نے اپنی طرف سے شامل کر کے ان کو دوگنا کر دیا۔ (مسلم شریف)

(۱۳) فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ شخص ہوگا جو اپنے باغوں، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں اور اپنے خدمت گذاروں کو اپنے آرام کرنے کے تختوں کو ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا۔ یعنی ادنیٰ درجہ کے جنتی کی ملکیت جنت میں اتنی وسیع ہوگی جس کا رقبہ ایک ہزار سال کا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

جنّت کا بازار

(۱۴) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت میں ایک بازار لگایا جائے گا اور جنتی لوگ ہر جمعہ کو اس بازار میں آیا کریں گے۔ اور جس وقت یہ لوگ بازار میں آئیں گے، تو شمالی ہوا چل کر ان کے چہروں اور کپڑوں پر قسم قسم کی خوشبوئیں چھڑک دے گی اور اس ہوا کی خاص تاثیر یہ ہوگی کہ اس

ہوا کے لگنے کے بعد جنتی لوگ پہلے سے زیادہ خوبصورت حسین وجمیل ہوجائیں گے اور جب یہ لوگ یہاں سے فارغ ہوکر اپنے اپنے مکانوں میں واپس جائیں گے تو گھر والے تعجّب کے ساتھ ان لوگوں سے کہیں گے کہ آپ تو یہاں سے جاکر بہت ہی خوبصورت ہوگئے ہو (آخر اس کی کیا وجہ؟) یہ لوگ کہیں گے خدا کی قسم ہماری غیر حاضری میں تمہارا حسن وجمال بھی بے حد دل کش ہوگیا (اس کی کیا وجہ ہے؟) گھر والوں کی خوب صُورتی کا سبب بھی غالبًا وہی ہَوا ہوگی جس نے مردوں کو خوبصُورت بنادیا تھا۔ (مسلم شریف)

(۱۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک بازار ہوگا، لیکن اس میں کسی قسم کی خرید وفروخت نہ ہوگی۔ اس میں مردوں کی مورتیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ پس جب کسی کو کوئی صُورت (مورتی) اچھی معلوم ہوگی، تو وہ جنتی اس میں داخل ہوجائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صُورت بھی اس کو پسند ہوگی، ویسی صُورت اُس کی کردی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

(۱۶) سعید بن مسیبؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مدینہ منورہ کے بازار میں ملاقات کی۔ اِس پر ابوہریرہؓ نے فرمایا اے سعید میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تیری اور میری اسی طرح جنّت کے بازار میں ملاقات کرائیں اور ہم دونوں کو وہاں پر جمع کرادیں۔ اس پر حضرت سعیدؒ نے عرض کیا۔ کیا جنّت میں بازار بھی ہوگا؟ ابوہریرہؓ نے فرمایا: ہاں ضرور ہوگا۔ خبر دی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اہلِ جنّت جب جنّت میں داخل ہوں گے، تو اپنے اپنے عملوں کے مطابق اس کی منزلوں میں فروکش اور قیام پذیر ہوں گے، جس کے عمل زیادہ اور بہتر ہوں گے ان کے درجے بھی بلند اور اعلیٰ ہوں گے، پھر ہر ہفتہ جُمعہ کے روز ان لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے اپنے مقام سے نکلیں، یہ لوگ حکم پاتے ہی اپنی اپنی منزلوں سے باہر نکلیں گے اور اپنے رب کی زیارت سے شرف اندوز ہوں گے اور اس روز اللہ تعالیٰ اپنے لُطف اور خاص عنایات سے ان کو مالا مال فرمائیں گے اور خدا تعالیٰ جنّت کے سب سے بڑے باغ میں دربار کریں گے اور وہاں پر حسبِ حیثیت مختلف قسم کی کُرسیاں لگائی جائیں گی۔ کچھ تو نُور کی

بنی ہوں گی، کچھ موتیوں کی بنی ہُوئی اور کچھ یاقوت کی بنی ہُوئی، کچھ زمرد کی اور کچھ سونے کی اور کچھ چاندی کی بنی ہوئی ہوں گی اور اپنے اپنے درجہ کے مطابق ہر جنتی ان کرسیوں پر بیٹھے گا اور سب سے ادنےٰ درجے کے جنتی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور خوبی یہ ہو گی کہ ٹیلوں پر بیٹھنے والی قوم کو یہ خیال بھی نہ آئے گا کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے لوگ ہم سے اعلےٰ درجے میں ہیں یا ہم۔ کیونکہ جنّت میں ہر کوئی شخص اپنے اپنے مقام اور مرتبے پر راضی اور شکر گذار ہو گا اور اس سے اُونچے درجے کی خواہش بھی نہ کرے گا۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں ضرور دیکھو گے۔ کیا تم سورج اور چودھویں رات میں چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح شک نہ کرو گے تم اپنے پروردگار کے دیکھنے میں اور اس مجلس میں کوئی بھی ایسا نہ ہو گا جس سے اللہ تعالیٰ بلا واسطہ گفتگو د بات چیت، نہ فرمادیں اور آمنے سامنے بالکل بے حجاب تشریف فرما ہوں گے اور اس دوران میں ایک آدمی سے فرمائیں گے۔ اے فلاں کے بیٹے فلاں کیا تجھ کو وہ دن یاد ہے جس میں تُو نے یہ فلاں فلاں بات کہی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی بعض وہ عہد شکنیاں یاد دلائے گا جو اس نے دُنیا میں کی تھیں۔ پس یہ عرض کرے گا۔ اے اللہ! کیا تُو نے میرے گناہ معاف نہیں کر دیے؟ ارشاد ہو گا۔ کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت اور فراخی کے باعث ہی تُو اس مرتبہ میں پہنچا۔ اسی اثناء میں ان پر ایک بادل آئے گا اور ایسی خوشبو کی بارش برسائے گا کہ اس وقت تک کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہو گی اور اس بارش کے درمیان ارشاد ہو گا کہ کھڑے رہو اور آؤ اس چیز کی طرف جو مَیں نے تمہارے لیے تیّار کر رکھی تھی اور جس چیز کو تمہارا دل چاہے بے تکلف اس کو لے لو۔ اس ارشاد کے سنتے ہی ہم ایک بازار میں آئیں گے۔ جس کے چاروں طرف فرشتے کھڑے ہُوئے ہوں گے۔ اور اس بازار میں ہم ایسی ایسی چیزیں دیکھیں گے جو اس وقت تک نہ آنکھوں نے دیکھی ہوں گی اور نہ کانوں نے سُنی ہوں گی اور نہ

دلوں پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ اور اس کے بعد ہماری پسند کی چیزیں ہم کو مفت دے دی جائیں گی۔ کیونکہ اس بازار میں خرید و فروخت نہ ہوگی اور اس بازار میں جنت والے ایک دُوسرے سے مُلاقاتیں کریں گے اور ایک اُونچے مرتبے والا شخص اپنے سے کم درجے کے جنتی سے مُلاقات کرے گا اور اس کو اپنا لباس اس ادنیٰ درجے کے جنتی کے مقابلے میں اچھّا معلوم نہ ہوگا، لیکن فوراً ہی معلوم ہوگا کہ میرا خیال غلط ہے اور اس سے زیادہ کچھ خوبصورت نہیں اور یہ خیال کی تبدیلی اس وجہ سے ہوگی تاکہ اِس کو کسی قسم کا غم نہ ہو۔ میرے ناقص خیال میں اس کی یہ صُورت معلوم ہوتی ہے کہ ادنیٰ درجے کے جنتی کا جو لباس ہوگا، غالباً فوراً ہی اس کے لباس کو دُوسرے شخص کی طرح کر دیا جائے گا۔ تاکہ اس کو غم نہ ہو اور دُوسرے کو بڑائی نہ ہو، اس کے بعد ہم اپنے گھروں میں پہنچیں گے تو ہماری عورتیں ہم سے مُلاقات کر کے کہیں گی مرحبًا و اہلاً۔ تم اس قدر خوب صورت ہو کر کیسے آئے ہو۔ جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے، تو اس وقت تو تم پر اس قدر حسن و جمال نہ تھا۔ اس کے جواب میں ہم لوگ کہیں گے کہ ہم کو آج خُدا کے قُرب کی سعادت حاصل ہُوئی ہے۔ پس اس کا قُرب اور صحبت اس کے لائق ہے کہ ہم اسی خوب صُورت حالت میں تمہارے پاس واپس ہوں (ترمذی۔ ابنِ ماجہ شریف)

جنّتی مَرد اور عورتیں

(۱۷) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت میں پہنچ کر جنّت والے مَرد عورت جنّت میں کھائیں گے، پئیں گے، لیکن کھانے کے باوجود یہ لوگ نہ تھُوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے۔ نہ ان کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا، تو کھانے کے فضلات (بدن سے) کس طرح پر خارج ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: اِس کی دو صُورتیں ہوں گی۔ اوّل ڈکار آئے گی۔ دُوسرے ان کو مشک کی طرح خوشبودار پسینہ آئے گا اور فضلات اِن دونوں کے ذریعے بدن سے خارج ہو جائیں گے اور ان لوگوں سے تسبیح و تحمید اس طرح سے بے اختیار جاری ہو گی جس طرح سانس بغیر کسی مشقت کے خود بخود نکلتا رہتا ہے۔ (مسلم شریف)

جنّت والوں سے چار باتیں

(۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (جب جنّت میں جنتی لوگ پہنچ جائیں گے) تو ایک آواز دینے والا اِن کو آواز دے گا۔ (۱) اے جنّت والو تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے (۲) اور تم زندہ رہو گے اور تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ (۳) اور تُم لوگ ہمیشہ جوان رہو گے، کسی وقت بوڑھے نہ ہو گے (۴)، تمہارے لیے فیصلہ ہے کہ تُم ہمیشہ چین اور آرام میں رہو اور کبھی تکلیف اور مُصیبت نہ دیکھو۔ (مسلم شریف)

جنّت میں داخل ہونے والوں کے دل

(۱۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں بہت سی قومیں اس طرح کی داخل ہوں گی کہ اِن کے دِل پرندوں کے دل کی مانند نرم اور صاف یعنی بے کینہ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہوں گے۔ (مسلم شریف)

جنّت والوں سے اللہ کی خاص باتیں

(۲۰) ایک دفعہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اللہ تعالیٰ جنتی مردوں اور عورتوں کو پکار کر کہیں گے اے جنت والو! اس کے جواب میں جنت والے لبیک کہیں گے یعنی اے ہمارے رب ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور بھلائی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جس کو چاہے عنایت فرمادے اور جس کو چاہے نہ دے۔ کیوں کہ تُو مالک ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان جنّت والوں سے ارشاد فرمائے گا: کیا تم لوگ ہم سے خوش ہو؟ جنتی لوگ عرض کریں گے، اے ہمارے رب تجھ سے خوش نہ ہوں گے تو کس سے خوش ہوں گے کیونکہ تُو نے ہم کو وہ چیزیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیں جو اپنی مخلوق میں کسی کو بھی نہیں دیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا: کیا اس سے بہتر اور اعلیٰ چیز تم کو نہ دے دوں؟ جنّت والے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ان نعمتوں سے زیادہ کون سی چیز بہتر ہو گی (جو تُو نے ہم کو جنّت میں دے رکھی ہیں۔ یعنی ہر قسم کی کھانے کی چیزیں، عمُدہ سے عمُدہ لباس، اعلیٰ سے اعلیٰ مکانات اور باغات وغیرہ)، اِس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اچھا میں تم کو اپنی خوشنودی کا پروانہ

عطا کرتا ہوں اور اب کبھی بھی تم سے ناراض اور ناخوش نہ ہوں گا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پروانہ اتنا قیمتی ہے کہ جنت کی تمام نعمتیں اُس کے مقابلے میں ہیچ اور بے قدر ہیں۔ (بخاری و مسلم شریف)

(۲۱) فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس وقت جنتی لوگ اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اچانک ان کے واسطے ایک نُور ظاہر ہوگا، تو یہ لوگ اپنے سروں کو اُٹھائیں گے تاکہ اِس نور کو دیکھیں۔ پس دیکھیں گے کہ رب العالمین نے اُوپر سے اِن لوگوں پر اپنی تجلّی ڈالی ہے۔ اس وقت اللہ رب العزّت کا پہلا جُملہ یہ ہوگا: السلام علیکم یا اھل الجنّة اور یہ وہی سلام ہوگا جس کا وعدہ قرآن شریف میں اس طرح سے کیا گیا: سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ الرَّحِيمِ۔ (سورہ یٰس پ ۲۳)

اس کے بعد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف (محبّت سے) دیکھے گا اور (اسی طرح) یہ لوگ بھی کُھلم کُھلا بغیر کسی پردے کے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اس دیدارِ الٰہی کا اِن لوگوں پر یہ اثر ہوگا کہ جب تک ان کی نظروں کے سامنے خدا کا دیدار رہے گا جنّت کی کسی نعمت کی طرف بالکل ہی توجہ نہ کریں گے، بلکہ دیدارِ الٰہی میں (ایسے) محو اور مستغرق ہو جائیں گے کہ جنّت کی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نُور یعنی اپنی ذات کے درمیان پھر پردہ ڈال لیں گے اور ان لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں گے، لیکن اس نُور کا اثر اور مشاہدے کی کیفیت و لذّت اب بھی باقی رہے گی۔ (ابن ماجہ)

سوال: ہمیشہ ہمیشہ اِن کو مشاہدۂ جمال کیوں کر رہے گا جب کہ وہ سب نعمتوں سے زیادہ اعلیٰ نعمت ہوگی؟

جواب: یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کیونکہ باوجود جنّت کی لطافت کے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا جمال بلا واسطہ دیکھنے کی انسانوں میں طاقت ہو گی، اس لیے تھوڑی دیر کے لیے اپنا دیدار دکھایا، پھر جنّت کی نعمتوں میں لگایا تاکہ ہر مرتبہ نئی لذّت ان کو حاصل ہو۔ سُورج روز نکلتا ہے۔ اس کو کوئی بھی شوق کے ساتھ نہیں دیکھتا۔ لیکن عید کا چاند

سال میں ایک دفعہ نکلتا ہے، تو کتنے شوق سے اس کو دیکھتے ہیں۔

جنت کا اُڑنے والا گھوڑا

(۲۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک دیہاتی آکر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں گھوڑوں کا بہت شوقین ہوں۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تُو جنت میں داخل ہُوا تو تجھ کو یاقوت کا بنا ہُوا ایک گھوڑا دیا جائے گا۔ اور اس کے دو پَر ہوں گے، پھر تجھ کو اس پر سوار کرایا جائے گا اور پھر تُو جس جگہ چاہے گا وہ تجھ کو اُڑا لے جائے گا۔ (ترمذی شریف)

گویا کہ یہ گھوڑا جنّت کا ہوائی جہاز ہوگا، لیکن ہمارے یہاں کے ہوائی جہاز کی صورت مچھلی کی طرح ہوتی ہے اور جنّت کے ہوائی جہاز کی شکل گھوڑے کی طرح ہوگی۔ یہ ہوائی جہاز المونیم کا بنا ہوا ہوتا ہے، وہ جہاز یاقوت کا ہوگا، پھر تعجب کاہے کا۔ بعض دہریوں کو اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا اور قسم قسم کے اعتراضات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم پر کیا کرتے تھے، لیکن ہوائی جہاز کی ایجاد نے ان ظاہر پرستوں کو خاموش کر دیا۔

جنّت کے درخت

(۲۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں کوئی درخت بھی ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔ (ترمذی شریف)، اور ہر درخت کی شاخیں ٹہنیاں مختلف ہیں کسی کی سونے کی کسی کی چاندی کی، کسی کی یاقوت کی اور کسی کی زمرد کی اور کسی کی موتی کی اور قسم قسم کے خوشوں اور طرح طرح کے پھلوں سے ان کو سجایا گیا ہے۔ اور ہر ہر درخت کے نیچے نہر چلتی ہوئی ہوگی۔ (مظاہرِ حق، ج ۴، ص ۴۳۸)

(۲۴) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس مبارک میں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آیا، تو آپؐ نے فرمایا: وہ اتنا بڑا ہے کہ اگر تیز رفتار سوار اس کی شاخوں ٹہنیوں کے سائے میں چلے، تو سو سال میں اس کے سائے کو ختم کرے۔ اور اس درخت پر

سونے کی ٹڈیاں ہیں۔ شاید ان ٹڈیوں سے مُراد نورانی فرشتے ہوں جو اس درخت پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان کے چمکدار پَروں کو سونے کی ٹڈیوں سے تشبیہ دی گئی ہو اور اس کے پھل اتنے بڑے ہیں جتنے مٹکے ہوتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت کا نام ہے جس کی ابتدا چھٹے آسمان سے ہے اور اس کی انتہا ساتویں آسمان میں ہے گویا کہ سدرۃ المنتہیٰ کی لمبائی پانچ سو برس کی راہ ہے اور اسی مقام پر اوّلین و آخرین کا علم ختم ہو جاتا ہے اور اس کے اُوپر کا مخلوق میں سے کسی کو بھی علم نہیں اور نہ وہاں سے اُوپر کوئی فرشتہ جا سکتا ہے اور یہی جبریل علیہ السلام کا مقام ہے اس کے اُوپر وہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس مقام سے بھی اُونچے اور ایسی جگہ پہنچے جہاں نہ کوئی پیغمبر پہنچا نہ کوئی فرشتہ پہنچا۔ وصلی اللہ علیہ وسلّم۔

(۲۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دوزخی مسلمان فقیروں کی طرح جنت والوں کے راستہ میں صف باندھ کر (لائن بنا کر) کھڑے ہوں گے۔ اتفاق سے ان کے سامنے سے ایک جنتی شخص کا گزر ہو گا۔ اس کو دیکھ کر ایک دوزخی گنہ گار مسلمان شور مچانے لگے گا اے فلاں یعنی اس کا نام لے کر اس کو آواز دے گا، کیا آپ مجھ کو نہیں جانتے؟ مَیں وہ شخص ہوں جس نے ایک مرتبہ آپ کو دُنیا میں پانی پلایا تھا اور کوئی یہ کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کرنے کے لیے پانی دیا تھا۔ یہ جنتی اس کا اعتراف کرے گا اور اس احسان کے بدلے میں وہ جنتی مسلمان اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنّت میں داخل کرا دے گا۔ یعنی اگر دُنیا میں کوئی فاسق گنہ گار اہلِ تقویٰ دینداروں اور علماء و صُلحاء کی خدمت کرے گا، تو یہ لوگ اس خدمت کا پھل قیامت کے بعد یہ پائیں گے کہ ان حضرات کی سفارش سے جنّت میں داخل ہوں گے اور اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کو رغبت دلائی ہے کہ علماء صُلحا کی خدمت کیا کرو۔ شاید تُم اپنے اعمال کے باعث جہنم میں پہنچ جاؤ، تو تمہاری خدمت اس وقت

کام آجائے اور ان لوگوں کی خدمت کے باعث تم بھی جنّت میں پہنچ جاؤ اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور علماء کی محبت دل سے کیا کرو کیونکہ ان لوگوں کی صحبت اور محبت دُنیا کی زینت ہے اور آخرت کی نجات اور نُورانیت کا سبب ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف)

جنّت میں کھیتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی بیٹھے تھے اور آپؐ یہ بات فرما رہے تھے کہ جنتیوں میں سے ایک شخص اپنے پروردگار سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کرے گا۔ خداوند تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو ان (بھرپور) نعمتوں میں نہیں ہے جو حسبِ خواہش تجھے ملی ہوئی ہیں؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں (ہے تو سب کچھ) مگر میرا دل چاہتا ہے (چنانچہ اس کو اجازت دے دی جائے گی)، وہ زمین میں بیج ڈالے گا، تو پلک جھپکنے سے قبل ہی سبزہ اُگ جائے گا اور بڑھ جائے گا اور کھیت تیار ہو کر کٹ جائے گا اور پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدمؑ کے بیٹے یہ لے لے! تیری حرص کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد سُن کر گاؤں والے صحابی نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! وہ شخص قریشی یا انصاری ہوگا۔ اس لیے کہ یہی لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ہمارا پیشہ تو زراعت نہیں ہے۔ (بھلا) ہم کیوں ایسی درخواست کرنے لگے۔ یہ بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہنسی آگئی۔

جنّت کے پرندے

اہلِ جنّت کو کھلانے کے لیے پرندوں کا گوشت بھی ملے گا۔ جیسا کہ سورۂ واقعہ میں وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنّت میں لمبی لمبی گردنوں والے اونٹوں کے برابر پرندے ہیں۔ جو جنّت کے درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) وہ تو بڑی ہی اچھّی زندگی میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اُن کے کھانے والے اُن سے زیادہ

بہترین زندگی میں ہوں گے۔ تین بار یوں ہی فرمایا۔ (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد ہوا کہ) میں اُمید کرتا ہوں کہ تُم اُن لوگوں میں سے ہو گے جو اِن پرندوں سے کھائیں گے۔[1] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (جب) کسی جنتی کو پرندہ کھانے کی اشتہا ہو گی، تو (خود بخود) پرند اس کے سامنے آکر گر جائے گا، جو پکا ہُوا ہو گا اور اِس کے ٹکڑے بنے ہُوئے ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ پرند جنتی کے دستر خوان پر خود بخود گر پڑے گا جو بغیر آگ اور دھوئیں کے (بُھنا اور پکا ہوا) ہو گا جنتی اس میں اس قدر کھائے گا کہ اس کا پیٹ بھر جائے گا۔ بعد میں وہ پرندہ اڑ جائے گا۔[2]

اہلِ جنّت کی دل لگی

سورۂ طور میں فرمایا:

" وہاں آپس میں جامِ شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے۔ اس شراب میں (نشہ نہ ہو گا، لہٰذا اس کے پینے سے) بک بک نہ ہو گی اور نہ کوئی بیہودہ بات۔" (عقل و متانت کے خلاف نِکلے گی)

یہ چھینا جھپٹی بطورِ خوش طبعی اور دل لگی کے ہو گی۔ کیونکہ وہاں کسی کے لیے کچھ بھی کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔ دوستوں میں چھین جھپٹ کر کھانے سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے جسے اجتماعیت کے خوگر جانتے ہیں۔

حورعین کی ایک خاص دُعا اور شوہروں سے ہمدردی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بلا شبہ رمضان کے لیے شروع سال سے ختم سال تک جنّت سجائی جاتی ہے۔ پس جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے حورعین پر جنّت کے پتوں کی ہوا چلتی ہے جس سے متاثر ہو کر وہ یُوں دُعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اپنے بندوں سے ہمارے لیے ایسے شوہر مقرر فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان

[1] رواہ احمد باسناد جید [2] کذا فی الترغیب عن ابن ابی الدنیا وہو حدیث ضعیف۔

ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا میں جو کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے، تو حورِ عین میں سے اس کی بیوی اسے کہتی ہے کہ تیرا بُرا ہو اُس کو تکلیف نہ دے کیونکہ وہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جُدا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

اِن دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنّت اور اِس کی دُوسری نعمتیں اس وقت موجود و مخلوق ہیں۔ حورِ عین بھی موجود و مخلوق ہیں۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترہیب میں اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (جنّت میں) دُنیا والی (مومن) عورتیں افضل ہوں گی یا حورِ عین؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دُنیا والی (مومن) عورتیں حورِ عین سے اس قدر افضل ہوگی جیسے (لحاف کا) اُوپر کا کپڑا اس کے اندر والے استر سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کس وجہ سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اس لیے کہ دُنیا والی عورتیں نمازیں پڑھتی ہیں اور روزے رکھتی ہیں اور اللہ عزّ وجل کی عبادت کرتی ہیں! حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ بعض مرتبہ ایک عورت دُنیا میں (یکے بعد دیگرے) دو یا تین یا چار مردوں سے نکاح کر لیتی ہے، پھر اسے موت آ جاتی ہے۔ وہ جنّت میں داخل ہوگی اور اس کے شوہر بھی اس کے ساتھ جنت میں ہوں گے، تو (اس صُورت میں) ان میں سے اس کا شوہر کون ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب دیا کہ اے اُمِ سلمہؓ! اس کو اختیار دے دیا جائے گا جس کے ساتھ چاہے رہے؛ لہٰذا وہ اس کو اختیار کر لے گی جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا تھا اور کہے گی اَے رب دُنیا کے اندر یہ ان سب سے زیادہ میرے ساتھ بااخلاق تھا، اسی کو میرا جوڑا بنا دیجیے۔ یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَے اُمِ سلمہؓ خوش خلقی دُنیا و آخرت کی بھلائی لے اُڑی[1]

[1] ھٰذہ الروایۃ ضعیفۃ شدیدۃ الضعف از صدرہ السندی بُردی

یہ روایت سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ دنیا میں جس عورت نے پہلے شوہر کے بعد نکاح کر لیا وہ جنت میں آخری شوہر کو ملے گی۔ جو بھی صورت ہو بہرحال یہ حق ہے کہ جنتی مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو بغیر جوڑے کے رہ جائے۔ بعض لوگ اکثر پوچھتے پھرتے ہیں کہ دو شوہروں والی کا کیا ہوگا؟ اس مسئلہ پر مدار ایمان تو ہے نہیں جو معرکۃ الآرا بنا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو تجویز فرمائیں گے سب کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔

جنّت میں حور عین کا ترانہ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں حور عین کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے جس میں آوازیں بلند کرتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ چین و آسائش میں رہیں گی کبھی محتاج نہ ہوں گی ہم (اپنے شوہروں سے ہمیشہ) خوش رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اس کے کیا کہنے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ یہ ترانہ ایسی دلکش آوازیں گاتی ہیں کہ ایسی آوازیں مخلوق میں کسی نے نہیں سُنی ہیں [1]

مردوں کے لیے کثرتِ ازدواج

جنّت میں ایک مرد کو کتنی بیویاں ملیں گی۔ اِس کے متعلق بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

لکل امرئ منه زوجتان من الحور العین (یعنی حور عین میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس پر مفصّل بحث کی ہے اور بہت سی روایات جمع کی ہیں۔ مسند احمد کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ادنیٰ جنتی کے لیے دُنیاوی بیویوں کے علاوہ بہتّر بیویاں ہوں گی۔ ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ دو بیویاں بنی آدم میں سے ہوں گی اور بہتّر بیویاں وہ ہوں گی جن کی تخلیق اللہ تعالیٰ (اُس عالم میں) فرمائیں گے۔

---

[1] ترمذی شریف

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بہتر[۷۲] بیویاں حورعین سے اور بہتر[۷۲] دُنیا کی عورتوں میں سے ملیں گی۔ ان کے علاوہ اور بھی چند روایات صاحب فتح الباری نے نقل کی ہیں۔ اس سلسلہ کی روایات سنداً قوی بھی ہیں اور ضعیف بھی ہیں۔ مجموعی طور پر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جنتیوں کو دُوسری نعمتوں کے ساتھ کثرتِ ازواج کی نعمت سے بھی نوازا جائے گا۔ اور ایسا تو کوئی بھی نہ ہوگا جس کو کم از کم دو بیویاں نہ ملیں۔ کما قال الحافظ فی آخر البحث والذی یظہران المرادان اقل مالکل واحد منہم زوجتان۔ باقی رہا اختلاف اعداد، سو یہ تفاضل اعمال پر محمول کیا جاسکتا ہے یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اپنے اعمال صالحہ کے بقدر جو درجات میں اختلاف ہوگا اس اختلاف درجات کی وجہ سے ازواج کی تعداد بھی مختلف ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

بعض لوگ یہ بھی سوال کیا کرتے ہیں کہ ایک مرد کو بہت سی بیویاں ملیں گی، تو ایک عورت کو کتنے مرد ملیں گے؟ یہ سوال بہت بے ہودہ ہے کیونکہ مرد کے لیے بہت سی بیویاں ہونا نعمت ہے اور عورت کے لیے بہت سے شوہر ہونا شریفوں، حیاداروں اور غیرتمندوں کے نزدیک سخت معیوب ہے جب کہ ایسی بے غیرتی دُنیا میں گوارا نہیں کی جاتی، تو جنت میں کون گوارا کرے گا؟ جنتی عورتوں کی صفت قرآن شریف میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ بیان ہوئی ہے۔ وہ نظریں پست رکھنے والی اور اپنے شوہر کے علاوہ دُوسرے پر نظر ڈالنے سے گریز کرنے والی ہوں گی۔ یُوں کہیے کہ وہ تو ایک ہی شوہر پر راضی ہوں گی اور دل وجان سے نثار ہوں گی اور یہاں کے لوگ خواہ مخواہ اِن کو زیادہ شوہر دلانے کی وکالت کررہے ہیں جب کہ ایک شوہر سے جی بھرا ہوا ہے اور دل لگا ہوا ہے، تو دُوسرے کی حاجت ہی کیا؟ افسوس کہ نادان معترضین نے جنتی عورتوں کو فاحشہ عورتوں پر اور یورپ کی جدید تہذیب والی ہرجائی لیڈیوں پر قیاس کرلیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جنتی عورتوں کے طرز پر اپنے یہاں کی عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر قٰصِرٰتُ الطرف اور مقصُورات فی الخیام بناتے، مگر نادانوں نے حُوروں سے پردہ کا سبق لینے کے بجائے اُلٹا یہ کیا کہ جنتی عورتوں کے لیے بے غیرتی تجویز کردی۔

اہلِ جنّت کے تاج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنت کے سروں پر تاج ہوں گے جن میں سے ادنیٰ موتی دکی چمک، اس قدر ہوگی کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان (کے خلا) کو روشن کرسکتا ہے[1] یعنی اِن تاجوں میں سے اگر ادنیٰ موتی اس دُنیا میں آجائے، تو پُورب سے پچھم تک پُوری فضا کو روشن کردیوے۔

جنّت کی نہر یعنی کوثر کی حقیقت

فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے (حوضِ کوثر) اتنا ہوگا جتنا کہ عدن اور عمّان البلقاء یعنی یمن اور شام کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہے اور اس کے آبخوروں کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ آسمان کے ستاروں کی۔ جو اس کا پانی ایک دفعہ پی لے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور سب سے پہلے اس نہر کے پاس پانی پینے کے لیے فقیر مہاجرین آئیں گے (یعنی جو لوگ مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ہجرت کرکے تشریف لے گئے تھے) جن کی غربت کی وجہ سے سَر کے بال بکھرے ہُوئے، کپڑے میلے کچیلے تھے جن سے مالدار عورتیں نکاح نہ کرتی ہوں اور جب کسی کے دروازے پر پہنچ جائیں، تو اُن کے لیے دروازے نہ کھولے جائیں یعنی دُنیاداروں کے گھروں پر اگر چلے جائیں، تو وہ لوگ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ جس طرح غریب اور مُفلس لوگوں سے اس زمانہ میں اُمراء سلوک کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے، جب میں شبِ معراج میں بہشت کے اندر پہنچا، تو میں سیر کرتے کرتے ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی کے گنبد بنے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ اندر سے خالی ہیں تاکہ جنتی لوگ اُن میں رہ سکیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ یہ وہ کوثر ہے جو تمہارے رب نے تم

[1] ترمذی شریف۔

کو عنایت فرمائی ہے۔ اس نہر کی مٹی کو جو میں نے دیکھا، تو وہ نہایت تیز اور خوشبودار مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ (بخاری شریف)

نوٹ: علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ ہمارے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حوض عنایت ہوں گے۔ پہلا حوض تو حشر کے میدان میں دیا جائے گا تاکہ جو لوگ اپنی قبروں سے پیاسے نکلیں، وہ اپنی پیاس آپ کی سبیل پر بجھا سکیں اور اسی طرح ہر پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا جائے گا تاکہ ان کی اُمّت والے اس حوض سے پانی پی سکیں اور وہ پیغمبر آپس میں فخر کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر لوگ سب سے زیادہ ہوں گے اور دُوسرا حوض جنت میں خاص کر آپ کو دیا جائے گا جو کسی اور پیغمبر کو نہیں دیا گیا اور دونوں حوضوں کو کوثر کہتے ہیں۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حوض کی لمبائی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک خالص سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے آبخورے یعنی پانی پینے کے برتن ستاروں کی مانند چمکدار ہیں جو شخص بھی اس حوض سے ایک دفعہ پانی پی لے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم شریف)

سوال: جب حوض کوثر کا پانی پی کر کبھی پیاس نہ لگے گی، تو جنت کے دودھ، شہد، شراب کی نہریں فضول ہوئیں۔

جواب: جنّت میں ان سب نہروں کی چیزیں استعمال کرے گا، لیکن پیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ لذّت کی وجہ سے ہوگا کیونکہ جنّت میں نہ کوئی بھوکا ہوگا نہ پیاسا ہوگا نہ ننگا ہوگا۔ نہ دھوپ کی گرمی پاوے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کا درمیانی فاصلہ ساحلِ شام اور عدن ساحل یمن کے درمیانی فاصلہ سے بڑھا ہوا ہے۔ اس حوض کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس شہد سے زیادہ شیریں ہے جو دُودھ کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اور اس

کے پینے کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں غیر لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جس طرح کوئی آدمی اپنے حوض سے اور لوگوں کے اونٹوں کو روک دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو اس دن بھی پہچانیں گے ؟ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے اندر ایسی خاص علامتیں اور نشانیاں ہوں گی جو اور لوگوں کے اندر نہ ہوں گی۔ آؤ گے تم میرے پاس اس حالت میں کہ تمہاری پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کی نورانیت سے چمکدار ہوں گے۔ (مسلم شریف)

نوٹ : حوض کوثر کے درمیان مختلف فاصلے ارشاد فرمائے ہیں۔ بعض جگہ عدن سے عمّان بلغار تک فرمایا اور بعض جگہ ایک ماہ کی مسافت بتلائی کسی جگہ عدن سے ایلیہ تک کا فاصلہ بتایا۔ یہ ہر شخص کے سمجھانے کے واسطے اس موقعہ کا لحاظ فرماتے ہوئے فاصلہ بتلا دیا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقی حدود اربعہ بیان نہیں فرمائیں؛ لہٰذا اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "میں حوض کوثر پر تمہارا امیر سامان ہوں گا، یعنی تمہاری ضروریات کے لیے تم سے پہلے ہی حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا، وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتّہ میری اُمّت میں سے بہت سی قومیں میرے سامنے آئیں گی، میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی پس میں کہوں گا کہ یہ لوگ میری اُمّت سے ہیں۔ تب مجھ سے کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں اور نئی نئی رسمیں تمہارے بعد دین میں اپنی طرف سے پیدا کر لیں۔ اس بات کو سن کر میں کہوں گا۔ دُور ہو جائیں اور دفع ہو جائیں، وہ لوگ جنہوں نے میری وفات کے بعد میرے دین اور میرے طریقے کو بدل دیا اور اپنی طرف سے نئی نئی باتیں یعنی بدعتیں اختیار کر لیں۔ (بخاری و مسلم شریف)، گویا کہ بدعتی لوگ بدعت کی نحوست اور پلیدی کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے، اس لیے ہم کو ہر قسم کی بدعات سے بچنا چاہیے اور حضورِ انور

صلی اللہ علیہ وسلّم کی مُبارک سُنتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

(۱) وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنّت کے اندر عنایت فرمائی ہے۔

(۲) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔

(۳) اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔

(۴) اس کے کناروں پر ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اتنی لمبی ہیں جتنی اُونٹوں کی ہوتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ وہ پرندے موٹے تازے ہونگے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ موٹے تازے ہوں گے۔ (ترمذی شریف)

آخری جنّتی

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کی ایک جماعت میری شفاعت کی وجہ سے جہنّم سے نکالی جائے گی اور اِن کو جنّت میں داخل کر دیا جائے گا، لیکن وہاں پر ان لوگوں کو جہنّمی یعنی جہنّم والے کہا جائے گا۔ (بخاری شریف)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میں جانتا ہوں اس شخص کو جو سب سے آخر میں جہنّم سے نِکلے گا اور جانتا ہُوں اس شخص کو جو سب سے آخر میں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک آدمی ہوگا جو نکلے گا دوزخ سے گھٹنوں چل کر (یعنی جس طرح بچّہ اپنے گھٹنوں کے بل چلتا ہے)، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا اور جنّت میں داخل ہوجا۔ یہ دوزخی اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جنّت میں آئے گا، تو اس کے خیال میں یہ بات آئے گی کہ جنّت بھری ہوئی ہے اور اس میں کوئی جگہ ایسی نہیں جس جگہ میں ٹھہر جاؤں۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا "اے اللہ جنّت تو بھری ہوئی ہے اس میں جگہ کہاں ہے؟ جو میں بھی وہاں قیام کروں۔ اس پر حق تعالیٰ فرمائیں گے، جا تو جنّت میں داخل ہو جا اور تیرے لیے

دُنیا کے رقبہ سے دس گنا زیادہ رقبہ ہے۔ اس کو سن کر یہ بندہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرے گا۔ اے اللہ تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جُملہ کے فرمانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خوب ہنسے اور ہنسی کی وجہ سے آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور یہ شخص جنت میں ادنیٰ درجے کا ہو گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اچھّی طرح جانتا ہُوں اس آدمی کو جو سب سے آخر میں جنّت میں جائے گا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنّم سے نکلے گا۔ ایک آدمی ہو گا، اس کو قیامت کے روز بلایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور اس کے بڑے گناہ روکے رکھو، چنانچہ اس شخص کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں اور اس سے کہا جائے گا کہ فلاں روز تُونے ایسا کیا؟ اور فلاں روز تُونے یہ کام کیا، تو یہ شخص اس کے جواب میں اقرار کرے گا اور ان گناہوں سے یہ انکار نہ کرسکے گا اور اس کو خوف ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑے بڑے گناہ میرے اُوپر پیش کیے جائیں اور ان پر خُدا جانے کتنا بڑا عذاب دیا جائے گا۔ اسی حال میں رب العالمین کی طرف سے ارشاد ہو گا۔ جاؤ ہم نے تمہاری ایک ایک بدی کو ایک ایک نیکی میں بدل دیا ہے۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر یہ گنہ گار انسان عرض کرے گا کہ اے اللہ ابھی تو بڑے بڑے گناہ باقی ہیں۔ وہ گناہ تو اس اعمال نامے میں موجُود ہی نہیں۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ بہت ہنسے۔ یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا آخری چار آدمی دوزخ سے نکالے جائیں گے اور ان کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ ان کو جہنّم میں دوبارہ داخل کر دیا جائے۔ اس وقت ان میں سے ایک آدمی اللہ کی طرف متوجہ ہو گا اور عرض کرے گا اے میرے رب جب آپ نے مجھ کو اس دوزخ سے ایک دفعہ نکال دیا، تو آپ کی رحمت سے مجھے قوی

اُمید ہے کہ دُوسری دفعہ اس میں نہ داخل کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی یہ درخواست سُن کر اس کو نجات دیں گے اور جنّت میں داخل کر دیں گے۔ (مسلم شریف)

جنّت و دوزخ کی بحث

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (ایک مرتبہ) جنّت اور دوزخ نے آپس میں بحث کی۔ پس دوزخ بولی کہ میرے اندر بڑے بڑے متکبّر کرنے والے فرعون، شدّاد، نمرود جیسے ظالم شہنشاہ۔ قارون، ابوجہل، ابولہب جیسے بڑے بڑے سرمایہ دار قیام کریں گے جنّت افسوس کے ساتھ کہنے لگی کہ عموماً میرے اندر ضعیف، کمزور، حقیر، گمنام اور لوگوں کی نظروں سے گرے ہُوئے بے عزّت اور بھولے لوگ داخل ہوں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے جنّت تو میری رحمت کا مقام ہے میں جس پر رحمت کرنا چاہوں گا اس کو تیرے اندر داخل کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمایا اے دوزخ تو میرے عذاب کی جگہ ہے۔ جس پر عذاب کرنا چاہوں گا، اس کو تیرے اندر داخل کروں گا اور تم دونوں کا پیٹ بھروں گا۔ لیکن دوزخ نہیں بھرے گی جب تک کہ رب العزّت اپنا پاؤں اس میں نہ رکھیں گے اس کے بعد دوزخ عرض کرے گی بس، بس، بس۔ پس اس وقت بھر جائے گی۔ اس کے بعض اجزاء بعض اجزاء سے مِل جائیں گے اور وہ سمٹ جائے گی اور تنگ ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ نہیں ظلم کرتا اپنی مخلوق پر اور جنّت بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

شعوانہ عابدہ جنّت میں

محمد بن معاذؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عبادت گزار عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں جنت میں داخل ہونے کو جا رہی ہوں۔ وہاں دیکھا کہ سارے آدمی جنّت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ کیا بات ہے۔ یہ سب کے سب دروازہ پر کیوں جمع ہوگئے؟ کسی نے بتایا کہ ایک عورت آ رہی ہے جس کے آنے کی وجہ سے جنّت کو سجایا گیا ہے۔ یہ سب اُس کے استقبال کے واسطے باہر آگئے ہیں۔ مَیں نے پُوچھا وہ عورت کون

ہے؟ کہنے لگے کہ ایکہ کی رہنے والی ایک سیاہ باندی ہیں جن کا نام شعوانہؒ ہے۔ مَیں نے کہا خدا کی قسم وہ تو میری بہن ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ شعوانہؒ ایک نہایت عمدہ خوشنما اصیل اونٹنی پر بیٹھی ہوا میں اُڑی آرہی ہیں۔ مَیں نے اُن کو آواز دی کہ میری بہن تمہیں اپنا اور میرا تعلق معلوم ہے، اپنے رب سے دُعا کردو کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ کردے۔ وہ یہ سُن کر ہنسیں اور کہنے لگیں ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں آیا، لیکن میری دو باتیں یاد رکھنا (آخرت کے) غم کو اپنے ساتھ نپٹالو اور اللہ تعالیٰ کی محبّت اپنی ہر خواہش پر غالب کردو اور اس کی پروانہ کرو کہ موت کب آئے گی، یعنی ہر وقت اُس کے لیے تیار رہو۔

جنّت میں اللہ کے دوستوں کے مرتبے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات جنّت کو اور اُس میں تم لوگوں کے مرتبوں کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مَیں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنّت کے جس دروازہ پر بھی جاتا تھا، وہاں سے مرحبا (تشریف لایئے، تشریف لایئے) کی آوازیں آتی تھیں (ہر نیک عمل کے لیے جنّت میں ایک خاص دروازہ ہے، ہر دروازہ سے درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل میں اس کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے) حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جس شخص کا یہ مرتبہ ہے وہ تو کوئی بہت ہی بلند پایہ شخص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ شخص ابوبکرؓ ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرؓ کی طرف توجّہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں نے جنّت میں سفید موتی کا ایک گھر دیکھا جس میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ مَیں نے پوچھا یہ مکان کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے (اُس مکان کی نہایت عمدگی، چمک، رونق اور اپنے سید المرسلینؐ ہونے کی وجہ سے) مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مکان میرا ہی ہے، مَیں اس میں داخل ہونے لگا، تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عمرؓ کا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ وغیرہ متعدد حضرات کے مراتب ارشاد فرمائے۔ اُس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف متوجہ

ہو کر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے تم بہت دیر میں میرے پاس پہنچے۔ مجھے تو تمہارے متعلق یہ ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں ہلاک تو نہیں ہو گئے اور تم پسینہ پسینہ ہو رہے تھے میں نے تم سے پوچھا کہ اتنی دیر آنے میں تمہیں کہاں لگ گئی تھی تو تم نے جواب دیا کہ میں اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے حساب میں مبتلا رہا۔ مجھ سے اس کا حساب ہوا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنے متعلق یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! رات ہی میرے پاس مصر کی تجارت سے سو اونٹ آئے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے فقراء اور یتامیٰ پر صدقہ ہیں شاید اللہ جل شانہٗ اسی کی وجہ سے اس دن کے حساب میں مجھ پر تخفیف فرما دیں[1]

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم میری اُمت کے غنی لوگوں میں ہو اور جنت میں گھسٹ کر جاؤ گے (پاؤں پر کھڑے ہو کر نہ جاؤ گے) تم اللہ تعالیٰ شانہٗ کو قرض دو تاکہ تمہارے پاؤں کھل جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے پوچھا یا رسول اللہ کیا چیز قرض دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا سارا مال۔ یہ سن کر فوراً اُٹھے تاکہ اپنا سب مال لا کر حاضر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ ابھی آئے اور یہ پیام دے گئے کہ عبدالرحمٰن سے کہہ دیجیے کہ مہمان نوازی کیا کریں، غریبوں کو کھانا کھلایا کریں، سوال کرنے والوں کا سوال پورا کیا کریں اور جو ان کے عیال ہیں، ان سے صدقہ میں ابتداء کیا کریں۔ یہ چیزیں اُن کے تزکیہ (درست ہونے) کے لیے کافی ہیں[2]

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے جلیل القدر صحابی، بڑے فضائل اور مفاخر کے مالک ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں ان کا شمار ہے۔ یعنی ان دس صحابۂ کرام میں جن کو دنیا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی خوشخبری دے گئے۔ نیز ان چھ حضرات میں ہیں جن پر حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے وقت خلیفہ بنانے کا دارومدار رکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ ان حضرات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور

---

[1] ترغیب [2] حاکم

پھر ان چھ حضرات میں سے بقیہ پانچ حضرات نے بالآخر ان ہی کی رائے پر خلیفہ کے چُننے کا مدار رکھا تھا اور ان کی تجویز سے حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث مقرر ہوئے تھے۔ سابقین اولین میں اِن کا شمار ہے جن کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الآیۃ (توبہ رکوع: ۱۲)

ترجمہ: "اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں اُمّت سے سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص سے اِن کے پیرو ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اس کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دونوں ہجرتیں کیں۔ غزوۂ بدر اور سب غزوں کے شریک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ ہی میں اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ میں ان کا شمار ہے۔ محض ان کی رائے پر حضرت عمرؓ نے بعض امور کو اختیار کیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ سفر میں صبح کی نماز ان کا مقتدی بن کر ادا فرمائی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ضرورت کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہؓ نے مل کر ان کو امام چنا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، تو نماز ہو رہی تھی ایک رکعت ہو چکی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے، تو پہلے سال میں اپنا قائم مقام امیر الحج بنا کر ان کو بھیجا۔[1]

غرض بے انتہا فضائل کے باوجود اس مال کی کثرت نے ان کو اپنے مرتبہ کے لوگوں میں پیچھے کر دیا اور مال بھی محض حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل اور اس کی عطاء اور اُس کے انعام ہی سے ملا تھا، ورنہ بہت غریب تھے۔ ہجرت کی ابتداء میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب مہاجرین اور انصار کا آپس میں بھائی چارہ کیا تھا تاکہ فقراء مہاجرین کی اعانت اور مدد خصوصی تعلق پر انصار کرتے رہیں، تو ان کو حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا تھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ مال اور دولت اللہ جل شانہٗ

---

[1] اصابہ

نے مجھے عطا فرما رکھا ہے۔ میں سب مال میں سے آدھا آدھا تمہیں دیتا ہوں اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمہیں پسند ہو میں اس کو طلاق دے دوں گا۔ عدت کے بعد تم اُس سے نکاح کر لینا۔ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو تم یہاں کے بازار کا راستہ بتا دو۔ بازار گئے اور خرید و فروخت شروع کی اور شام کو نفع میں تھوڑا سا گھی اور پنیر بچا کر لائے۔ اسی طرح روزانہ جاتے۔ اور کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بچت اتنی ہو گئی کہ نکاح کر لیا[1]

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صدقہ کی ترغیب دی، تو اپنے سارے مال کا آدھا حصہ صدقہ کیا اور مال کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے جو ابھی گزرا کہ صرف مصر کی تجارت سے سو اُونٹ سامان کے لدے ہوئے آئے تھے جو صدقہ کر دیے۔ اور اس کے بعد ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار (اشرفیاں)، صدقہ کیں۔ ایک موقعہ پر پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اُونٹ جہاد کے لیے دیے۔ اور تیس ہزار غلام آزاد کیے اور ایک روایت میں ہے کہ تیس ہزار گھرانے آزاد کیے[2] ہر گھرانہ میں نہ معلوم کتنے مرد، عورت، بڑے بچے ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک زمین چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کی اور سب کی سب فقراء مہاجرین اور اپنے رشتہ داروں اور ازواج مطہرات پر تقسیم کر دیں[3]۔ اور اپنے انتقال کے وقت جو وصیت کی اس میں ہر اس شخص کو بدر کی لڑائی میں شریک تھا فی آدمی چار سو دینار (اشرفیاں)، کی وصیت کی تھی۔ اُس وقت اہلِ بدر میں سے سو آدمی زندہ تھے[4] اور ایک باغ کی وصیت ازواج مطہرات کے لیے کی جو چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت ہوا[5] اور خود اپنا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ غسل کر کے کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک پیالہ میں روٹی اور گوشت (ثرید) سامنے رکھا گیا۔ اُس کو دیکھ کر رونے لگے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی، تو فرمایا کہ حضورؐ کا ایسی حالت میں وصال ہوا کہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی۔ ہمیں یہ حالات جو اپنے سامنے ہیں کچھ اپنے لیے خیر نہیں معلوم ہوتے[6]۔ یعنی اگر وسعت کچھ خیر کی چیز ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہوتی۔ جب حضور

---

[1] بخاری، [2] مستدرک [3] ایضاً [4] اصابہ [5] مستدرک [6] اصابہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے یہ چیزیں نہ تھیں، تو کچھ خیر کی چیزیں معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کمالات پر وہ محاسبہ ہے جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔

نیک لوگوں کے لیے جام شراب ہوں گے

بے شک نیک لوگ (جنّت میں) ایسے جامِ شراب پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی ایسے چشموں سے بھرے جائیں گے جن سے اللہ کے خاص بندے پیتے ہیں۔ (ان چشموں میں یہ عجیب بات ہوگی) کہ وہ جنّتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لے جائیں گے (یعنی یہ چشمے ان کے اشاروں کے تابع ہوں گے) یہ ایسے لوگ ہیں جو منّتوں کو پُورا کرتے ہیں (اور اسی طرح دُوسرے واجبات کو) اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن کی سختی پھیلی ہوئی ہوگی (یعنی عام ہوگی کہ ہر شخص اُس دن کچھ نہ کچھ پریشانی میں مُبتلا ہوگا) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو (باوجودیکہ وہ قیدی کافر اور لڑائی میں برسرِ پیکار ہوتے تھے) اور وہ لوگ (اپنے دل میں یا زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اس کا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں (بلکہ اس وجہ سے کھلاتے ہیں) کہ ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا (یعنی قیامت کے دن کا) خوف رکھتے ہیں۔ پس اللہ جلِ شانہٗ اُن کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور سرور عطا کرے گا اور ان کو اس پختگی کے بدلہ میں جنّت اور ریشمی لباس عطا کرے گا اس حالت میں کہ وہ جنّت میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ وہاں گرمی کی تپش پاویں گے نہ سردی (بلکہ معتدل موسم ہوگا) اور درختوں کے سائے ان لوگوں پر جُھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے خوشے ان کے مطیع ہوں گے (کہ جس وقت جس کو پسند کریں گے وہ قریب آجائے گا) اور ان کے پاس (کھانے پینے کے لیے) چاندی کے برتن اور شیشے کے آب خورے لائے جائیں گے ایسے شیشے جو چاندی کے ہوں گے (یعنی وہ شیشے بجائے کانچ کے چاندی کے بنے ہوں گے جو اس عالم میں دشوار نہیں)، اور ان کو بھرنے والوں نے صحیح اندازہ سے بھرا ہوگا۔ (کہ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ)، اور وہاں (کافوری شراب کے علاوہ) ایسی شراب

کے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی (جیسا کہ جھنجر کی بوتل میں ہوتا ہے)، یہ ایسے چشمے سے بھرے جائیں گے جس کا نام سلسبیل ہے (کافور ٹھنڈا ہوتا ہے اور سونٹھ گرم (مقصد یہ ہے کہ وہاں مختلف المزاج شرابیں ہیں)، اور اس کو ایسے لڑکے لے کر آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور ایسے (حسین)، کہ اگر تو ان کو دیکھے تو یہ گمان کرے کہ یہ موتی ہیں جو بکھرے ہوئے ہیں (اور جو چیزیں اوپر ذکر کی گئیں یہی فقط نہیں بلکہ)، جب تو اس جگہ کو دیکھے گا، تو وہاں بڑی بڑی نعمتیں اور بہت بڑا ملک نظر آئے گا اور ان لوگوں پر وہاں باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور موٹے ریشم کے بھی (غرض مختلف انواع کے بہترین لباس ہوں گے)، اور ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کو ایسی شراب پلائیں گے جو نہایت پاکیزہ ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے اور تم نے جو کوشش دنیا میں کی تھی وہ قابلِ قدر ہے۔

ف: اس کلامِ پاک میں شراب کا تین جگہ ذکر آیا ہے اور تینوں جگہ نوعیتِ شراب اور طریقۂ استعمال جدا ہے پہلی جگہ ان کا پینا مذکور ہے، دوسری جگہ خدام کے پلانے کا تذکرہ ہے اور تیسری جگہ خود رب العالمین مالک الملک کی طرف سے پلانے کی نسبت ہے کیا بعید ہے کہ یہ ابرار کی تین قسموں ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ کے اعتبار سے ہو۔ ان آیات میں جتنے فضائل اکرام اور اعزاز نیک کام کرنے والوں کے بالخصوص اللہ کی رضا میں کھلانے والوں کے ذکر کیے گئے ہیں۔ اگر ہم میں ایمان کا کمال ہوا، تو ان وعدوں کے بعد کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی چیز بھی گھر میں اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے سوا چھوڑے۔ ان آیات میں چند امور قابلِ غور ہیں:

(۱) پہلے چشموں کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لے جائیں گے۔ مجاہدؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ ان چشموں کو جہاں چاہیں گے کھینچ لیں گے۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ ان کے لیے کافور کی آمیزش ہوگی اور مشک کی مُہر اُن پر لگی ہوئی ہوگی اور وہ اس چشمے کو جدھر کو چاہیں گے ادھر کو اس کا پانی چلنے لگے گا۔ ابنِ شوذبؒ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس سونے کی چھڑیاں ہوں گی وہ اپنی چھڑیوں سے جس طرف اشارہ

کریں گے اسی طرف کو وہ نہریں چلنے لگیں گی۔

(۲) منّتوں کے پُورا کرنے کے متعلق قتادہؓ سے نقل کیا گیا کہ اللہ کے تمام احکام کو پُورا کرنے والے لوگ ہیں اسی وجہ شروع میں ان کو ابرار سے تعبیر کیا گیا۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے وہ منتیں مُراد ہیں جو اللہ کے حق میں کی گئی ہوں (یعنی کوئی شخص روزوں کی نذر کر لے، اعتکاف کی نذر کر لے۔ اسی طرح عبادات کی نذر کر لے) عکرمہؓ کہتے ہیں کہ شکرانہ کی منّتیں مُراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہُوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ منّت مان رکھی تھی کہ اپنے آپ کو اللہ کے واسطے ذبح کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کسی چیز میں مشغول تھے، التفات نہیں فرمایا۔ یہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سکُوت سے اجازت سمجھے اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کر دینے کے بعد) اُٹھے، دُور جا کر اپنے آپ کو ذبح کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس کا علم ہُوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا کیے جو منّت کے پُورا کرنے کا اس قدر اہتمام کریں۔ اس کے بعد (اُن کو اپنے ذبح کرنے سے منع فرمایا اور) اُن سے فرمایا کہ اپنی جان کے بدلہ سو اُونٹ اللہ کے نام پر ذبح کریں (اس لیے کہ اپنے آپ کو ذبح کرنا ناجائز ہے اور جان کا فدیہ دیّت میں سو اُونٹ ہے)۔

(۳) قیدیوں کے کھلانے سے آیتِ شریفہ میں مشرک قیدی مُراد ہیں، اس لیے کہ اس زمانہ میں مُشرک قیدی ہی ہوتے تھے۔ مسلمان قیدی اس وقت نہ تھے اور جب کافروں کے کھلانے پر یہ ثواب ہے تو مسلمان قیدی اس میں بطریقِ اُولیٰ آ گئے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم بدر کے قیدیوں کو (جو کافر تھے) پکڑ کر لائے، تو سات حضرات صحابۂ کرامؓ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبد الرحمنؓ، سعدؓ، ابو عبیدہؓ نے ان پر خاص طور سے خرچ کیا۔ جس پر انصار نے کہا کہ ہم نے تو اللہ کے واسطے اُن سے قتال کیا تھا، تم اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہو۔ اس پر ان الابرار سے اُنیس آیتیں ان حضرات کی تعریف میں نازل ہُوئیں۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہُوئیں اس وقت قیدی مُشرکین

تھے۔ حضرتِ قتادہ رحؒ کہتے ہیں کہ جب اللہ جلّ شانہٗ نے ان آیات میں قیدی کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے، حالانکہ اُس وقت قیدی مشرک تھے، تو مسلمان قیدی کا حق تجھ پر اور بھی زیادہ ہو گیا۔ ابن جریج رحؒ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں مسلمان قیدی نہ تھے۔ مشرک قیدیوں میں یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم ان کی خیر خواہی کا حکم فرماتے تھے۔ ابورزین رحؒ کہتے ہیں کہ میں شقیق رحؒ بن سلمۃ کے پاس تھا۔ چند مشرک قیدی وہاں سے گزرے تو شقیق رحؒ نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ آیتِ شریفہ تلاوت کی۔

(۴) نہ اِس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اس کو بھی گوارا نہ کرتے تھے کہ اِن کے احسان کا کوئی بدلہ چاہے شکر گزاری اور دُعا ہی کے قبیل سے ہو اُن کو دُنیا میں ملے، یہ اپنا سب کچھ آخرت ہی میں لینا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ کا معمول نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی فقیر ضرورت مند کے پاس کچھ بھیجتیں تو قاصد سے کہتیں کہ چپکے سے سُننا کہ وہ اس پر کیا الفاظ کہتا ہے اور جب قاصد وہ الفاظ دُعا وغیرہ کے آکر نقل کرتا، تو اِسی نوع کی دُعائیں وہ فقیر کو دیتیں اور یہ کہتیں کہ اس کی دُعاؤں کا یہ بدلہ ہے تاکہ ہمارا صدقہ خالص آخرت کے واسطے رہ جائے۔ حضرتِ عمر رضؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضؓ کا بھی اسی نوع کا معمول نقل کیا گیا۔[۱] حضرت زین العابدین رحؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال خرچ کرنے کے واسطے طلب کرنے والے کا انتظار کرے وہ سخی نہیں۔ سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق کو از خود اس کے نیک بندوں تک پہنچائے اور ان سے شکریے کا اُمیدوار نہ رہے، اس لیے کہ اس کو اللہ کے ثواب پر کامل یقین ہو۔[۲]

(۵) جنّت کے خوشے اُن کے مطیع ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُن کی خواہش کے تابع ہوں گے۔ حضرت براء بن عازب رضؓ کہتے ہیں کہ جنّتی لوگ جنّت کے پھلوں کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس حال میں چاہیں گے کھا سکیں گے۔ مجاہد رحؒ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اگر کھڑے ہوں گے، تو وہ پھل اُوپر کو ہو جائیں گے اور وہ لوگ اگر بیٹھیں گے، تو وہ جھک جائیں گے اور اگر وہ لیٹیں گے، تو وہ اور زیادہ جھک جائیں گے۔ دُوسری روایت میں اُن سے نقل

[۱] احیا [۲] احیا۔

گیا گیا کہ جنّت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے درختوں کی جڑیں سونے کی ہیں اور ان کی ٹہنیاں اور پتّے موتیوں کے اور زبرجد کے ہیں جن کے درمیان پھل لٹکے ہُوئے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہُوئے کھانا چاہیں گے، تو کوئی دقت نہیں بیٹھ کر یا لیٹ کر کھانا چاہیں گے، تو وہ اُس کی بقدر جھک جائیں گے۔

(۶) چاندی کے شیشوں کا مطلب یہ ہے کہ چاندی سے ایسے بنائے جائیں گے جیسا کہ شیشہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر دُنیا میں تو چاندی کو لے کر اس قدر باریک کرے کہ مکھی کے پَر کے برابر کردے جب بھی اُس کے اندر کا پانی نظر نہ آئے گا۔ لیکن جنّت کے آبخورے چاندی کے ہو کر شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ جنّت کی ہر چیز کا نمونہ دُنیا ہے، لیکن چاندی کے ایسے آبخوروں کا نمونہ دُنیا میں نہیں ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اگر ساری دُنیا کے آدمی جمع ہو کر چاندی کا ایسا برتن بنا دیں جس میں شیشے کی طرح سے اندر کی چیز نظر آئے تو نہیں بنا سکتے۔

جنّت اور اُس کی نعمتیں

دُنیا کی ہر راحت و لذّت جنّت کا نمونہ ہو چکا ہے، اور اُس کے آگے ایسی نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی انسان کے دِل میں اُن کا تصوّر آیا۔ بہشت کے سو درجات ہیں جن میں سونے چاندی کے محلّات ہیں۔ اسی طرح دُنیا میں جو دُکھ اور تکلیف ہے، وہ دارِ آخرت کا نمُونہ ہے اور اس کے بعد ایسے رنگا رنگ کے عذاب ہیں جن کو عقل نہیں سمجھتی غرض دوزخ کے تمام دُکھ دوزخیوں کے لیے اللہ کے غضب سے اور جنّت کی تمام نعمتیں جنتیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے حاصل شدہ ہیں۔ جو بندہ دُنیا کی چیزوں میں سے مباح (نعمت) کو اللہ کا شکر کرے گا۔ اُس کو اس کے عوض جنّت میں ایسی نعمت ملے گی کہ اُس کے مقابلہ میں یہ نعمت بہت حقیر ہے۔ اور جو دُنیا کی ممنوعہ (نعمت) کو کھائے گا وہ آخرت کے درجات سے اپنے نفس کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچّا نہیں سمجھے گا وہ اپنے نفس کو جنّت کی ہر نعمت سے محروم بنا دے گا۔ جنّت والوں کے لیے کھانے تین قسم کے ہوں گے۔ کچھ عرائس ہوں گے۔ کچھ ولیمے، کچھ مہمانیاں۔ عرائس تو وہ دعوتی طعام ہوگا،

جس کے لیے اللہ تمام اہل بہشت کو دار السلام کے اندر بلائے گا تاکہ اُن کے اجسام کو تر و تازہ اور عمریں غیر فانی ہو جائیں۔ ولیمے بیبیوں کے ہوں گے اور مہمانیاں بوقتِ ملاقات۔ کیونکہ اہلِ جنّت کی باہم ملاقاتیں بھی ہوں گی۔

مقامِ اُلفت میں باہمی باتیں کرنے کی جگہیں بھی ہوں گی۔ طوبیٰ کے باہر اُن کا اجتماع بھی ہوگا۔ جہاں پیغمبروں کی زیارت اور ملاقات ہوگی۔ اور آپس میں فرشتوں کے جلسے بھی ہوں گے۔ اللہ کی طرف سے اوقات نماز میں تحفے بھی ملا کریں گے۔ صبح و شام قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور پھل بھی ملیں گے۔ اُن کا مقررہ رزق جاری رہے گا اور روزانہ اللہ کی طرف سے زیادتی ہوتی چلی جاوے گی۔

نہر کوثر کے کنارے پر باغوں میں اُن کی تفریح گاہ بھی ہوں گی جہاں وہ جایا کریں گے۔ نہر کوثر کے کنارے موتی کے خیمے لگے ہوں گے۔ ہر خیمہ ساٹھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہوگا اور ایک موتی کا بنا ہُوا ہوگا۔ اُس کا کوئی دروازہ نہ ہوگا۔ اس کے اندر چمکتی ہوئی خوشبو والی باندیاں ہوں گی جن کو نہ کسی فرشتہ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی خادم نے۔ اُن خیموں کے اندر اعلیٰ خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ جب اللہ نے خوبصورت فرمایا ہے تو کون اُنکے حسن کو بیان کر سکتا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: خیموں کے اندر حوریں ہوں گی محفوظ۔ یعنی ہر شخص کی نظر اور چھونے سے محفوظ یا نیچی نظر والیاں جن کی نظریں صرف اپنے جنتی شوہروں پر مقصود ہوں گی۔ وہ اللہ کی منتخب کردہ ہوں گی۔ تمام صورتوں میں اللہ نے خوبصورت شکلوں کا انتخاب فرمایا ہے۔ اُن کی پیدائش ابرِ رحمت سے ہوگی۔ ابرِ رحمت اللہ کی مشیّت کے مطابق خوبصورت نوجوان لڑکیوں کو برسائے گا۔ اُن کے چہروں کا نُور عرش سے مستفاد ہوگا۔ اُن کے لیے موتیوں کے خیمے نصب ہوں گے۔ جب سے اللہ نے اُن کو پیدا کیا ہے کسی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ پس وہ صرف اپنے شوہروں کے لیے خیموں کے اندر محفوظ ہوں گی۔ اہلِ جنت محلوں کے اندر اپنی بیبیوں کے ساتھ راحت اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ چاہے گا اس نعمت میں رہیں گے۔ جب حسبِ مشیت خدائے پاک نعمت و تفریح کی تجدید کا دن آئے گا، تو بہشت کے درجات میں اُن کو ندا دی جائے گی

یہ تفریح خوشی سیر اور زینت کا دن ہے، اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو۔ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے شہروں کے دروازوں سے نکل کر اُن میدانوں کی طرف جاویں گے، پھر میدانوں کی سیر کرتے ہوئے اُن باغوں کی طرف پہنچیں گے جو نہر کوثر کے کنارے پر ہوں گے۔ اللہ ان کو اُن کی فرودگاہوں کا راستہ بتا دے گا۔ ہر شخص اپنے خیمے کے پاس جا کر اُترے گا۔ خیمہ کا کوئی دروازہ نہ ہوگا۔ اُس وقت اللہ کے دوست کی نظر کے سامنے خیمہ پھٹ کر دروازہ بن جاوے گا تاکہ اُس کو معلوم ہو جائے کہ جو عورت خیمہ کے اندر ہے، اُس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ اُس وعدہ کی تکمیل ہوگئی جو اللہ نے اِس دُنیا میں کیا تھا۔ یعنی جنتیوں سے پہلے اُن حُوروں کو نہ کسی انسان نے چھُوا ہوگا نہ جِنّ نے۔ جنتی لوگ حُوروں کے ساتھ تفریح کے تخت پر مسہری پر بیٹھیں گے اور اُن کے سامنے ولیمہ کا کھانا لایا جاوے گا۔ جب کھانا کھا چکیں گے، تو اللہ اُن کو پاکیزہ شربت پلائے گا اور تازہ پھل کھائیں گے جو اللہ اُن کو عطا فرمائے گا۔ زیور اور لباس کے جوڑے بھی اللہ کی طرف سے پہنائے جاویں گے اور خوبصورت بیبیوں سے شغل بھی کریں گے۔ اپنی حاجت اُن سے پوری کریں گے۔ پھر اُن باغوں میں نہروں کے کنارے رنگا رنگ کی بنت کاری کی ہوئی نفیس نشست گاہوں کی طرف آئیں گے، وہاں آ کر سبز موٹے نرم گدّوں پر بیٹھ جاویں گے اور اُن سے سہارا لگائیں گے۔ جب جنّتی نرم صوفوں پر بیٹھ جاویں گے، تو حضرت اسرافیلؑ گانا شروع کریں گے۔ حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ خوش آواز اللہ کے فرشتوں میں سے کسی کی بھی نہیں حضرت اسرافیلؑ جب گانا شروع کریں گے، تو ساتوں آسمان والوں کی نمازیں اور تسبیحیں ختم ہو جاویں گی۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ کی تسبیح و تقدیس کے رنگا رنگ کے گانے گائیں گے اور اُن کے گانے کے وقت جنّت کا ہر درخت پھولدار اور پھلدار اور ہر پردہ اور دروازہ گُونج جائے گا اور کھُل جائے گا۔ دروازہ کی ہر زنجیر طرح طرح سے بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کی جھاڑیوں کے نیستانوں کو جب اسرافیلؑ کی آواز کی سرسراہٹ پہنچے گی، تو اُن سے قسم قسم کے زمزمے پیدا ہوں گے۔ اُس وقت ہر حُور اپنے راگ میں اور ہر پرندہ اپنی آواز میں گانے لگے گا۔ اللہ پاک ملائکہ کو حُکم دے گا کہ تُم بھی اُن کو جواب دو اور میرے ان

بندوں کو گانا سناؤ جنھوں نے دُنیا میں شیطانوں کے باجوں سے اپنے کانوں کو پاک رکھا تھا۔ فرشتے جواباً رُوحانی نغمے اور راگ گائیں گے اور تمام آوازیں مل کر ایک گونج سی ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ حکم دے گا: داؤدؑ اٹھ اور ساق عرش کے پاس کھڑا ہو کر میری بزرگی بیان کر۔ حضرت داؤدؑ اللہ کی بزرگی اور حمد ایسی بیان کریں گے کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر چھا جائے گی اور سب کو نکھار دے گی۔ اس وقت لذّت چند در چند ہو جائے گی اور خیموں والے اپنے صوفوں پر متمکن ہوں گے۔ رنگا رنگ کی لذّتیں اور راگ گانے اِن کو گھیرے ہوں گے؟

اہلِ جنّت کے بعض مجلسی تذکرے

سورۂ صافات میں ارشاد ہے:

"پس (جب وہ ہم مجلس ہونگے تو) ایک دُوسرے کی طرف متوجّہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دُنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا جو مجھ سے (بطور تعجّب یوں) کہتا تھا کہ کیا تو بھی قیامت کے ماننے والوں میں سے ہے؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹّی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا اپنے کاموں کے بدلے پائیں گے؟"

"(پھر) وہ جنتی اپنے ہم مجلسوں سے کہے گا: کیا تم اسے (دوزخ میں) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ پھر (خود ہی) جھانکے گا اور اپنے ملاقاتی کو دوزخ کے درمیان دیکھے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جنّت میں روشندان کی طرح جھروکے ہوں گے جن میں سے اہلِ جنّت اہلِ دوزخ کو دیکھیں گے اور جنتی شخص اپنے ملاقاتی کو دوزخ میں دیکھ کر کہے گا کہ:

"خُدا کی قسم تُو تو مجھ کو تباہ کرنے ہی کو تھا اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا، تو میں (بھی تیری طرح) دوزخ میں حاضر کر دیے جانے والوں میں ہوتا۔"

سورۂ طور میں اہلِ جنّت کی ایک گفتگو اس طرح نقل فرمائی ہے:

"اور وہ ایک دُوسرے کی طرف متوجّہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے (دنیاوی) گھر بار میں رہتے ہُوئے (انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے

سو اللہ پاک نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ اس سے پہلے ہم اس سے دُعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔

تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

"بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے ایمان کے سبب ان کا رب انہیں ان کے مقصد کو (یعنی جنّت میں) پہنچادے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی آرام کے باغات میں' (اور وہ) جنّت میں (داخل) ہوں گے، تو دفعۃً عجائباتِ جنّت کو دیکھ کر وہاں (بیساختہ) یُوں کہیں گے کہ سُبحان اللہ (کیا نعمتیں ہیں اور کیسی عُمدہ جگہ ہے اور پھر ایک دُوسرے کو وہاں دیکھیں گے تو) ان کا باہمی سلام السّلامُ علیکم ہوگا اور جب اطمینان سے وہاں جا بیٹھیں گے اور پُرانے مصائب و متاعب کا اس وقت کے غیر مکدّر دائمی عیش سے موازنہ کریں گے تو ان کی (اس وقت کی) آخری بات یہ ہوگی کہ الحمدُ للہ رب العالمین (یعنی سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔)"

ترجمہ سے جو اس آیت کی تفسیر واضح ہو رہی ہے یہ صاحب بیان القرآن کی تفسیر ہے اور صاحب معالم التنزیل اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہلِ جنّت جب کھانے کی خواہش کریں گے تو سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہہ دیں گے۔ اس کلمہ کو سُن کر ان کے خُدّام دسترخوانوں پر کھانے لگادیں گے۔ جب کھا کر فارغ ہوجائیں گے، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہیں گے اور تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ کی تفسیر کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ جنتی حضرات ملاقات کے وقت ایک دُوسرے کو سلام کریں گے اور یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ فرشتے اہلِ جنّت کو سلام کریں گے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ فرشتے اُن کے پاس اللہ کا سلام لے کر آئیں گے اور تینوں طرح تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ کی تفسیر ہوسکتی ہے۔

مفسر ابن کثیر ابن جریج سے نقل فرماتے ہیں کہ اہلِ جنّت کے پاس جب کوئی پرندہ گزرے گا، تو وہ سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہیں گے، اس پر فرشتے ان کی خواہش کے مطابق (پرندہ کو) لے کر آئیں گے اور سلام کریں گے جس کا وہ جواب دیں گے۔ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ

میں اسی کا ذکر ہے۔ جب کھا کر فارغ ہو جائیں گے، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں گے جس کا آخِرُ دَعْوَاھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں ذکر ہے۔ اس کے بعد ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ جنتی جب کسی چیز کے منگانے کا ارادہ کریں گے، تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہہ دیں گے (پس وہ حاضر ہو جائے گی)، اس سے معلوم ہوا کہ ابن جریجؒ نے آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے جو پرند کا ذکر کیا ہے بطور تمثیل ہے، ورنہ ہر نعمت کی خواہش کے اظہار کے لیے جنتی حضرات سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہیں گے یہ جو فرمایا کہ پرندہ کو فرشتہ لے کر حاضر ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض اوقات کی بات ہے کیونکہ روایات میں پہلے گزر چکا ہے کہ پرندہ خود اہل جنت کے سامنے آگرے گا۔

نعمائے جنّت کی پوری کیفیت اور کمیّت دُنیا میں نہیں سمجھی جاسکتی ہے!!

جنّت کے متعلق جو کچھ سُن کر اور پڑھ کر سمجھ میں آتا ہے جب جنّت میں جائیں گے تو اس سے بہت بلند اور بالا پائیں گے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ جنّت کی جن نعمتوں کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے وہاں ان کے علاوہ بہت زیادہ نعمتیں ہیں۔ دُوسرے اس وجہ سے کہ کسی چیز کے دیکھنے اور استعمال کرنے سے جو پُوری واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ محض سُننے سے حاصل نہیں ہوتی؛ لٰہذا اس دُنیا میں رہتے ہُوئے نعمائے جنّت کی واقعی حقیقت اور کیفیت کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ چیزیں تیّار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا گزر ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (قرآن سے)، اس بات کی تصدیق کرنا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ[1]

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُوپر والا مضمون

[1] بخاری و مسلم شریف

ارشاد فرما کر آخر میں فرمایا کہ بَلْہَ مَا اَطْلَعَکُمُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ آیاتِ قرآنی یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی جن نعمائے جنّت کا تذکرہ فرما دیا ہے۔ ان کے علاوہ جو نعمتیں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ (قال النووی فالذی لم یطلعکم علیہ اعظم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ ساری دُنیا سے اور دُنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے (بخاری و مسلم شریف)، نیز فرمایا کہ جتنی جگہ میں آدھی کمان رکھی جاتی ہے جنت میں اتنی سی جگہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سُورج طلوع یا غروب ہوتا ہے[۱]

جب سواری سے سوار اُترنے لگتا ہے تو جگہ پر قبضہ کرنے کے لیے پہلے اپنا کوڑا (یعنی چابک زمین پر) گرا دیتا ہے اور پیدل چلنے والا جب بیٹھنے لگتا ہے تو پہلے اپنی کمان ڈال دیتا ہے، پھر بیٹھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت کی عظمت اور قیمت سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا کہ جنّت کی اتنی سی جگہ جس میں ایک کوڑا یا آدھی کمان رکھی جا سکے، ساری دُنیا کی عریض طویل اور وسیع جگہ سے افضل ہے) چہ جائیکہ ساری جنّت جس کی وسعت کے سامنے ہزارہا دُنیا کی وسعت بھی ہیچ در ہیچ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دُنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی جنّت میں نہیں ہے صرف ناموں کی مشابہت ہے[۲]

مطلب یہ ہے کہ جنّت کی نعمتوں کے تذکرہ میں جو سونا، چاندی، موتی، ریشم، درخت، پھل، میوے، تخت، گدّے، کپڑے وغیرہ آئے ہیں۔ یہ چیزیں وہاں کی چیزیں ہوں گی اور اُسی عالم کے اعتبار سے ان کی خوبی اور بہتری ہوگی۔ دُنیا کی کوئی بھی چیز جنّت کی کسی بھی چیز کے پاسنگ نہیں ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّشْتَمِرٍ لَّهَا؟
کیا کوئی جنّت کے لیے تیاری کرنے والا ہے؟

جنّت کے احوال آپ نے پڑھ لیے، وہاں کی نعمتوں کی تفصیلات معلوم کرلیں۔ وہاں رہنے کو دل بھی چاہتا

---

۱ بخاری شریف ۲ رواہ البیہقی باسناد جید کذا فی الترغیب

ہوگا۔ بارہا دخولِ جنت کے لیے اللہ تعالیٰ سے آپ نے دُعا بھی کی ہوگی اور بلاشبہ ہر مسلمان کے دل میں جنّت کا شوق اور وہاں جائے قیام ملنے کی تڑپ ہونا ضروری ہے، لیکن تڑپ اور طلب اور ذوق و شوق کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی پُونجی کا اہتمام کرنا بھی لازم ہے۔ جنّت جیسی چیز کی طلب رکھنے والا اعمالِ صالحہ سے خالی نہیں ہوسکتا۔ بیوقوف ہیں وہ لوگ جو جنّت کی تمنّا کرتے ہیں، مگر گناہوں میں لت پت ہیں اور اعمالِ صالحہ کے سرمایہ سے غافل ہیں۔ حسبِ تصریح قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید فرمالیا ہے؛ لہٰذا مومن بندوں پر لازم ہے کہ شریعت کے تقاضوں پر جان و مال لگاکر مستحق جنّت بنیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ نماز کے لیے مؤذن پکارے تو سوتے رہ جائیں یا کاروبار پر نماز کو قربان کرڈالیں، زکوٰۃ کا حکم عاید ہو تو جان چُرانے لگیں، رمضان آئے، تو روزے کھاجائیں۔ حج فرض ہو تو مال کی محبت میں بے حج کیے مرجائیں، کاروبار میں حرام و حلال کا ذرا خیال نہ کریں۔ تیر امیرا روپیہ مارلینے کو کمال جانیں۔ قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے کو عیب کا کام سمجھیں، ضعیفوں پر ظلم کریں۔ تنگدستوں سے بیگاریں لیں۔ رشوتوں کے لین دین کو فرض سمجھیں۔ یتیموں کا مال کھاجائیں اور میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہ کریں۔ نوافل کی ادائیگی سے گھبرائیں اور ذکر اللہ سے گریز کریں اور پھر جنت کے بلند درجات کی تمنّا کریں۔ یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ جنّت کے بلند مراتب کے لیے نفس کو قابو میں کرنا پڑتا ہے۔ احکامِ شریعت پر عمل کرنے میں جو نفس کو ناگواری ہوتی ہے۔ اسے سہنا پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ: "دوزخ کو خواہشوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جنّت کو ناگواریوں سے گھیر دیا گیا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ عبادات میں محنت کرنے اور برابر خداوند قدوس کا فرمانبردار رہنے اور حرام خواہشوں سے پرہیز کرنے میں جو نفس کو ناگواری ہوتی ہے اسی ناگواری کے پیچھے جنّت ہے ناگواری کو برداشت کرنا جنّت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے اور برعکس اس کے جو شخص نفس کی خواہشوں کا پابند بن گیا اور حرام و حلال کے سوال سے بے نیاز

ہوگیا، تو شہوتیں اور خواہشیں اسے دوزخ میں پہنچا دیں گی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کے پیچھے لگائے رہے اور بلا عمل کے اللہ سے اُمّید رکھے۔" (ترمذی)

جسے دوزخ سے بچنے اور جنّت میں پہنچنے کا فکر ہو دُنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا اور جان و مال کو جنّت کے مقابلہ میں عزیز نہ جانے گا۔ جتنی نیکیاں کرے گا کم سمجھے گا اور اپنے درجات بڑھانے کے لیے فرائض و نوافل کا اہتمام کرے گا۔ درحقیقت آخرت کی فکر رہی ہی نہیں۔ جنّت جیسی بے نظیر اور انمول چیز کا یقین ہوتے ہُوئے طاعت و عبادت میں کوتاہی کرنا بڑی ناسمجھی ہے۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ:

"دوزخ جیسی چیز میں نے نہیں دیکھی جس کے (عذاب و مصیبت سے) بھاگ کر بچنے والا سو رہا ہے اور (اسی طرح) جنّت جیسی رغبت اور لذّت کی چیز میں نے نہیں دیکھی جس کا طلب گار سوتا رہے۔" (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے مصائب و تکالیف کا یقین کرنے پر دوزخ ہی کے کام کرتا چلا جائے اور جنّت کی نعمتوں کی رغبت رکھنے والا غفلت کی نیند سویا کرے اور اعمالِ صالحہ کی فکر نہ کرے۔ یہ بڑے تعجّب کی بات ہے۔ یُوں دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سُستی کی وجہ سے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور اپنی مرغوبات حاصل کرنے سے محروم ہیں، لیکن دوزخ سے بچنے کا ارادہ رکھنے والا غفلت میں پڑا رہے اور جنّت کا طالب سُستی میں عمر گذار دے یہ بہت زیادہ حیرت ناک ہے۔

دُنیا کی زندگی ایک سفر ہے جس کی آخری منزل مومن بندوں کے لیے جنّت ہے مگر جنّت کے لیے محنت کی ضرورت ہے کیونکہ جو چیز جس قدر عمدہ اور بہترین ہوتی ہے اسی قدر بیش قیمت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

"جس شخص کو (سفر کی دوری اور دشواری سے) خطرہ ہو وہ شروع رات ہی میں روانہ

ہو جاتا ہے اور جو شخص شروع رات میں روانہ ہوتا ہے منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے، خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (جس کے خریدار بندے ہیں)

دنیا کی ضرورتوں کے لیے جب کسی اہم سفر پر جانا ہوتا ہے، تو کافی پہلے سے چل دیتے ہیں اور آرام و راحت کو قربان کر کے ٹھیک وقت پر بلکہ وقت سے پہلے منزل کو جا لیتے ہیں۔ مسافرِ آخرت کو اس سے سبق لینا چاہیے اور نفس کی فرمانبرداری کے بجائے احکامِ شریعت کی خوب اچھی طرح پابندی کر کے آخرت کے سفر کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانا چاہیے تاکہ مہنگا سودا یعنی جنت ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ دُنیا کے سازو سامان اور مکان دوکان پر کتنی رقمیں لگتی ہیں اور کیسی کیسی جوانیاں فنا ہوتی ہیں اور کیسے صحت منداور تنومند انسان برباد ہوتے ہیں۔ ایک عورت سے نکاح کرنے کے لیے کس قدر کھڑاگ کیے جاتے ہیں اور کتنی دولتیں لٹائی جاتی ہیں۔ جب حقیر دُنیا کے لیے دولت و ثروت صحت و جوانی برباد ہو رہی ہے اور بڑے بڑے مجاہدے کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ فانی ہے اور اسے چھوڑ کر چل دینا ہے، تو جنت جیسے "دار المقامہ" کے لیے اور وہاں کی نعمتوں اور لذتوں کی تحصیل کے لیے تو بہت زیادہ جانی و مالی قربانی اور ہمت و محنت کی ضرورت ہے۔ ؎

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دُنیا ہے یہ بستی نہیں　　جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

دُنیا کو جنت بنانے والو اپنے باپ کی جنت کا حال دیکھ لو

قوم عاد میں دو بادشاہ ہوئے "شدید" "شداد" ان کا پایہ تخت ملک یمن میں عدن کے نزدیک تھا۔ یہ دونوں بادشاہ تمام رُوئے زمین پر سلطنت کرتے تھے۔ اِن کے پاس بے انتہا فوج اور بے شمار خزانہ تھا، لیکن شدید کے مرنے کے بعد زمامِ سلطنت اُس کے بھائی شداد نے سنبھالی اور وہ تخت نشین ہوا۔ شداد نے حکومت سنبھالتے ہی حکومت کو اور بھی ترقی دی اور اس کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ دُنیا میں جس قدر بھی بادشاہ اور حکمران تھے۔ کوئی شخص بھی اس کے خلاف دم

مارنے کی طاقت نہ رکھتا تھا، اسی بناء پر اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس پر زمانے کے عالموں اور واعظوں نے اس کو بہت کچھ سمجھایا، بہت روکا۔ علماء کہتے تھے کہ تُو خدا کا خوف کر، اس کی عبادت کر۔ اُس کی عبادت میں یہ یہ فائدے ہیں۔ اس کم بخت نے جواب دیا کہ جو دولت اور ثروت و حکومت اور عزّت مجھ کو اب حاصل ہے، اللہ کی عبادت کرنے میں اس سے زیادہ اور کیا چیز ملے گی اور جو شخص کسی کی غلامی کرتا ہے اس کی دُو وجوہات ہوتی ہیں: (۱) یا تو عہدہ کی ترقی کے واسطے (۲) یا دولت حاصل کرنے کے واسطے۔ اور تُم لوگوں کو معلوم ہے کہ آج جو میرا عہدہ ہے، دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عہدہ نہیں اور جتنی میرے پاس دولت ہے اس سے زیادہ کسی شخص کے پاس کوئی دولت نہیں۔ اِن حالات میں مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں کسی کی اطاعت، غلامی اور چاکری کروں۔ علماء نے جواب دیا کہ یہ سلطنت، دولت اور حکومت سب فانی ہیں۔ سب پر زوال آئے گا، کوئی چیز تیرے پاس نہ رہے گی۔ اگر تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، تو اس کے بدلے میں ہمیشہ رہنے والی ایسی جنّت انعام پائے گا جو تمام دُنیا کی حکومت اور اِن خزانوں سے بہتر ہے۔ یہ سن کر علماء سے مندرجہ ذیل گفتگو کی۔

شدّاد: اس جنّت میں کیا کیا چیزیں ہوں گی؟

علماء نے اس کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں جو انبیاء علیہم السّلام سے سُنی تھیں۔ وُہ سب اُس کے سامنے بیان کر دیں کہ اس کے درخت ایسے ہوں گے، اُس کی نہریں ایسی ہوں گی، اُس کی تعمیر اُس کے لباس، اس کی عورتوں کی کیفیت، غرض کہ جو کچھ اُن کی معلومات تھیں، سب کچھ شدّاد کو تفصیل سے بتلا دیں۔ اِس تفصیل کو سُن کر شدّاد نے کہا او ہو! میں تو سمجھتا تھا جانے وہ جنّت کیسی ہوگی۔ اگر تمہارے خُدا کی یہی جنّت ہے، تو مجھ کو اس جنّت کی ضرورت نہیں کیوں کہ میں بھی ایسی جنّت اپنی سلطنت میں تیّار کرا سکتا ہوں۔ علماء اس بکواس کو سُن کر خاموش ہو گئے اور سمجھ گئے یہ نہیں مانے گا، پھر مزید اس سے کوئی بات کہنی فضول اور بیکار ہے؛ چنانچہ علماء اپنے گھر چلے آئے اور شدّاد نے خُدا سے مقابلے کی اسکیم شروع کی۔

جنّت کی تیّاری کا حکم

شدّاد نے اپنے معتبر سرداروں میں سے اس کام کے لیے سو آدمیوں کو منتخب کیا اور ہر ایک کی ماتحتی میں ایک ایک ہزار آدمی دیئے گویا کہ جنّت کی تیّاری کے لیے ایک جدید محکمہ بنایا جس کے ملازمان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ کسی افسر کے ذمّے سپلائی کا کام مقرر کیا۔ کسی کے ذمّے انجینئرنگ اور نقشوں کی تیّاری وغیرہ۔ کسی کے ذمّے حساب وکتاب وغیرہ لگا دیے گئے اور دُنیا کے ہر ملک اور صُوبے میں شاہی طور سے احکام روانہ کیے۔ جس قدر بھی سونا چاندی دستیاب ہو سکے اس کی گنگا جمنی اینٹیں بنوا کر ہمارے پایۂ تخت کو روانہ کر دی جائیں اور جس قدر بھی سونا، چاندی اور جواہرات خزانوں میں موجود ہوں ان کو نکلوا لیا جائے اور حکم پہنچتے ہی تمام کا تمام روانہ کر دیا جائے۔ محکمہ تعمیر کو حکم دیا کہ عدن پہاڑ کے نزدیک چالیس کوس مربع رقبہ لیا جائے اور اس مقام پر جنّت کی داغ بیل ڈالی جائے اور اس کی بُنیادیں اس قدر گہری کھودی جائیں کہ وہ بنیادیں پانی کے قریب پہنچ جائیں اور ان کو سنگ سلیمانی سے بھر دیا جائے جب (بنیادیں) بھر چکیں اور زمین کے برابر ہو جائیں، تب اِن بنیادوں پر اس طرح پر چنائی شروع کی جائے کہ ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی رکھی جائے۔ چنانچہ اس کی منشا کے مطابق تعمیر کا کام شروع ہوا۔ بنیادیں بھری گئیں۔ دیواروں میں سونے چاندی کی اینٹیں لگائی گئیں اور دیوار کی بلندی اس زمانے کے گزوں سے پانچ سو گز کی رکھی گئی اور دیواریں اس قدر خوبصورت اور چمکدار تھیں کہ جب سورج نکلتا تھا، تو اس کی چمک سے دیواروں پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ پھر اس چار دیواری میں ہزار محل تیّار کرائے گئے اور ہر محل میں ایک ایک ہزار ستون رکھے گئے اور ہر ہر ستون میں جواہرات سے میناکاری کرائی گئی اور اس احاطے کے اندر ایک نہر بنوائی اور ہر ایک محل میں حوض اور چوبچے تیّار کرائے گئے اور اس نہر سے ہر ہر محل کے نیچے ایک ایک نہر جاری کرائی تاکہ ہر مکان میں ہمیشہ ہمیشہ فوّارے اُبلتے رہیں، حوض اور چوبچے ہر وقت پانی سے بھرے رہیں اور ان نہروں کا درمیانی حِصّہ یاقوت اور زمرّد، مرجان اور نیلم سے بھر دیا گیا اور ان نہروں کے کناروں پر مصنوعی درخت لگائے گئے جن کی جڑیں سونے کی اور

شاخیں اور پتے زمرد کے اور پھول و پھل سچے موتیوں اور سرخ یاقوت اور دوسرے قسم قسم کے جواہرات کے بنا کر لٹکائے گئے۔ دکانوں اور دیواروں کو مشک و زعفران، عنبر اور گلاب کے ساتھ مخلوط کر کے پچی کاری کرائی گئی اور سونے کے پانی کے ساتھ اس کی مینا کاری کرائی گئی اور خوب صورت اور خوش آواز جانور اس جنت میں چھوڑے گئے اور اس جنت کے چاروں طرف ایک ہزار سونے اور چاندی کے چبوترے بنوائے تاکہ چوکی دار اُن پر بیٹھ کر اپنی اپنی باری سے چوکیداری کیا کریں اور جب اس جنت کی تعمیر ہو چکی تو حکم دیا گیا کہ تمام جنت میں قالین اور ریشمی اور زرروزی کے فرش بچھائے جائیں اور سونے چاندی کے پیالے اور رکابیاں وغیرہ سب مکانات میں ترتیب سے چن دیے جائیں اور کسی نہر میں میٹھا پانی اور کسی میں شراب اور کسی میں دودھ اور کسی میں شہد جاری کروایا جائے اور بازار اور دکانوں کو کم خواب اور زر لفت کے پردوں سے سجا دیا جائے اور ہر پیشہ والے کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے پیشہ میں ہر شخص مشغول رہے۔ اور جو چاہے کرے اور تمام قلمرو میں حکم بھیجا کہ ہر ہر جگہ سے ہر موسم میں اعلیٰ قسم کے پھل اور قسم قسم کی عمدہ عمدہ غذائیں یہاں پرروانہ کی جائیں۔ غرض کہ ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے تین سو سال میں اس شان و شوکت کے ساتھ یہ جنت تیار کی۔ اس کی تیاری کے بعد اپنے تمام اراکین سلطنت وزراء اور امراء، رئیسوں کو حکم دیا کہ سب لوگ نہایت زیب و زینت اور شان و شوکت کے ساتھ میری جنت میں جا کر رہیں اور خود بھی اپنی جنت میں ٹھہرنے کی غرض سے اپنی فوج اور سپاہ کو اپنے ساتھ لے کر انتہائی غرور اور تکبر کے ساتھ اپنے اصلی دارالخلافہ سے کوچ کیا اور اپنے ساتھ ان عالموں کو بھی لیا جو اس کو خدا کی جنت کا لالچ دیتے تھے اور ان کو بیباکی اور بدزبانی سے روکتے تھے۔ راستہ میں اِن عالموں سے کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کی خاطر مجھ کو کہتے تھے کہ کسی دوسرے کے سامنے سر جھکاؤں اور ذلیل ہو جاؤں اور اب میری قدرت اور تمہارے خدا سے بے نیازی تم لوگوں کو اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گی؛ چنانچہ اسی شان و شوکت کے ساتھ اِس جنت کے قریب پہنچا۔ جنت والے اس کے استقبال کے لیے جنت سے باہر نکلے، سونے چاندی اور جواہرات اس پر قربان کرنے لگے اور نذرانے

جو قسم قسم کے تھے اس کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ شدّاد اِس غرور اور تکبّر کے ساتھ اپنی جنّت کی طرف چلا جا رہا تھا۔ جب جنّت کے دروازے پر پہنچا، تو اس کے پیچھے لاکھوں، کروڑوں تماشائی تھے، آگے آگے شدّاد کی سواری چل رہی تھی۔ شادیانے بج رہے تھے۔ نفیری کی آواز مست کر رہی تھی۔ شدّاد کا چہرہ خوشی کے باعث پھول کی طرح کھل رہا تھا، لیکن اس ساز و سامان، شان و شوکت کے ساتھ جوں ہی شدّاد نے جنّت کے دروازے پر قدم رکھا اسی وقت آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک اور سخت آواز آئی کہ تمام ساتھی ہلاک ہو گئے اور شدّاد بھی اسی کڑک کی ہیبت ناک آواز سُن کر بے ہوش ہو کر گھوڑے پر سے گر گیا اور نو سو سال کی عُمر میں لاکھوں حسرتوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا اور اپنی بنائی ہوئی جنّت کے دیکھنے کی کروڑوں تمنّائیں دل کی دل ہی میں لے گیا اور اس کی لاکھوں تمناؤں اور کروڑوں حسرتوں کو خاک میں ملا دیا گیا یہاں تک عزرائیلؑ بھی حکم الٰہی سے اُس کی جان قبض کر رہے تھے لیکن دل میں رقّت اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عزرائیل علیہ السّلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے کسی کی جان نکالتے ہُوئے کبھی رحم نہ آیا؛ البتّہ دو شخصوں کی جان نکالتے ہُوئے بڑا ہی رحم آیا۔ اگر آپ کا حکم نہ ہوتا، تو میں ہرگز ہرگز اُن کی جان نہ نکالتا۔ ایک تو اس بچّہ پر جس کی ماں کشتی کے تختے پر رہ گئی تھی اور وہ نوزائیدہ بچّہ اپنی ماں کے ساتھ اس تختے پر رہ گیا اور تیرا حکم ہُوا کہ اس کی ماں کی جان قبض کر لے، اس وقت مجھ کو ترس آیا کہ اس بچّے کی خبر گیری کون کرے گا؟ دوسرا ایک وہ بادشاہ جس نے بڑی بڑی آرزوؤں کے ساتھ ایک بے مثال جنّت تیار کرائی اور جب وہ تیّار ہو گئی اور اس کے دیکھنے کے واسطے وہ آیا، جس وقت اس نے اپنا قدم دروازے میں رکھا حکم ہوا کہ جا اس کی رُوح قبض کر۔ اس وقت بھی مجھے بہت رقّت آئی کہ تو ہی جانتا ہے کہ اس کی کیا کیا حسرتیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بادشاہ وہی لڑکا تھا جس کو ہم نے بغیر ماں باپ کے پرورش کرا کے اس درجے کو پہنچایا تھا۔ لہٰذا اے عزرائیلؑ تُو نے ساری مخلوقات میں دونوں مرتبہ شدّاد ہی پر رحم کھایا۔ (تفسیر فتح العزیز)

ناظرین کی خدمت میں

خواجہ محمدؐ اسلام کی مطبوعات کی فہرست

۱۔ اسلامی تبلیغی نصاب جلد اول ہدیہ ۱۶/۵۰

۲۔ ″ ″ ″ دوم جس میں
فضائل صدقات مع فضائل حج ہدیہ ۱۶/۵۰

۳۔ موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا ۷/۵۰

۴۔ نفیس بہشتی زیور ″ ۲۵/-

۵۔ اسلام کیا ہے؟ ″ ۳/-

۶۔ مسنون دعائیں مع معمولات
حضرت مولانا محمدؐ زکریا شیخ الحدیث ″ ۱/۵۰

۷۔ ایمان پر اخلاقی جرائم کا اثر ″ -/۷۵

۸۔ حکایات صحابہ ہدیہ ۳/۶۰

۹۔ فضائل ذکر ″ ۳/۶۰

۱۰۔ فضائل نماز ″ ۱/۶۰

۱۱۔ فضائل رمضان ″ ۱/۶۰

۱۲۔ فضائل قرآن مجید ″ ۱/۶۰

۱۳۔ فضائل درود شریف ″ ۳/۰

۱۴۔ فضائل تبلیغ ″ -/۷۵

۱۵۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج ″ -/۷۵

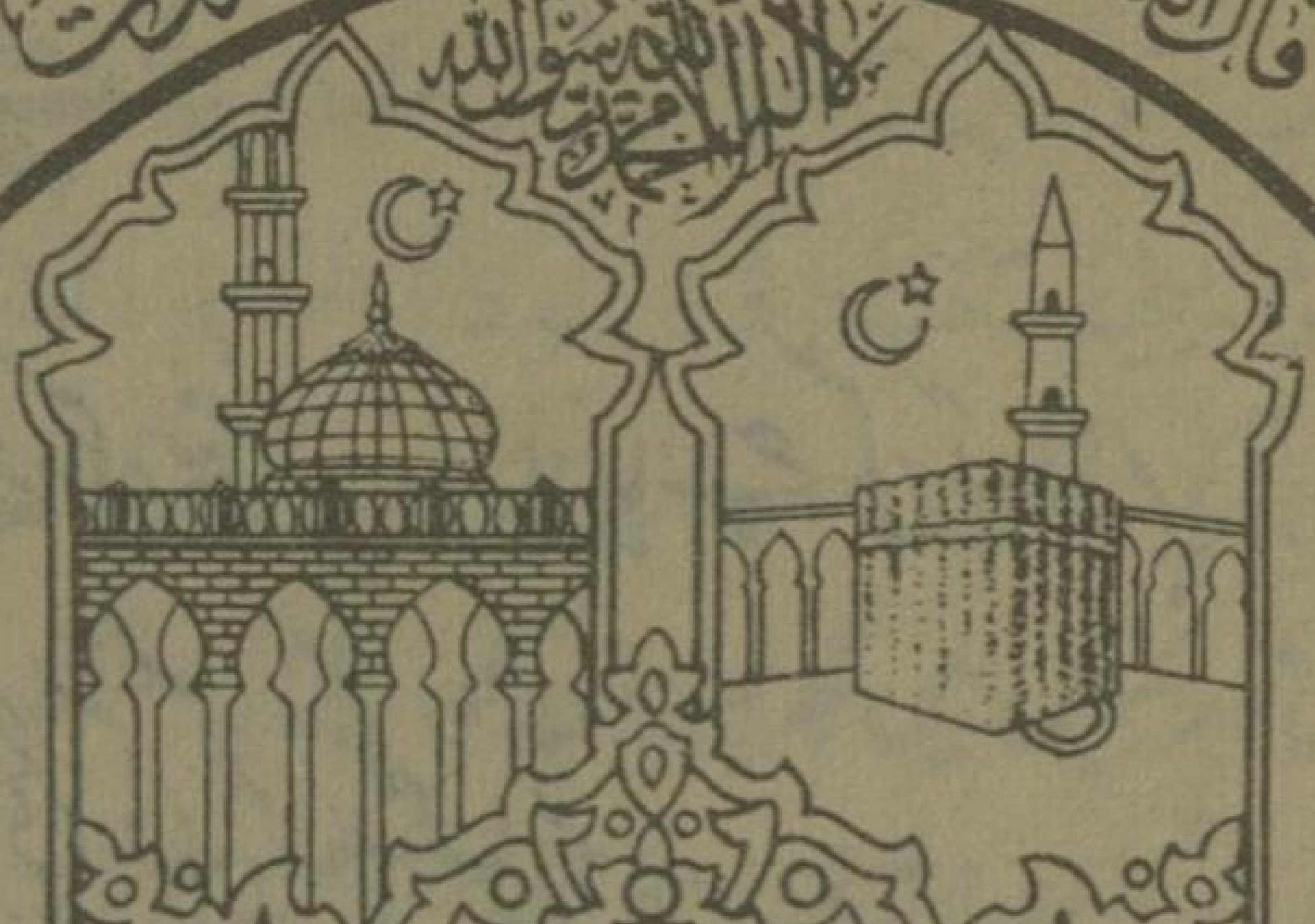
زیر طبع کتب :۔ حیاۃ الصحابہؓ، شمائل ترمذی، خصائل نبوی، حصن حصین، اسلامی سیاست۔ تبلیغ کیا ہے؟ مولانا محمدؐ الیاس کی ایک اہم دینی دعوت۔ مکاتیب مولانا محمد الیاس۔ نماز مترجم مولوی محمد یوسف کی مکمل تقریریں۔ حج کا نظارہ مع زیارات مقامات مقدس۔ یہودیوں کی سازشیں۔ تبلیغی نصاب مکمل انگریزی میں۔

خواجہ محمدؐ اسلام کی مطبوعات آپ دنیا بھر کے کسی بھی کتب خانے سے طلب فرمائیں یا ہم سے براہ راست رجوع فرمائیں :۔

خواجہ محمد اسلام کھڈیاں خاص ضلع لاہور (مغربی پاکستان)

لاہور میں ملنے کا پتہ :۔ ادارہ اشاعت دینیات لاہور

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت



ایمان پر اخلاقی جرائم کا اثر

خواجہ محمد اسلام ۔ گھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

یاد رکھیے!

طبلے کی تھاپ پر، باجے کی آواز پر
سرنگی کی کیں کیں پر
گھنگروؤں کی جھنکار پر
رنڈیوں کے گانے کی آواز پر
جھومنے والی ماؤں کے بطن سے طارق بن زیادؒ۔
محمد بن قاسمؒ۔ خالد بن ولیدؓ پیدا نہیں ہوتے بلکہ اُن
کے بطن سے بدکار لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

خواجہ محمد اسلام

اظہارِ حقیقت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ۔

آج سے تقریباً پونے چودہ سو سال قبل جب آج کی طرح دُنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ بطحا کی سنگلاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہُوا اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرض دُنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نُور سے منوّر کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوعِ انسان کو اُس معراجِ ترقی تک پہنچایا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رشد و ہدایت، صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں وہ ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دُنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے، لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہرانا نہ تسلّی بخش ہے اور نہ کار آمد اور مفید۔ جب کہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزّت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں۔ لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذِلّت و خواری، افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ نہ زورِ قوّت ہے نہ شان و شوکت ہے نہ باہمی اخوت و اُلفت، نہ عادات

اچھی نہ اخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے، ہر برائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور۔ آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ ماسبق سے بھی زیادہ خطرناک اور تاریک نظر آرہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جد وجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جُرم ہے اور ویسے بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم ترین فریضہ کو ترک کرنا خُدائے وحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کو دعوت دینا ہے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایک ایسا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اِس کو انجام دینے کے لیے اللہ پاک نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے، تو دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی۔ کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی۔ گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھُل جائیں گی۔ جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔ تمام کاموں میں خرابی آجائے گی۔ آپس میں پھُوٹ پڑ جائے گی۔ آبادیاں خراب ہو جائیں گی۔ مخلوق تباہ وبرباد ہو جائے گی اور اس کی تباہی وبربادی کی اس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر خدائے بالا وبرتر کے سامنے پیشی اور بازپرس ہوگی افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس سرسبز ستون کے علم وعمل کے نشانات مِٹ چکے۔ اِس کی حقیقت ورسوم کی برکتیں نیست ونابُود ہو گئیں۔ لوگوں کی تحقیر وتذلیل کا سکّہ قلوب پر جم گیا۔ خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مِٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں کتّوں کی طرح بے باک ہو گئے۔ رُوئے زمین پر ایسے صادق مومن کا مِلنا دشوار وکمیاب ہی نہیں، بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔ اگر کوئی مردِ مومن اِس تباہی وبربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنّت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مُبارک بوجھ کو لے کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنّت کے زندہ کرنے کے لیے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔

ایمان پر اخلاقی جرائم کا اثر

اخلاق اور قرآن

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو انصاف، احسان اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرمایا ہے اور بے حیائیوں، بیہودہ باتوں اور ظلم سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس لیے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کر لو۔" (القرآن)

اس آیت میں اجمالی طور پر امر بالمعروف، انصاف، احسان، اہلِ قرابت کی امداد اور نہی عن المنکر ——— بے حیائیوں، بے ہودہ باتوں اور ظلم کے انداز میں ان تین اخلاقی فضیلتوں اور تین اخلاقی رذائل کی نشاندھی کر دی گئی ہے جو اخلاق اور بد اخلاقی کی بنیادیں قرار دی جا سکتی ہیں۔ فضائلِ اخلاق کے حفظ و بقا کے لیے معروف سے تمسک اور منکر سے اجتناب اشد ضروری ہے اور ان کا تعلق حقوق العباد سے ہے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی کی فضیلت کا یقین اور ان سے صرفِ نظر سے نقصانات کا احساس اللہ تعالیٰ پر قوی ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقولہ ان معنوں کی خوب ترجمانی کرتا ہے کہ "حق کے ساتھ اس طرح تعلق رکھو کہ مخلوق درمیان میں حائل نہ ہو اور خدا کی مخلوق کے ساتھ اس طرح وابستگی رکھو کہ نفس بیچ میں حائل نہ ہو۔"

اسی اخلاقی تعلیم کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "خلقِ عظیم" بنا کر بھیجا گیا تھا تاکہ آپ اخلاقِ کریمانہ کو ان کی آخری بلندیوں پر پہنچائیں، اسی لیے آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا جس پر خود قرآن شاہد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کامل اتباع کے ذریعہ پوری زندگی اطاعتِ الٰہی کا نمونہ

بن جائے اور حقوق الٰہیہ و حقوق العباد کی کماحقہٗ ادائیگی ہو جائے۔ اگر اِن دو حقوق سے کسی وقت بھی تغافل برتا گیا، تو اس سے توحید و رسالت پر ایمان میں ضعف پیدا ہونا لازمی ہے، اس لیے کہ اسلام میں ہر اخلاقی فضیلت پر کاربند ہونا اور بُرے اُمور سے بچنا، اس لیے ضروری نہیں کہ اس میں کوئی مصلحت مضمر ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے جو ضرور کسی نہ کسی مصلحت پر مبنی ہے۔ چنانچہ اگر ہم جھوٹ سے بچتے ہیں اور سچ کو اپناتے ہیں تو محض اس لیے کہ ہم از رُوئے قرآن ایسا کرنے کے مکلّف ہیں۔ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ "اور جھوٹی باتوں سے کنارہ کش رہو" (القرآن)، خواہ بظاہر جھوٹ بولنے میں فائدہ ہی نظر آئے۔ اور سچ سے نقصان کا احتمال ہی کیوں نہ ہو۔

جرائم کا اثر

اخلاق ذمیمہ ایمان پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "انسان کے دل میں ایمان شروع میں ایک سپید نقطہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور جُوں جُوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے سپید نقطہ آہستہ آہستہ پھیلتا جاتا ہے اور جب وہ کامل الایمان ہو جاتا ہے، تو تمام قلب نُورانی اور روشن ہو جاتا ہے۔ اور نفاق ایک سیاہ نقطہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے اور جب وہ منافق کامل ہو جاتا ہے، تو تمام قلب سیاہ اور تاریک بن جاتا ہے"۔ اور وہ ارتکابِ جرم پر اُتر آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث بھی اِنہی معنی کی غمازی کرتی ہے کہ "زانی ارتکابِ زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔ چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا اور شرابی شراب پیتے وقت ایمان پر قائم نہیں رہتا"۔ (بخاری، مسلم)، گویا زنا، لواطت، چوری، شراب نوشی، ترکِ نماز اور اسی قسم کے دُوسرے دینی فرائض کی خلاف ورزی اور گناہِ کبیرہ کرتے وقت وہ صفتِ ایمان سے وہ متصف نہیں رہتا اور ارتکابِ جرم کے بعد وہ دو حالتوں سے باہر نہیں ہوتا ——— یا تو بلا عمد سرزد ہونے والے رذیل اخلاقی جرم پر نادم ہو کر خلوصِ نیّت سے اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہو جائے۔ اس صورت

میں ایمان اسکی جانب لوٹ آتا ہے۔ اور زیادہ اس جرم کو بنظرِ استحسان دیکھنے لگ جائے جس سے وہ قساوتِ قلبی کا شکار ہو کر اپنے رب اور دین کو فراموش کر دیتا ہے اور گھٹیا اخلاقی جرائم اور شہواتِ فاسدہ اس کے نفس پر مسلط ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے ارتکاب کا عادی بن جاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے وہ اس سے محروم رہ جائے، تو اس ناکامی کے سبب جزع و فزع کرنے لگ جاتا ہے اور اسے حرام ٹھہرانے والے اور منع کرنے والے اللہ کے خوف کو نظرانداز کر کے اس کے حصول میں کوشاں رہتا ہے۔ اس حالت میں اس کا ایمان اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتا اور جب وہ اسی حالت پر اصرار کرتے ہوئے موت سے ہم آغوش ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں چلا جاتا ہے۔

انہی معانی کی حامل دوسری صریح احادیث موجود ہیں کہ "جب کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو تو اس سے اس کا ایمان خارج ہو کر ایک سایہ کی مانند اس پر چھایا رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے ہٹ جاتا ہے، تو اس کی جانب لوٹ آتا ہے۔" (ابوداؤد)
اس ضمن میں دوسری حدیث یہ ہے کہ "بیشک ایمان ایک لباس کی مانند ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس سے آراستہ کر دیتا ہے۔ پس جب انسان زنا میں مبتلا ہوتا ہے، تو ایمان کا لباس اُس سے اُتر جاتا ہے اور اگر وہ اس فعل سے توبہ کرے، تو ایمان کا لباس دوبارہ اُس کی طرف لوٹ آتا ہے۔" (بیہقی)

توبہ کا طریقہ

اِن دو حدیثوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ارتکابِ جُرم کے دوران ایمان خارج ہو جاتا ہے اور اس جُرم سے توبہ کیے بغیر واپس نہیں آتا۔ بشرطیکہ وہ جُرم صرف حقوق الٰہیہ کے ضیاع سے متعلق ہو جیسا کہ شراب نوشی اور ترکِ فرائض۔ تو اُن سے توبہ کی صُورت یہ ہے کہ ان کا مرتکب محرماتِ مذکورہ سے یکسر منہ موڑ لے اور اُن کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرے اور اگر جُرم کا تعلق حقوقُ العباد سے ہو، تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ غصب کردہ حقوق یا تو متعلقہ افراد کو واپس کیے جائیں یا ان سے اِس سلسلہ میں

معافی مانگی جائے۔

لیکن توبہ کا یہ طریقہ عصمت دری کے جرم میں متحقق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی بیوی سے زنا کیا ہے تو یہ بات کسی طرح بھی معقول دکھائی نہیں دیتی کہ وہ متعلقہ شخص سے اس ضمن میں رجوع کرے اور اسی طرح یہ بات بھی قرینِ دانش نہیں کہ مجرم اس شخص سے معافی کا طالب ہو۔ ایسے جرم کا ذکر کرنا ہرگز ضروری نہیں بلکہ معافی مانگتے وقت اس امر کی نیت کرنا ہی کفایت کرے گا؛ البتہ اگر وہ اس امر کا اعتراف کر کے زنا کی مقررہ سزا بھگت کر اپنے نفس کو پاکیزہ کرنے کا متمنی ہو، تو اس صورت میں عورت کے خاوند سے طلب و عفو کی ضرورت نہیں بلکہ وہ صرف مذکورہ بالا طریق سے سزا دینے والے کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرے۔

گناہ اور سزا

اس سلسلہ میں دوسری رائے یہ ہے کہ اخلاقی جرائم انسان کو کسی صورت میں بھی ایمان سے عاری نہیں کرتے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے والا کسی اخلاقی جرم سے لتھڑا ہوا مر جائے، تو وہ اس جرم کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ گناہگار مرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا اطلاق ہوتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جسے وہ چاہے بخش دیتا ہے۔" (القرآن)

ان معنوں کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں اور ان میں سے ایک صحیح حدیث یہ ہے کہ اگر مکلّف کی موت حالتِ ایمان پر آئے، تو وہ جنّت میں داخل ہوگا، خواہ وہ چوری اور زنا کا مرتکب ہی کیوں نہ رہا ہو، لیکن اس میں اور ان احادیث میں جو گناہ گاروں کو سزا دینے یا اُن کے ضیاعِ ایمان کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں کوئی تعارض نہیں۔ جہاں تک اوّل الذکر کا تعلق ہے گناہ ہائے کبیرہ کے لیے وقتی عذاب دیا جائے گا اور ایسے جرم کا مرتکب کافر کی مانند ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں نہیں رہے گا اور یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاقی جرائم کے مجرموں کو ان کے کسی اچھے فعل کی بدولت بخش دیں اور بالکل سزا نہ دیں۔

رہا مؤخر الذکر کا معاملہ، تو ایمان عبارت ہے توحید و رسالت پر یقین سے اور اس عقیدہ میں باوجود ارتکابِ جُرم ایمان کی قطعی نفی نہیں ہوتی اور علماء کا قول ہے کہ ہر شخص جسے اس امر کا یقین محکم ہے کہ اس سوراخ میں اژدھا ہے تو وہ کبھی بھی جان بوجھ کر اس میں ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہ کرے گا۔ یہ بات تو درست ہے، لیکن زیرِ بحث موضوع پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتکابِ جُرم کی سزا کا ایک وقت معین کر رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ جس کسی نے اپنے جُرم سے توبہ کی، اس سے اس جُرم کا اثر مٹا دیا گیا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا۔ پس توحید اور جزا و سزا پر ایمان کی اس جُرم سے نفی نہیں ہوتی جیسے توبہ کے بعد کالعدم ہو جانا ہوا اس لیے کہ جس وقت اِس سے کوئی اخلاقی جُرم سرزد ہوتا ہے تو اس کا اس اللہ پر ایمان ہوتا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرما کر ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کیے بغیر ایک طویل مدت تک اِن پر ڈٹا رہے اور پھر توبہ کرنے سے پیشتر فوت ہو جائے، تو اسے عذاب دینا یا معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔

عملِ صالح کی نفی

اور یہ جو اِن دو حدیثوں اور اِن جیسی دُوسری احادیث میں مذکور ہے کہ اخلاقی جرائم سے ایمان کی نفی ہو جاتی ہے تو اِس سے مراد کامل ایمان کی نفی ہے۔ بالفاظِ دیگر اسے عملِ صالح کی نفی بھی کہا جا سکتا ہے اور نیک عمل ایمان کی حقیقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے متحقّق ہونے کی شرط ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے صدقِ دل سے کلمہ طیّبہ تو پڑھا، مگر کبھی بھی عملِ صالح نہ کیا تو اس شرط کے فقدان کے سبب اس کا ایمان متحقق نہیں ہُوا اور یہ رہا اس کا عمل خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہی معنی احادیثِ مذکورہ کے واضح ہوتے ہیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "کوئی زانی ارتکابِ زنا کے وقت مومن نہیں رہتا" اِن معانی کا حامل ہے کہ وہ ایمان کامل جو عمل کی شرط ٹھہری، اِس سے متحقق نہیں ہو پایا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ زنا وہ اخلاقی جُرم ہے جس سے شارع

علیہ السلام نے منع فرمایا۔ پس اِس کے ارتکاب سے عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے۔ اسی پر دُوسری صُورتوں کا قیاس کر لیں اور اِسی کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ قول ہے کہ "جب کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو، تو اس سے ایمان خارج ہو کر ایک سایہ کی مانند اس پر چھایا رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے ہٹ جاتا ہے، تو اس کی جانب لوٹ آتا ہے۔" یہاں ایمان سے مُراد وہ کامل ایمان ہے جو مذکورہ بالا بیان کے مطابق عملِ صالح کی شرط ٹھہری۔ اِن صحیح احادیث اور اللہ کے قول کہ "اللہ تعالیٰ مُشرک کو ہرگز نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے" کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ اِس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ مُشرک کی قطعاً مغفرت نہیں کرتا اور دُوسرے گناہ ہائے کبیرہ کا فیصلہ اُس کی مرضی پر منحصر ہے چاہے انہیں بخش دے چاہے انہیں عذاب دے۔ اندریں حالات اگر اخلاقی جرائم کا مرتکب توبہ کیے بغیر مر جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ نصِ قرآنی اِس امر سے آگاہ کر دیا کہ وہ کافر کو قطعی طور پر اپنی مغفرت سے نہیں نوازیں گے اور اس کے علاوہ تمام کو اپنی رضا پر چھوڑ دیا ہے۔

حقوقُ العباد کی معافی

جہاں تک حقوق العباد کا تعلّق ہے وہ گو صِرف بندوں سے مخصوص ہیں، مگر حق تعالیٰ اِس بات کی قُدرت رکھتے ہیں کہ اصحابِ حقوق سے کی گئی زیادتی اور ظُلم کے عوض انہیں اِن نعمتوں سے مالا مال کر دیں جو اُن کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں۔ جس پر اکثر علماء کرام کا اتفاق ہے۔

اِس ضمن میں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسبِ ضرورت نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے، اُن پر کُتبِ سماوی نازل کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کی قرآن حکیم کے ذریعہ تخصیص کی۔ جس میں اوامر و نواہی، پند و نصائح اور حکایات کے علاوہ جُملہ فضائل کے اکتساب کا حکم دیا اور تمام رذائل سے منع فرمایا اور انسانوں کے لیے ایسا قانون نافذ کیا جس میں اُن

کی دنیوی و اُخروی فلاح کا راز مضمر ہے۔ اس نے عامل مومنوں سے دائمی اور ابدی سعادت و کامرانی کا وعدہ کیا ہے اور گناہ گاروں اور باغیوں کو ایسے شدید اور دردناک عذاب سے ڈرایا ہے، جسے برداشت کرنے کی انسانوں میں ہمت نہیں۔ بعض قرآنی آیات میں تو کچھ مجرموں کو دائمی سزا کا حکم صادر فرمایا کہ "جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے اُس کی سزا دائمی جہنم یا اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت کی صُورت ہوگی۔"

اِس میں بھلا کیا شک کہ اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے اور وہ اپنے قول کی کبھی بھی خلاف ورزی نہیں کرتا — جب کہ وہ اِرادہ کاملہ اور قدرتِ مطلقہ سے متصف ہے۔ عفوو درگذر اور سزا اور عقوبت میں نہ کوئی قوت اُس کو منع کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی شے اُس کے ارادہ کی تکمیل میں حائل ہو سکتی ہے وہ اپنے بندوں پر ہر طرح غالب ہے لیکن اس نے اپنے بندوں کے لیے فلاح و کامرانی کے روشن طریقے متعین کر کے اُن کے حصول کے لیے معقول اور جائز ذرائع بہم پہنچائے ہیں۔ خوش بختی اور بدبختی کی راہوں کے انجام و عواقب سے آگاہ کرنے کے بعد اس دُنیا میں گناہوں کی معافی کا طریقہ، توبہ اور اُن سے کنارہ کشی کی صُورت میں واضح کیا۔ ہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔" (النساء)

"کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی۔ تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

لیکن ان محکم آیاتِ قرآنی کے باوجود کسے حتمی طور پر یہ کہنے کی جُرأت ہو سکتی ہے کہ وہی ایسا ہے جس کے لیے اللہ کی رضا میں مغفرت مضمر ہے اور وہ اس کے درگذر کا مستحق ہے اور اسے بلا توبہ مغفرت حاصل ہو جائے گی۔ جب کہ دُوسری آیاتِ اس امر پر صریحاً دلالت کرتی ہیں کہ اس سے مغفرت صرف خلوصِ دل سے توبہ کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔

اللہ جل شانہ، نے فرمایا:

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبود کو نہیں پُوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حُرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس پر عذاب بڑھایا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔" (۶۸ - ۷۰) "اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا" (طٰہٰ - ۸۲) "اور ہر جان کو اُس کی کمائی پُوری بھر دی جائے گی" (البقرہ - ۲۸۱) "(تیز رو) زمانہ کی قسم، بلاشبہ آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔" العصر

اِسی نوع کی اور بہت سی آیات ہیں جو اس اَمر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انسان کے لیے اپنے نیک یا بد اعمال کی جزا و سزا پانا ضروری ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ نیکی کے لیے نیک (جزا)، اور بُرائی کے لیے بُری (سزا)" اور اللہ جل شانہ، نے فرمایا: "تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرّہ بھر بُرائی کرے گا اُسے دیکھ لے گا" (الزلزال)، جس سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر توحید و رسالت پر ایمان اور عملِ صالح فرض ٹھہرائے ہیں اور اگر وہ اس سلسلہ میں کوتاہی کریں، تو قیامت کے روز انہیں اس کی سزا کے طور پر دردناک عذاب بھگتنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایک کام تو نیک کرے اور دُوسرا بد۔ تو اس کی نیکیاں اللہ کے ہاں جمع نہیں رہتیں بلکہ وہ انہیں سے اپنے گناہوں کا بدلہ چکاتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ان کے سبب اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے زیادہ قریب ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ بُرے۔ سو اللہ سے اُمید ہے کہ ان کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائیں گے۔" (القرآن)

یہ آیت اس جماعت کے بارہ میں اُتری جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ جہاد کرنے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حالانکہ وہ آپ کا ساتھ دینے پر ہر طرح قدرت رکھتے تھے۔ بعد میں اُنہوں نے اِس لغزش پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے جُرم کا اعتراف کیا اور اس گناہ کے کفارہ کے طور پر اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی معیت میں شریکِ جنگ نہ ہونے والوں میں سے سات افراد اپنے کیے پر اتنے نادم ہُوئے کہ اُنہوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جب سفر سے واپس تشریف لائے تو حسبِ معمول مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں کو بندھا ہُوا دیکھ کر اُن کے بارے میں دریافت فرمایا، تو آپ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں نے اِس وجہ سے خود کو باندھ رکھا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نہ کھولیں گے وہ اسی طرح بندھے رہیں گے، جس پر آپؐ نے فرمایا: "مَیں بھی اِس امر کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک مجھے اِس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے حکم نہ ملے، میں انہیں ہرگز نہیں کھولوں گا۔" اِس پر یہ آیت نازل ہُوئی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ـــــ الخ کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی خطا کے اِقراری ہیں جنہوں نے مِلے جُلے عمل کیے کچھ بھلے اور کچھ بُرے۔ سو اللہ سے اُمّید ہے کہ اِن کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں۔" (القرآن)، اس پر انہیں کھول دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ فعل ان کی ظاہری توبہ پر دلالت کرتا ہے۔ اُن کے بڑے گناہ اُن کی اس توبہ سے مٹا دیے گئے، اس لیے کہ خلوصِ نیّت سے کی ہُوئی توبہ گناہوں اور جُرموں کو کالعدم کر دیتی ہے۔

لیکن اس مقام پر محتاجِ التفات بات یہ ہے کہ اخلاقی جرائم مثلِ زنا، چوری وغیرہ سے مروّت اور شرافت کا خاتمہ ہو جاتا ہے، تو اس کے مرتکب کے لیے ان کا علانیہ بیان کرنا کسی طرح بھی درست نہیں بشرطیکہ وہ پاکیزگیِ نفس کے لیے ضروری سزا کا خواہشمند ہو۔ پس مالِ مسروقہ واپس کرتے وقت مال کے مالک سے یہ کہنے کی ہرگز

ضرورت نہیں کہ مَیں نے اِس مال کو چُرایا تھا۔ بلکہ اِتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ یہ تمہارا وہ مال، جو مجھے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پس اسے لے لے۔ اور یہی حال ان تمام جرائم کا ہے جو بڑی رازداری اور پوشیدہ طور پر کیے گئے ہوں۔ پس مرتکب جرائم پر لازم ہے کہ اگر اِن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ضیاع ہو، تو اللہ تعالیٰ سے خلوص نیت سے توبہ کرے اور دوبارہ اِن گناہوں کی طرف رجوع نہ کرے اور اگر لوٹائے جانے کے قابل ہوں، تو اُن کے مالکوں کو لوٹا دے یا اُن سے معافی کا طالب ہو۔ غرض کہ گناہ ہائے کبیرہ کو توبہ اور عملِ صالح کے سوا اور کوئی شے نہیں مٹا سکتی۔ اور اس ضمن میں جو کچھ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ ہائے کبیرہ بھی بخش دیں گے، تو وہ اِس بات پر مشروط ہے کہ انسان اپنے جُرم سے توبہ کرے۔

باقی رہا یہ قول کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہو کر آگ کی دائمی زندگی کا مستحق ہوگا۔ اِس آیت کریمہ کی روشنی میں درُست معلوم نہیں ہوتا کہ جو کوئی ذرّہ برابر نیکی کرے گا، اُسے بھی دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرّہ برابر بُرائی کرے گا اُسے بھی دیکھ لے گا (الزلزال)، یہ بات کسی طرح بھی معقول دکھائی نہیں دیتی کہ اللہ، اُس کے رسُولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے والا مومن، اُس کافر کے مساوی ہو جو اپنے خالق کا ہی منکر ہے اور اس کے ساتھ کُفر کا شیوہ اختیار کرتا ہے۔ پس وہ تو ضرور آگ کے عذاب میں دوامی زندگی بسر کرے گا، لیکن اس سے بھی اِنکار نہیں۔ جیسا کہ بہت سی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ مومنوں میں سے بغاوت کرنے والوں کو اُن کے بُرے اعمال کی نسبت سے سزا دی جائے گی اور جب اُن کی اصلاح ہو چکے گی، تو انہیں دوزخ سے نکال کر جنّت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اخلاقی جرائم کے نقصانات

رہے وہ نقصانات جو کسی کی عزّت اور اموال پر ڈاکہ ڈالنے سے واقع ہوتے ہیں۔ وہ سزا پر ہی ختم نہیں ہو جاتے بلکہ ان کا ضرر اور بُرے نتائج، نسلوں کا نقصان اور اولاد سے قانونی جُرم کی شکل میں بھی رُونما ہوتے ہیں۔ اگر زانیوں کو اس

امر کا احساس ہوتا کہ ان کی وقتی لذت سے کس قدر بڑے شر اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں، تو انہیں اس شرمناک جرم کے ارتکاب کی نسبت اپنے وجود کو فنا کر دینا آسان دکھائی دیتا۔ بالخصوص جب کہ ان کے اس عملِ قبیح کا نتیجہ اس بچے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے، جسے ایک عیاش اور بدمعاش عورت کبھی تو اس کے پنگھوڑے میں ہی اس کا گلا گھونٹ دیتی ہے اور کبھی حالتِ جنین میں اسقاط کروا کر جان چھڑوا لیتی ہے اور کبھی اُسے وضع حمل کے بعد زندگی کی مشکلات اور زمانے کے مصائب جھیلنے کے لیے لاوارث پھینک دیتی ہے۔ اُس معصوم کو اپنی ماں معلوم نہیں ہوتی جو اُس پر مہرِ مادری نچھاور کرتی اور وہ اپنے باپ کو نہیں جانتا جو اُس کے سر پر دستِ شفقت رکھتا۔ اور اُسے اتفاقاتِ زمانہ کبھی ایسے شخص کے سپرد کر دیتے ہیں جو اس کی تربیت ایسے دین کے مطابق کرتا ہے جو اس کے ماں باپ کا دین نہیں ہوتا یا وہ ایسے ہاتھوں میں آ جاتا ہے جن کی تربیت سے وہ اخلاق باختہ بن جاتا ہے اور ایسا بچہ سوسائٹی کے لیے ایک ضرر رساں عضو بن کر بہت بڑی مصیبت کا باعث بنتا ہے۔

اگر کوئی زانی عورت شادی شدہ ہو تو وہ اور بھی شدید خیانت اور شرمناک گناہ کی مرتکب ہوتی ہے۔ اِس لیے کہ وہ اپنے خاوند سے دھوکہ کر کے اپنی صحیح اور جائز اولاد میں ایک اجنبی عنصر داخل کر لیتی ہے اور بالآخر اس کا یہ فعل پورے خاندان کے لیے بدبختی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ قدرتی طور پر ایسا بچہ اخلاق و عادات میں اپنے حقیقی (زانی) باپ کے نقشِ قدم پر چل کر اس کے بُرے اخلاق کا اتباع کرے گا اور اس طرح سوسائٹی میں زنا کی بیماری پھیلائے گا۔

ممکن ہے کوئی فاسق یہ کہے کہ اِس خطرہ کو مانع حمل طریقوں سے روکا جا سکتا ہے لیکن نوعِ انسانی کے لیے یہ حرکت اور بھی زیادہ بُری اور نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نسلوں کا از خود صفایا کرنا اور قوم کو تیزی سے تباہی کے کنارے لے جانا ہے اور افراد کی تدریجی کمی سے قوم کو ذِلت و نکبت سے دوچار کرنا ہے اور حیوانات سے کم عقل ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ حیوانات بھی رضائے الٰہی کے مطابق ایک مدتِ معینہ تک افزائشِ

نسل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اِس سے بڑی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ہر قسم کے غم و فکر سے آزاد ہو کر صرف حیوانی خواہشات کی تسکین کے درپے رہے اور وہ نہ تو اِس خواہش کے ودیعت کیے جانے کی غرض و غایت کی معرفت حاصل کرے اور نہ ہی اس کے غلط استعمال کے نتیجہ کا شعور رہو۔ جب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس خواہش کی تخلیق کا واحد مقصد نوعِ انسانی کی بقا تھا۔ جب انسان میں ایک انسان نما وحشی موجود ہو، جسے نہ تو انسان کی قدر ہو نہ پروا۔ تو جب وہ دُوسرے انسانوں کی خرابی کا باعث ہو ـــــ بلکہ بالآخر خود اپنے گھر کی عورتوں، اپنی بیٹیوں اور اپنے اہل و عیال کے اخلاق کی تخریب کا سبب بنے۔ اِس لیے کہ وہ بھی اِسی کے اخلاقِ رذیلہ کی پیروی کریں گے، تو پھر ایسے تباہ کُن خطرے سے حفظ و امان میں رہنے کا کونسا وسیلہ ہو سکتا ہے؟

زنا کا دنیوی انجام

ایک زانی اور زانیہ ایسے شرمناک فعل کے الزام سے قبل اس بات کا تصوّر کریں کہ اگر ان کے اس معاملہ کا راز افشا ہو جائے اور زانیہ کا باپ، خاوند یا بھائی اِس کو عین ارتکابِ فعل کی حالت میں دیکھ لیں، تو اس وقت اُن پر کیا گزرے گی۔ کیا اِس انکشاف کو خاطر میں لائے بغیر انہیں شہوت کا غلبہ اور جوش باقی رہے گا یا ان کے اِس بُرے ارادے میں ضعف واقع ہو کر ان کے دِل دھڑکنے لگیں گے اور ان کی شہوت اِسی طرح کالعدم ہو جائے گی جیسا کہ ان میں یہ چیز ودیعت ہی نہ کی گئی تھی۔ پھر اُس غریب خاوند پر کیا گزرے گی اور اس زانیہ کے باپ اور بھائی پر کیا بیتے گی۔ کیا اُس منظرِ شنیعہ کو دیکھ کر اسے ہر شے کی قُربانی کرنا آسان معلوم نہ ہو گا۔ اور اکثر لوگ ایسے کریہہ منظر سے مشتعل ہو کر زانی اور زانیہ کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر خود بھی بے جانے بُوجھے خُودکشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کا فرض اور تقدیر سے کچھ واسطہ نہیں، بلکہ ایسے واقعات انسانوں میں اکثر وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

زنا کا اُخروی خسارہ

ہمارا فرض ہے کہ ہم زانیوں کو اُخروی ذِلّت سے

نجات دلائیں کہ وہ نہیں جانتے کہ انہیں آخرت میں ذِلّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں اصحابِ حقُوق کو اپنے ان بُرے کرتُوتوں کی مہنگی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ کیا انہیں وہ دن یاد نہیں جب ظالموں سے ان کے ظلم وستم کے بارے میں پُرسش ہوگی۔ اور اپنے لیے کسی کو دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں کہ اگر اُنہوں نے اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا، اللہ تعالیٰ تو اُن کے حال اُور بُرے افعال سے پُوری طرح آگاہ ہیں اور بے شک وہ حقوق العباد میں سے ایک ذرّہ برابر نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ اِن مُجرموں کو اپنے جرموں کا پُورا پُورا بدلہ اپنی نیکیوں میں سے دینا ہوگا۔ بشرطیکہ ان کے کوئی نیک اعمال ہُوئے اور اگر ان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا کوئی اندراج نہ ہُوا تو انہیں اپنے گناہوں کے علاوہ اصحابِ حقوق کے گناہوں کو بھی اُٹھانا ہوگا کیونکہ اس دن کسی کے حقوق سے رائی برابر ضائع نہیں ہوگا۔

زنا اور انفرادی واجتماعی زوال

جب انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو جائے جو قساوتِ قلبی کا شکار ہو گئے ہوں، جن کی بصیرتیں اندھی ہو چکی ہوں، جو حقُوقُ العباد کے احساس سے عاری ہوں اور جو اللہ تعالیٰ سے حیا نہ کرتے ہوں اور اللہ کے یومِ حساب کے خوف کو خاطر میں نہ لاتے ہوں، تو کیا ان کے لیے واجب نہیں کہ وہ اپنی ازواج اور اولاد کا محاسبہ کریں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے مطابق ایک زانی اپنے اہل وعیال اور بیٹیوں کے لیے بہت بُرا نمونہ ہے۔ "عفوا تعف نساؤکم" (خود بچو اور اپنی عورتوں کو بچاؤ) پس جب اِنسانوں میں کوئی فریق اپنی نسل کی پروا نہ کرے اور اپنی عزّت کا خیال نہ رکھے اور اپنی عورتوں اور اولاد میں فسادِ اخلاق سے بے اعتنائی برتے اور نہ ہی دُوسرے لوگوں اور ان کی اولاد کے اخلاق خراب ہونے کو چنداں اہمیت دے، تو ایسا گروہ جنگلی گدھوں اور بندروں اور دُوسرے حیوانات کے مرتبہ سے بھی گر جاتا ہے جو اپنی اناث پر حملے کرتے ہیں۔ پس جب اقوامِ عالم میں سے کوئی قوم زنا اور بدکاری کو جائز متصوّر کر کے اس میں مُبتلا ہو جائے تو اس قوم کے زوال پذیر ہونے اور صفحۂ ہستی

سے مِٹنے کے آثار بڑی سُرعت سے پیدا ہو جاتے ہیں اور علاوہ اس کے وہ غضبِ الٰہی کے باعث دائمی عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اس میں کیا شک کہ خالی یہی بات زنا سے نفس کو زجر و توبیخ کے لیے کافی و وافی ہے اور اس امر کی کوئی ضرورت نہیں کہ زانیوں کے باہمی اختلاط سے پیدا ہونے والے خطرناک اخلاقی و جسمانی امراض سے بچنے کی لوگوں کو تاکید کی جائے اور نہ ہی اس کی حاجت ہے کہ حرام کردہ کاموں کے ارتکاب سے جو جُرأت اور مالی نقصان ہوتا ہے اس کا ذِکر کیا جائے۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے ایک بدکار عورت کی خاطر اپنا مال و منال ضائع کیا اور حقیر و ذلیل ہُوئے اور ایسوں کی بھی کمی نہیں ہے جو کسی زانی عورت کے جنون میں اس طور اخلاق باختہ ہو گئے کہ وہ قوم کے جسم میں ایک عضو فاسد کی حیثیت اختیار کر گئے۔

زنا کا نقصان بہت واضح ہونے کے باوجود زانی دین کی پروا نہیں کرتے۔ نہ اس کی فضیلت کا شعور رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے محرمات کو پہچانتے ہیں اور نہ آنکھوں کی خیانت جاننے والے اللہ کی عظمت کو قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ پس وہ چوپاؤں کی مانند ہیں۔ نہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ!

زنا اور شریعتِ اسلامی

اِسی سبب سے شریعتِ اسلامیہ نے زنا کے معاملے میں بے حد تشویش کا اظہار کیا ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کتابِ عزیز میں اسے بے حیائی کا کام اور بدترین نتائج کا ذمّہ دار ٹھہرایا ہے۔ "زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ" (بنی اسرائیل ۳۲) دُوسری جگہ فرمایا: "اور جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبود کو نہیں پُوجتے اور اُس جان کو جس کی اللہ نے حُرمت رکھی، ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اُس پر عذاب بڑھایا جائے گا اور ہمیشہ اِس میں ذلّت سے رہے گا، مگر جو توبہ کرے۔" (الفرقان ۶۸-۷۰)

یہ آیت اِس ضمن میں واضح ہے کہ کسی نفس کا ناحق قتل کرنا اور زنا، اِن جرائم

میں سے ہیں جن کے لیے آگ کی دائمی سزا ہے اور اگر زنا کا مرتکب اپنے گناہ سے توبہ نہ کرے، تو زنا کے خلاف یہ زجر و توبیخ بہت کافی ہے اور جسے یہ خیال ہو کہ زنا کی سزا آسان ہے، اس لیے کہ حد قائم کرنے کے لیے زنا کا اثبات ناممکن ہے۔ پس اُسے اس بات کا تصوّر کرنا چاہیے کہ اگر وہ دُنیا کے عذاب سے بچ گیا، تو کیا ہوا قیامت کے دن وہ اپنے سامنے کئی گنا زیادہ ہمیشہ رہنے والا عذاب پائے گا۔

اسی سبب سے عہدِ نبوی میں مومن قیامت کے دن اللہ کے دائمی عذاب سے نجات پانے کے لیے دنیاوی سزا کو ترجیح دیتے تھے اور انہی نیک ہستیوں کا کہنا ہے: "ایک خراب اور گھٹیا شہوت سے پرہیز کرو جو فی الفور ختم ہو جاتی ہے، لیکن اس کی کم از کم سزا موت ہے۔"

اخلاقی جرائم اور شرعی حدود

اس ساری بحث سے شریعتِ اسلامیہ کا مقصد اخلاقی جرائم کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنا ہے اور ان کے دنیوی اور اُخروی نقصانات کے پیشِ نظر مسلمانوں کو ان سے باز رکھنے کے لیے عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں۔ بصورتِ اقرار، علینی شہادت یا حمل قرار پانے پر زناکار مرد اور عورت کے لیے سنگساری اور کوڑے لگانے کی سزا مقرر کی۔ عملِ قومِ لُوط غیر فطری کی سزا بھی زنا سے کسی طرح کم نہیں، اس لیے کہ ان سے قبل یہ رذیل حرکت انسانوں سے تو درکنار کُتوں سے بھی سرزد نہیں ہوئی تھی۔ چور کے لیے چوری کے اثبات کی صُورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہایت موزوں ہے، اس لیے کہ چور دُوسروں کے خون پسینہ کی کمائی پر رات کی تاریکی یا دِن کی روشنی میں ہاتھ صاف کرتا ہے۔ جس کا اُسے کسی طرح حق نہیں پہنچتا۔ شراب کے رسیا کو بُت پرست اور مُشرک کے مساوی بتایا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام نے اخلاقی جرائم کی سزاؤں میں بہت زیادہ تشدّد رَوا رکھا ہے تو اسے اس بات سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے کہ اسلامی سوسائٹی کا سادہ سا تصوّر یہ ہے کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان بھائیوں کی جان، مال اور

عزّت محفوظ رہے۔ اور اگر ایسی مثال سوسائٹی میں کوئی ایسا عنصر پیدا ہو جائے جس سے پوری سوسائٹی کے گندہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اسلام کے نزدیک اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ ایسے غلیظ اور ناپسندیدہ عناصر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے تمام سوسائٹی کو اس کے بُرے اثرات سے بچا لیا جائے اور اسلامی حدود کے قیام میں غریب اور امیر، ادنیٰ و اعلیٰ کی تمیز روا نہ رکھی جائے۔

حفظِ ناموس، مال اور جان اور قیامِ امن کے لیے یہی وہ اسلامی طریقہ ہے جس سے دنیوی زندگی میں جنّت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے جب کہ ہم میں صلحاء لوگ موجود ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب آجاوے گی۔ اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو ایک بستی کے اُلٹ دینے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اس بستی میں فلاں بندہ ایسا ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہُوا کہ صحیح ہے، مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہُوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ ہر اس شخص کے ذمّے ہے جو ناجائز بات کو ہوتے ہُوئے دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت ہو تو ٹوکے۔ جب گناہ مخفی طور پر کیے جاتے ہیں، تو اس کا وبال صرف کرنے والوں پر ہوتا ہے لیکن جب کُھلم کُھلا کیے جاویں اور اُن کو روکا نہ جاوے، تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔ آپ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تم اچھے کاموں کی دعوت دیتے رہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو اور ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔ ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیے جاویں گے جس طرح اُن لوگوں کے کر دیے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہو گی جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور درخواست کی: مجھے زنا کی اجازت

دے دیں"۔ آپؐ نے فرمایا: "قریب ہو جاؤ اور پھر فرمایا کہ کیا تُو یہ چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ عرض کیا، نہیں چاہتا۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ اُن کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جاوے۔ پھر فرمایا کہ کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی کے ساتھ زنا کرے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا اِسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں سے زنا کیا جاوے۔ غرض بہن، پھوپھی، خالہ کا دریافت فرما کر آپ نے دستِ مبارک اُس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے توبہ کی۔

مجرم کی بھی بُرائی نہ کرو

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ماعز اسلمیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس امر کا اقرار کیا کہ اُس نے ایک عورت سے حرام کیا ہے۔ چار مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے اعراض کیا یعنی منہ پھیر لیا کہ وہ خاموش ہو کر چلا جائے، لیکن جب اُس نے پانچویں مرتبہ اعتراف کیا، تو آپؐ نے دریافت کیا کیا تُو نے محبّت کی ہے اُس عورت سے؟ اُس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا عضوِ مخصوص اُس کی اُس میں (یعنی اندامِ نہانی میں داخل ہُوا۔ عرض کیا ہاں۔ پھر آپ نے پُوچھا تیرا عضوِ مخصوص اُس کی اندامِ نہانی میں اس طرح غائب ہُوا جس طرح سلائی سُرمہ دانی میں غائب ہو جاتی ہے اور رسّی کنوئیں کے اندر چلی جاتی ہے۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا تو جانتا ہے زنا کس کو کہتے ہیں۔ عرض کیا ہاں میں اس عورت سے اس طرح حرام کا مرتکب ہُوا، جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی سے حلال طریقہ پر محبت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس قول سے تیرا کیا مقصد ہے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں آپ مجھے اس گناہ سے پاک کر دیں، چنانچہ آپ نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا اور اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو شخصوں کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سُنا کہ ایک نے اُن میں سے کہا اس شخص کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی، لیکن اُس نے

اپنے نفس کی خواہش کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ سنگسار کیا گیا، کُتّے کی مانند سنگسار کیا جانا۔ آپؐ یہ سُن کر خاموش ہو رہے اور تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ ایک مرے ہُوئے گدھے کے قریب سے گزرے جس کا پیٹ پھُول گیا تھا اور ایک پاؤں اُوپر اُٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا۔ فلاں فلاں شخص کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہم حاضر ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ آپؐ نے فرمایا آؤ اور اس مُردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ اُنہوں نے عرض کیا خُدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم، اس کا گوشت کون کھا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تُم نے ابھی ابھی اپنے بھائی کی جو آبروریزی کی ہے وہ اس گدھے کا گوشت کھانے سے زیادہ بُری ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت وہ جنّت کی نہروں میں غوطے لگاتا ہو گا۔ (ابو داؤد)

گناہوں کی سزا میں خود پیش ہونا

ابوہریرہؓ اور زید بن خالدؓ کہتے ہیں کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لڑتے جھگڑتے آئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجیے۔ دُوسرے نے کہا ہاں یارسول اللہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجیے اور مجھ کو واقعہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا بیان کرو۔ اُس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا۔ مَیں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔ پھر مَیں نے عُلما سے مسئلہ پُوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو سَو دُرّے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور سنگساری کی سزا اس کی عورت کو ملے گی، اس لیے کہ وہ شادی شُدہ ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے واقعہ سُن کر فرمایا خبردار! قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مَیں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ تیری لونڈی اور تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے کو سَو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ پھر فرمایا اے اُنیس تُو اس

کی عورت کے پاس جا اگر وہ جُرم کا اعتراف کرے، تو اس کو سنگسار کردے۔ عورت نے اقرار کیا اور اُنیس نے اُس کو سنگسار کیا۔ (بخاری و مُسلم)

عمرؓ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور ان پر اپنی کتاب نازل کی ہے اور خداوند تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں سنگساری کی آیت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رجم و سنگسار کیا ہے۔ اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے اور رجم خدا کی کتاب میں مقرر ہے۔ اِس شخص پر جو زنا کرے اور وہ غیر شادی شُدہ ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ شاہد موجود ہوں یا حمل پایا جائے یا جرم کا اعتراف۔ (بخاری و مسلم)

شادی شُدہ اور غیر شادی شُدہ زانیوں کی سزا

عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ مجھ سے (زانی و زانیہ کی بابت) حکم حاصل کرلو (ہاں)، مجھ سے (ان کی بابت) حکم لے لو۔ خداوند تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک طریقہ مقرر کردیا ہے کنواری عورت اگر کنوارے مَرد سے زنا کرے، تو اُس کے سَو دُرّے لگائے جائیں۔ اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اور شادی شُدہ مرد اگر شادی شُدہ عورت سے زنا کرے تو سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے (دونوں کو)۔ (مسلم)

زانیوں کو سنگسار کردو

عبدُاللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کی قوم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے فرمایا توراۃ میں رجم کی بابت کیا لکھا ہے؟

انہوں نے عرض کیا ہم زنا کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور اُن کو دُرّے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تم جھوٹے ہو۔ توراۃ لاؤ اُس میں بھی رجم کا حکم ہے؛ چنانچہ وہ توراۃ لائے اور اُن میں سے ایک شخص نے توراۃ کی آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپالیا اور آگے پیچھے کی آیتوں کو پڑھتا رہا۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا اپنا ہاتھ ہٹا دیکھا

تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ یہود نے کہا عبداللہ بن سلام ؓ نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں زانیوں کو رجم کا حکم دیا اور ان کو سنگسار کیا گیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن سلام ؓ نے فرمایا: اپنا ہاتھ ہٹا۔ اُس نے ہاتھ ہٹایا، تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ ہاتھ رکھنے والے نے کہا۔ محمدؐ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ ہم اس کو چھپاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی سنگساری کا حکم دے دیا اور دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

زناکاری کے ایک جُرم کا واقعہ

ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسُول اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ شخص پھر آپؐ کے سامنے آیا اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے پھر مُنہ پھیر لیا۔ جب اُس نے چار مرتبہ یہی الفاظ کہے اور شہادت کامل ہو گئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے قریب بُلایا اور فرمایا کیا تُو دیوانہ ہے؟ اُس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تُو نے شادی کی ہوئی ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا اِس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔

اِس حدیث کے ایک راوی ابنِ شہاب کا بیان ہے کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا ہے جس نے جابر ؓ بن عبداللہ ؓ سے یہ سُنا تھا کہ ہم نے یعنی جابر ؓ نے اُس کو سنگسار کیا۔ مدینہ کے اندر جب اُس کے جسم پر پتھر جا کر لگے، تو وہ بھاگا یہاں تک کہ ہم نے اُس کو مدینہ کے سنگستان میں جا کر پکڑا اور پھر سنگساری شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی روایت میں جو جابر ؓ سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب اس شخص نے اپنا شادی شدہ ہونے کا اعتراف کیا، تو آپؐ نے اُس کو سنگسار کیے جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اُس کو عید گاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب اُس کے جسم پر پتھر جا کر لگے، تو وہ بھاگا۔ اُس کو پکڑ لیا گیا اور پھر سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی، اس کے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے لیے دعا کی۔

واقعہ زنا کی تحقیق

بریدہؓ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا،
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر، واپس جا خدا سے استغفار کر اور توبہ کر۔ وہ چلا گیا اور تھوڑی دُور جا کر پھر واپس آیا اور عرض کیا: یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اِسی طرح ہُوا۔ چوتھی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے پُوچھا: "کس چیز سے پاک کروں میں تجھ کو" عرض کیا زنا سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کیا یہ دیوانہ ہے؟ عرض کیا گیا دیوانہ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُس کا منہ سونگھا، لیکن شراب کی بُو نہ پائی، پھر آپؐ نے ماعز سے پُوچھا کیا تُو نے زنا کیا ہے؟ عرض کیا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کی سنگساری کا حکم دے دیا اور اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ دو تین روز اسی طرح گزر گئے یعنی ماعز کی سنگساری کا ذکر آپؐ کے حضور میں نہ آیا۔ ایک روز حسبِ معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا، ماعز بن مالک کی مغفرت کی دُعا کرو اُس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو ساری اُمّت پر تقسیم کیا جائے، تو اُس کا ثواب سب کے لیے کافی ہو۔

ایک عورت کا گناہ کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

ایک عورت جو قبیلہ ازد کی شاخ غامد سے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مُجھ کو پاک کیجیے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے واپس جا اور خُدا سے توبہ و استغفار کر۔ عورت نے عرض کیا: آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپؐ نے ماعز کو واپس کر دیا تھا مجھ کو بھی واپس کر دیں۔ وہ تو زنا کے نطفہ سے حاملہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو حاملہ ہے۔ عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا ٹھہر یہاں تک کہ تُو پیٹ کے بچے کو جنے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک انصاری نے اس عورت کی کفالت کی۔ یہاں تک کہ اُس

نے بچّہ جنا، پھر کچھ عرصہ بعد وہ انصاری حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اُس عورت نے بچّہ جن لیا ہے آپؐ نے فرمایا ہم ابھی اُس عورت کو سنگسار نہیں کریں گے اور اُس کے بچّے کو اس حال میں نہ رہنے دیں گے کہ کوئی اُس کو دُودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس کی رضاعت کا میں ذمہ دار ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب اُس عورت نے اپنے حمل کا اظہار کیا، تو آپؐ نے فرمایا: واپس جا اور ٹھہر جب تک کہ بچّہ جنے۔ پھر جب اُس نے بچّہ جن لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو فرمایا کہ بچّہ کو دودھ پلا اور ٹھہر جب تک کہ اُس کا دُودھ چھڑائے۔ جب اُس نے دُودھ چھڑا دیا، تو وہ بچّہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بچّہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اُس نے کہا اے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اِس بچّہ کا دودھ میں نے چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بچّہ کو ایک مُسلمان کے حوالہ کر دیا اور پھر حکم دیا کہ عورت کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے سینہ تک اور پھر لوگوں کو اُس کے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ سنگساری شروع کی گئی۔ خالد بن ولیدؓ نے ایک پتھر اُس کے سر پر مارا اور اُس کے سر کا خُون خالدؓ کے منہ پر آن کر پڑا۔ خالدؓ نے اُس کو بُرا کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: خالدؓ خاموش رہو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ محصول یا عُشر لینے والا کرے، تو اُس کے ظلم وستم کو بخش دیا جائے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور دفن کر دیا جائے۔

زبردستی زنا کرنے والے کی سزا

وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ایک عورت نماز کے ارادہ سے باہر نکلی۔ ایک مَرد نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پُوری کر لی (یعنی اُس کے ساتھ زنا کیا) وہ عورت چلّائی اور مرد اُس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاجرین کی ایک جماعت اُس عورت کے قریب سے گزری۔ عورت نے اُن سے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ اُنہوں نے اُس مرد کو پکڑ لیا اور

اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے عورت سے فرمایا، تُو جا خُدا نے تجھ کو بخش دیا، اِس لیے کہ تُو نے اپنی خواہش سے یہ کام نہیں کیا۔ اور اُس مَرد کی نسبت جس نے زنا کیا تھا، یہ فرمایا اس کو لے جاؤ اور سنگسار کردو؛ چنانچہ اُس کو سنگسار کردیا گیا۔ (ترمذی۔ ابُوداؤد)

عمل قوم لُوط کی سزا

عکرمہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جس شخص کو تم قومِ لُوط کا عمل کرتے ہُوئے پاؤ، فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔ (ترمذی۔ ابنِ ماجہ)

جانوروں سے بدفعلی کی سزا

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو شخص جانور سے بدفعلی کرے۔ اُس شخص اور اُس جانور دونوں کو مار ڈالو۔ ابنِ عباسؓ سے پُوچھا گیا، جانور کا اِس میں کیا قصُور ہے؟

اُنہوں نے کہا اس کی نسبت مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کچھ نہیں سُنا البتہ میرا خیال ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا یا اُس سے نفع اُٹھانا (یعنی اُس کا دُودھ وغیرہ پینا جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہے، مکروہ ہے۔) ترمذی۔ ابنِ ماجہ۔

زنا اور تہمتِ زنا کی سزا

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ بن بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اقرار کیا کہ اُس نے ایک عورت سے چار مرتبہ زنا کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو دُرّے لگوائے، اِس لیے کہ وہ کنوارا تھا۔ پھر عورت کے خلاف شہادتیں حاصل کیں۔ عورت نے کہا خُدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جھوٹا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس شخص کو دُوسری سزا تہمت کی دی اور کوڑے لگوائے (ابُوداؤد)

لُوطی ملعون ہے

ابنِ عباسؓ اور ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو شخص قومِ لُوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔

رزین اور ابنِ عباسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ علیؓ نے لواطت کے فاعل و مفعول

کو جلوا دیا اور ابوبکرؓ نے اُن پر دیوار گرا دی۔ (احمد)

عادی چور کی سزا

ابو سلمہؓ، ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چور جب چوری کرے تو اُس کا دایاں ہاتھ کاٹو اور پھر چوری کرے، تو بایاں پاؤں کاٹ دو اور پھر چوری کرے، تو بایاں ہاتھ کاٹ دو اور پھر چوری کرے، تو دایاں پاؤں کاٹ دو۔ (شرح السنۃ)

چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد کیا کیا جائے

فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا اور آپؐ کے حکم سے اُس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر آپؐ نے فرمایا اِس کا کٹا ہُوا ہاتھ اُس کی گردن میں باندھ دو تاکہ لوگ اس کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

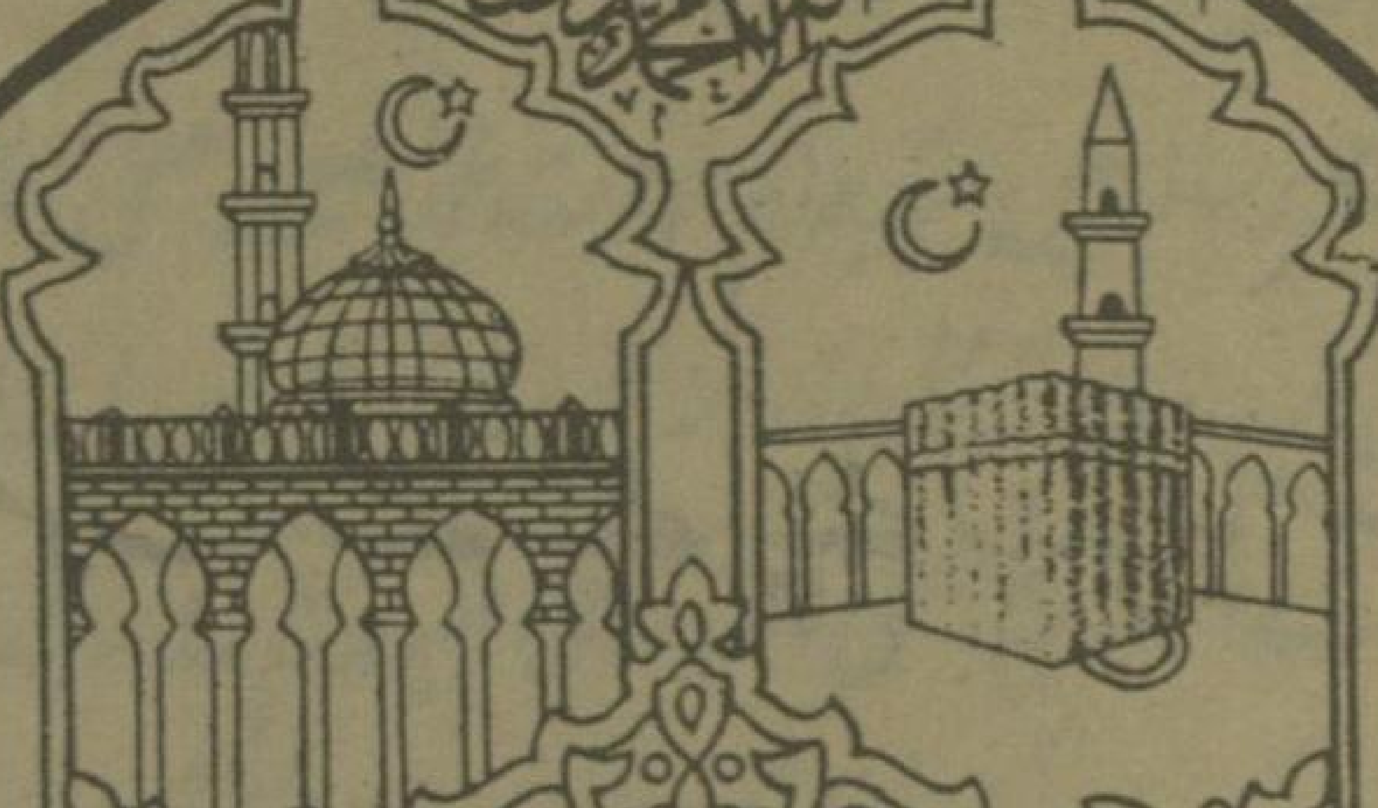
(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

مرتد کی سزا

قبیلہ عقل کے چند آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور اسلام قبول کیا، لیکن مدینہ کی ہوا اُن کو موافق نہ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے اُونٹوں کے رہنے کی جگہ چلے جائیں وہیں رہیں اور اُونٹنیوں کے دودھ میں اُن کا پیشاب ملا کر پئیں؛ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ اچھے ہو گئے۔ پھر وہ دینِ اسلام سے پھر گئے اور اُونٹوں کے محافظوں کو قتل کر کے اُونٹوں کو ہانک کرلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پیچھے سواروں کو روانہ کیا۔ وہ اُن کو پکڑ لائے اور اِس جرم میں اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور اُن کی آنکھیں پھوڑی گئیں اور پھر اُن کے ہاتھ پاؤں کا خون بند کرنے کے لیے اُن کو گرم تیل میں داغ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اُن کی آنکھوں میں گرم سلائیں ڈالی گئیں اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاخوں کے گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ گرم ہو گئیں تو اُن کو اُن کی آنکھوں میں پھرا گیا اور پھر اُن کو مدینہ کے سنگستان میں ڈال دیا گیا اور وہ پانی مانگتے تھے اور اُن کو پانی نہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری و مسلم)

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



علاماتِ قیامت

خواجہ محمد اسلام ○ کھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

لوگو! موت سے پہلے پہلے روزِ قیامت کے

لیے نیک عمل کرلو، پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ الَّذِیۡ اُوۡتِیَ عِلۡمَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحٰبِہٖ وَ مَنۡ تَبِعَہُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔

اَمَّا بعد پیشِ نظر رسالہ میں سیّدِ عالم حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جمع کیے گئے ہیں جن میں آپ نے آئندہ زمانہ میں پیش آنے والے واقعات سے با خبر فرمایا تھا۔ اِن کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بے انتہا علوم کا اندازہ ہوگا اور معلوم ہوگا کہ آپ نے جو قیامت کی نشانیاں بیان فرمائی تھیں وہ حرف بحرف آج پُوری ہو رہی ہیں۔

احقر نے ان ارشادات کو جمع کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے جو دورِ حاضر میں واقع ہو رہے ہیں اور حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہے ہیں یا آئندہ واقع ہونے والے حالات کے لیے تمہید کی مانند ہیں۔

ہمارے غیر مُسلم بھائیوں کو بھی اِن واقعات سے نفع پہنچے گا اور وہ پڑھ کر یقین کر لیں گے کہ داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت اِن سب انسانوں کے سردار تھے جنہیں اُس مالکِ حقیقی سے خصوصی تعلق تھا، کیونکہ تیرہ سو برس پہلے آئندہ زمانہ کے آنے والے فتنوں اور گمراہ کُن لیڈروں اور عالمگیر حوادث و بلیات سے باخبر کر دینا اور اس وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرنا کہ گویا آنکھوں سے دیکھ کر بیان کر رہے ہیں اسی اللہ کے دوست کا کام ہو سکتا ہے جسے خدا ہی نے عِلم کی دُولت سے نوازا ہو۔ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک پیشین گوئی بھی آج تک غلط ثابت نہیں ہُوئی اور کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی آپ کی شان ہے۔

علاماتِ قیامت

قیامت کن لوگوں پر قائم ہوگی

حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ایک روایت طبرانی سے نقل کی ہے جس میں اِس بے حیائی کا تفصیلی نقشہ بھی مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسا نہ ہو کہ ایک عورت مردوں کے مجمع پر گزرے گی اور اُن میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر اس کا دامن اُٹھائے گا (جیسے دنبی کی دُم اُٹھائی جاتی ہے) اور اس سے زنا کرنے لگے گا۔ (یہ حال دیکھ کر) اِن میں سے ایک شخص کہے گا کہ اس کو دیوار کے پیچھے ہی چھپالیتا، تو اچّھا تھا (پھر فرمایا کہ) یہ شخص ان میں ایسا (مقدّس بزرگ) ہوگا جیسے تم میں ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

اُمّتِ محمّدیہ یہود و نصاریٰ اور فارس و روم کا اتّباع کرے گی

حضرت ابُوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کا بالشت ببالشت اور ذراع بذراع اتباع کروگے (جس چیز کی طرف وہ جس قدر بڑھتے تھے تم بھی اسی قدر بڑھوگے۔ جس چیز کی طرف وہ ایک بالشت بڑھے تم بھی ایک بالشت بڑھوگے اور جس چیز کی طرف وہ ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ بڑھتے تھے تم بھی اسی قدر بڑھوگے) حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے، تو تم بھی داخل ہوگے۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا پہلوں سے آپ کی مُراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ ارشاد فرمایا تو اور کون ہیں۔ (بخاری و مُسلم)

دُوسری روایت میں ہے جو حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میری اُمّت پر وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر گزرا تھا جس طرح (ایک پیر کا) جُوتا دُوسرے (پاؤں کے) جُوتے کے برابر ہوتا ہے اسی طرح ہو بہُو حتیٰ کہ اگر ان (بنی اسرائیل) میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا، تو میری اُمّت میں بھی ایسا کرنے والے ہوں گے (پھر فرمایا کہ (بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتّر مذہبی فرقے ہو گئے تھے اور میری اُمّت کے تہتّر مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ (جنتی) کونسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا (جو اس طریقہ پر ہوگا، جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (مشکوٰۃ)

جھُوٹے نبی ہوں گے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب میری اُمّت میں تلوار رکھ دی جائے گی (یعنی اُمّت آپس میں خانہ جنگی کرنے لگے گی)، تو قیامت تک تلوار چلتی رہے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمّت کے بہت سے قبیلے مُشرکین میں داخل نہ ہو جائیں اور جب تک میری اُمّت کے بہت سے قبیلے بُتوں کو نہ پُوجیں۔ (پھر فرمایا کہ (بلاشبہ میری اُمّت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے کو نبی بتائے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہُوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ظالم کو ظالم کہنا، نیکیوں کی راہ بتانا اور بُرائیوں سے روکنا چھُوٹ جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے (مجُھ سے) فرمایا کہ جب تُو میری اُمّت کو اِس حال میں دیکھے گا کہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگیں، تو اُن سے رُخصت ہو جانا (یعنی ان کی مجلسوں اور محفلوں میں شرکت نہ کرنا (رواہ الحاکم)

ننگی عورتیں، مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کے دو گروہ پیدا ہونے والے

ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہُوئے)، پھر اس کی تشریح کرتے ہُوئے فرمایا کہ ایک گروہ تو ایسا پیدا ہوگا جو بیلوں کی دُموں کی طرح (لمبے لمبے) کوڑے لیے پھریں گے اور اُن سے لوگوں کو مارا کریں گے۔ صبح شام اللہ کے غصّہ اور ناراضگی و لعنت میں پھرا کریں گے۔ دُوسرا گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہُوئے بھی ننگی ہی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر اُونٹوں کی جھکی ہُوئی پشتوں کی طرح ہوں گے۔ نہ جنّت میں داخل ہوں گی نہ جنّت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ بلاشک وشبہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دُور سے[1] آتی ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں دو پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ ایک ظالم گروہ کے بارے میں ہے کہ کچھ لوگ کوڑے لیے پھریں گے اور لوگوں کو ان سے پٹیا کریں گے یعنی اقتدار کے نشہ میں ضعیفوں اور بیکسوں پر ظلم کریں گے اور بلاوجہ خواہ مخواہ عام پبلک کو ستائیں گے۔

دوسری پیشین گوئی عورتوں کے حق میں ارشاد فرمائی ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسی عورتیں موجود ہوں گی جو کپڑے پہنے ہُوئے ہوں گی، لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی یعنی اس قدر باریک کپڑے پہنیں گی کہ ان کے پہننے سے جسم چھپانے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا یا کپڑا باریک تو نہ ہوگا، مگر چُست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے کی وجہ سے اس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہوگا اور آج کل تو چُست ہونے کے ساتھ بدن کا ہمرنگ ہونا بھی داخل فیشن ہو چُکا ہے، چنانچہ گندمی رنگ کے ایسے موزے داخل لباس ہو چکے ہیں، جن کا پیر سے اُوپر کا حصّہ پنڈلی پر کھال کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔

بدن پر کپڑا ہونے اور اس کے باوجود بھی ننگا ہونے کی ایک صُورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصّہ اور خصُوصاً وہ اعضا کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں جیسا کہ یورپ (اور ایشیا کے بعض شہروں مثلاً بمبئی، رنگون، سنگاپور، لاہور، کراچی وغیرہ) میں ایسا لباس پہننے کا رواج ہے کہ صرف گھٹنوں تک قمیض ہوتی ہے۔ آستینیں مونڈھے سے صرف دو چار انچ ہی بڑھی ہوئی

---

[1] یعنی برسہا برس کی مسافت سے۔

ہوتی ہیں۔ پنڈلیاں بالکل ننگی ہوتی ہیں اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے اللہ کی لعنت ہو ایسی عورتوں پر جو توبہ نہ کریں۔

پھر فرمایا کہ یہ عورتیں غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یعنی ننگا ہونے کا رواج مفلسی کی وجہ سے نہ ہوگا، بلکہ ان کی نیت مردوں کو بدن دکھانا اور اُن کا دل لبھانا مقصود ہوگا اور لبھانے کا دُوسرا طریقہ یہ اختیار کریں گی کہ اپنے سروں کو (جو دوپٹوں سے خالی ہوں گے، مٹکا کر چلیں گی جس طرح اُونٹ کی پشت کا بالائی حصّہ تیز رفتاری کے وقت زمین کی جانب جُھکا کرتا ہے۔ اُونٹ کی پشت سے تشبیہ دینے سے یہ بھی بتایا کہ بال پھلا پھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی۔ پھر فرمایا کہ ایسی عورتیں جنّت میں داخل نہ ہوں گی، بلکہ اس کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گی۔ شریعت اسلامیہ نے زنا کاری سے بھی روکا ہے اور ایسی چیزوں سے بھی روکا ہے جو زنا کی طرف بُلانے والی ہیں حتیٰ کہ اس کو بھی زنا فرمایا ہے کہ کوئی عورت تیز خوشبو لگا کر مردوں پر اس لیے گزرے کہ مرد اس کی خوشبو سونگھ لیں۔ (ترغیب)

سُرخ آندھی اور زلزلے آئیں گے اور صُورتیں مسخ ہوجائیں گی اور آسمان سے پتّھر برسیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو (گھر کی) دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور (دینی) تعلیم دُنیا کے لیے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دُور کرے۔ مسجدوں میں (دُنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے قبیلہ (خاندان) کے سردار بددین لوگ بن جائیں۔ کمینے قوم کے سردار ہوجائیں۔ انسان کی عزت اس لیے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلاوے (یعنی خوف کی وجہ سے)، گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہوجائے، شرابیں پی جانے لگیں اور بعد میں آنے والے لوگ اُمّت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر لعنت کرنے

لگیں، تو اس زمانہ میں سُرخ آندھی اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صُورتیں مسخ ہوجانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور ان عذابوں کے ساتھ دُوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا تاگہ ٹوٹ جائے اور پے بہ پے دانے گرنے لگیں۔ (ترمذی شریف)

قتل کی اندھیر گردی ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے خُدا کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک دُنیا ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے کہ قاتل کو یہ علم بھی نہ ہوگا کہ مَیں نے کیوں قتل کیا اور مقتول یہ نہ جانے گا کہ میں کیوں قتل ہوا۔ کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا؟ ارشاد فرمایا فِتنوں کی وجہ سے قتل (بہت ہی زیادہ ہوگا) پھر ارشاد فرمایا (اِن فتنوں میں) قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنّم میں داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

آج کل جس قدر قتل واقع ہو رہے ہیں عموماً ان کی وجہ فتنوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ قومی عصبیت اور فرقہ پرستی کے باعث ہزاروں جانیں ختم ہوجاتی ہیں اور قاتل کو مقتول کی خبر نہیں ہوتی نہ مقتول کو قاتل کا پتہ چلتا ہے۔ دُوسرے فرقہ کا جو شخص ہاتھ لگا، ختم کر ڈالا اور اس کے ختم کرنے کے لیے بس یہی دلیل کافی ہے کہ وہ قاتل کے فرقہ میں سے نہیں ہے۔ چند انسانوں کے نظریوں کی جنگ نے ایسے ایسے آلاتِ جنگ تیار کر لیے ہیں کہ شہر کے شہر ذرا دیر میں فنا کے گھاٹ اُترتے چلے جاتے ہیں۔ پھر تعجب یہ ہے کہ ہر فریق یہ بھی کہتا ہے کہ ہم اُمن چاہتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرقہ وارانہ قتل و قتال کے حق میں فرمایا ہے:

"جس نے ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کی جس کا حق یا باطل ہونے کا علم نہ ہو اور عصبیت کی ہی خاطر غصّہ ہوتا ہو اور عصبیت ہی کے لیے دعوت دیتا ہو، عصبیت ہی کی مدد کرتا ہو، تو اگر وہ مقتول ہُوا، تو جاہلیت کی موت قتل ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے اور عصبیت کے لیے جنگ کرے اور عصبیت

پر رحم جلائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ عصبیت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف)

مردوں کی کمی، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھ جائے گا، جہالت بہت بڑھ جائے گی۔ زنا کی کثرت ہوگی۔ شراب بہت پی جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے۔ عورتیں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کے لیے ایک ہی مرد ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

نئے عقیدے اور نئی حدیثیں رائج ہوں گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں بڑے بڑے مکّار اور جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سُنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے تم ان سے بچنا اور انہیں اپنے سے بچانا۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف)

صاحب مرقات اِس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹی باتیں کریں گے اور نئے نئے احکام جاری کریں گے، غلط عقیدے ایجاد کریں گے۔" اِس قِسم کے لوگوں میں سے بہت سے گزر چکے ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی" تھا جس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مُردہ بتایا، ختمِ نبوت سے انکار کیا۔ خود کو نبی بتایا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی خرافات مشہور ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو کوئی باطل جماعت عقائد فاسدہ لے کر کھڑی ہوتی ہے، تو اس کے ہمنوا قرآن و حدیث سے ان غلط عقائد کا اثبات کرنے لگتے ہیں؛ چنانچہ آج کل کمیونزم قرآن شریف سے ثابت کیا جارہا ہے اور موجودہ جمہوریت کو اسلام کی جمہوریت کے مطابق بنایا

ہر بعد کا زمانہ پہلے سے بُرا ہوگا

حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور حجاج کے ظلم کی شکایت کی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت سُن کر فرمایا کہ صبر کرو (معلوم نہیں آگے کیا ہو) کیونکہ کوئی زمانہ بھی تم پر ایسا نہ آئے گا کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے زیادہ بُرا نہ ہو جب تک تم اپنے رب سے ملاقات نہ کرلو (یعنی مرتے دم تک ایسا نہ ہوگا کہ آنے والا زمانہ پہلے سے اور موجودہ زمانے سے اچھّا آجائے) یہ بات مَیں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنی ہے۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ زمانہ کی اور زمانہ والوں کی شکایت فضول ہے اور آئندہ زمانہ میں اچھّے حاکموں کی اُمیّد بھی غلط ہے۔ لہٰذا جتنا بھی وقت ملے اور عُمر کا جو بھی سانس مل جاوے، اسے غنیمت سمجھے اعمالِ صالحہ کے ذریعے اللہ سے اُمیدیں باندھے اور اسی کے قہر و غضب سے ڈرتا رہے۔

کُفر کی بھرمار ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے والے (سیاہ) فتنوں سے پہلے (نیک) عمل کرنے میں جلدی کرو (اس زمانہ میں) انسان صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا، صبح کو کافر ہوگا۔ ذراسی دُنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (مسلم شریف)

ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی اور مُجدّد آتے رہیں گے

حضرت معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ میری اُمّت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جو خُدا کے حکم پر قائم ہوگی۔ موت آنے تک وہ اسی حال پر رہیں گے۔ ان کی مخالفت اور عدمِ معاونت انہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گی (یعنی انہیں اِس

کی پرواہ ہرگز نہ ہوگی کہ زمانہ والوں کا رویہ کیا ہے اور زمانے والے ہمارے مخالف ہیں یا موافق ہیں ——— میرا خیال ہے یہ تبلیغی جماعت ہوگی۔ (ناشر خواجہ محمد اسلام)

اسلام کا نام رہ جائے گا اور قرآن کے الفاظ رہ جائیں گے اور علماء سوء پیدا ہوں گے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔ ان کی مسجدیں (نقش و نگار، ٹائل، برقی پنکھوں وغیرہ سے) آباد ہوں گی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی، اُن کے علماء آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے۔ اُن علماء سے فتنے پیدا ہوں گے اور پھر اُن میں واپس آجائیں گے۔ (بیہقی)

"اسلام کا صرف نام باقی رہے گا" یعنی اسلامی چیزوں کے نام ہی لوگوں میں رہ جائیں گے اور اُن کی حقیقت باقی نہ رہے گی جیسا کہ آج کل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بس نام ہی باقی ہیں اور اُن کی حقیقت اور رُوح اور ادائیگی کے وہ طریقے اور کیفیتیں باقی نہیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور کروڑوں مسلمان اُن سے کورے ہیں۔ قرآن شریف صرف رسماً ہی پڑھا جاتا ہے اس کے الفاظ اور خوش الحانی کا تو خیال ہے، مگر اس کے معانی پر غور کرنا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا تو مسلمان کے تصور میں بھی نہیں رہا۔ مسجدیں زیب و زینت سے خوب آراستہ ہیں۔ دلکش فرش، قیمتی غالیچے، دیدہ زیب فانوس اور آرام و راحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں، مگر ہدایت سے خالی ہیں۔ مسجدوں میں دُنیا کی باتیں، طعنے، غیبتیں بے دھڑک ہوتی ہیں اور امام و مؤذن تو مسجدوں کو گھر ہی سمجھتے ہیں۔ اس کی مزید توضیح آئندہ حدیث کی تشریح میں کی جائے گی۔

علماء کے بارے میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ علماء سے فتنہ نکلے گا اور ان میں واپس آجائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء بگڑ جائیں گے اور رشد و ہدایت کی راہ چھوڑ دیں

گے تو عالم میں فساد ہو گا اور پھر اس کی زد میں علماء بھی آجائیں گے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ علماء دُنیاداروں اور ظالموں کی مدد کریں گے اور پیسے اینٹھنے کے لیے دنیاداروں کی مرضی کے موافق مسئلے بتائیں گے اور پھر دُنیادار ہی ان کا مزاج ٹھکانے لگائیں گے۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت میں آئندہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے (پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور) کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دُنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر ان سے الگ ہو جاتے ہیں (پھر ارشاد فرمایا کہ) حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ دُنیا والوں کے پاس جا کر دین سالم رہ جائے، جس طرح قتادؔ[1] کے درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیا جا سکتا۔ اِسی طرح سرمایہ داروں کے قریب سے گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

جو علماء سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں وہ عمُوماً علماء سُو ہی ہیں۔ چند ٹکوں کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں اور اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اہلِ علم اپنے علم کو محفوظ رکھتے اور اسے صلاحیت والے انسانوں میں خرچ کرتے، تو زمانہ کے سردار بن جاتے، لیکن دُنیا حاصل کرنے کے لیے انہوں نے علم کو دُنیا والوں کے لیے خرچ کیا جس کی وجہ سے زمانہ والوں کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

دُوسرے انسانوں کی طرح آج کل کے علماء بھی فکرِ آخرت سے خالی ہو گئے ہیں اور اس فانی زندگی کو اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے سیاسی لیڈر بننے، شہرت حاصل کرنے، روپیہ کمانے و جوڑنے کی دُھن میں سَرگرداں ہیں اور موجودہ زمانے کے عُلماء میں خال خال ہی ایسے ہیں جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوں، ورنہ آج تو علماء کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جلسوں میں نیشنلزم، سوشلزم اور کمیونزم کی اشاعت کرتے ہیں اور ارشاداتِ نبویہ کی بجائے مخلوق کے خود ساختہ نظاموں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

[1] قتاد ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے اس قسم کے مواقع میں اہل عرب اسے مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مسجدیں سجائی جائیں گی اور ان میں دُنیا کی باتیں ہُوا کریں گی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا کر فخر کریں گے۔ (ابو داؤد وغیرہ)

آج کل یہی حال ہے اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ "تم ضرور مسجدوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح سجاؤ گے۔" (ابُو داؤد)

دِل کو منتشر کرنے والے رنگ برنگ کے ٹائل، جھاڑ، فانوس، ہانڈیاں، دلفریب فرش اور بیش بہا پردے اور دُوسری زیب و زینت اور آرام و راحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں اور ان دنیوی چیزوں نے مسجدوں میں پہنچ کر اوقاتِ نماز کے علاوہ مسجدوں کو مقفل کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور حفاظت کے لیے مستقل نگرانوں اور چوکیداروں کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ مسجدیں اِن دُنیاوی چیزوں سے آباد ہیں اور نمازیوں سے خالی ہیں۔ جو نمازی ہیں وہ مسجدوں میں دُنیا کی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مسجدوں میں نہ خشوع والی نماز ہے نہ تعلیمی حلقے ہیں، نہ دینی مشورے ہیں نہ ذکر تلاوت سے آباد ہیں۔ حالانکہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور حضرات خلفاء راشدین کے زمانے میں دین اور دینیات کی ترقی کے کاموں اور اس سے متعلق مشوروں کا مرکز تھی۔ کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآنوں کو دیدہ زیب بنانے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے جو شعب الایمان میں مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دُنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوا کریں گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ خُدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حرامی بچوں کی کثرت ہو گی

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضُور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ یہ

اُمّت ہمیشہ خیریت سے رہے گی اور اس پر ہمیشہ خیر سایہ فگن ہوگی جب تک ان میں ولدالزنا کی کثرت نہ ہوگی۔ جب حرام کی اولاد کثرت سے پیدا ہونے لگے گی، تو پھر اندیشہ ہے کہ تمام اُمّت پر عذاب نازل ہو جائے۔ (بخاری)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ابو یعلیٰ نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ جب زنا پھیل جائے گا، تو فقر و مسکنت اور ذلّت بھی عام ہو جائے گی۔ (ابو یعلیٰ)

یہ پیشین گوئی آج کل بالکل صادق ہے۔ مسلمانوں کی ذلّت کے اسباب میں سے ایک حرام کاری بھی ہے جس کا رواج آج کل علی الاعلان ہے۔

حضرت مطرفؒ بن عبداللہ کے گھر کی دیوار ایک طرف کو جُھک گئی، لوگوں نے کہا: "آپ اسے مرمّت کیوں نہیں کراتے؟" آپ نے فرمایا "گھر والا ہمیں اس میں رہنے نہیں دے گا کہ ہم اس کو مرمّت کریں۔ پھر فرمایا، حضرت نوح علیہ السلام نے باوجود اس قدر طویل عمر کے کھجور کی چھال کی ایک جھونپڑی بنا رکھی تھی۔" لوگوں نے کہا "اگر آپ اپنے لیے گھر بنالیں تو اچھا ہو۔" آپ نے فرمایا "جو چند روز تک مرجائے گا اس کے واسطے اتنا ہی بہت ہے۔" فرمایا "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ دین کو پست کریں گے اور عمارتوں کو بلند بنائیں گے۔"

قیامت کے قریب

جب تمام اہلِ ایمان اس جہان سے کُوچ کر جائیں گے، تو اہلِ حبش کا غلبہ ہوگا۔ اور تمام ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی۔ خانۂ کعبہ کو ڈھادیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن شریف دلوں، زبانوں اور کاغذوں سے اُٹھا لیا جائے گا۔ خدا ترسی، حق شناسی، خوفِ آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہو جائے گا۔ شرم و حیا جاتی رہے گی۔ بر سرِ راہ گدھوں اور کتّوں کی طرح زنا کریں گے۔ حکام کا ظلم و جہل اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی پس دیہات ویران ہو جائیں گے۔ بڑے بڑے قصبے گاؤں کے مانند اور بڑے بڑے شہر معمولی قصبوں کے مانند ہو جائیں گے، قحط، وبا اور غارت گری کی آفتیں پے در پے نازل ہونے لگیں گی۔ جماع زیادہ ہوگا، اولاد کم۔ رُجحانیت الی الحق دلوں سے اُٹھ جائے گی۔ جہالت اس قدر بڑھ جائے گی کہ کوئی لفظ اللہ تک کہنے والا نہ رہے گا۔ اس اثنا میں ملک شام میں اَمن و ارزانی

نسبتاً زیادہ ہوگی۔ پس دیگر ممالک سے ہر قسم کے لوگ آفتوں سے تنگ آکر مع عیال واطفال کے مُلک شام کی طرف چلنے شروع ہو جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بہت بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہو کر لوگوں پر بڑھے گی جس سے لوگ بے تحاشا بھاگیں گے۔ آگ اُن کا تعاقب کرے گی۔ جب لوگ دوپہر کے وقت تھک تھکا کر پڑ جائیں گے تو آگ بھی ٹھہر جائے گی۔ جب دھوپ تیز نکل آئے گی، تو آگ پھر ان کا پیچھا کرے گی۔ جب شام ہو جائے گی، تو ٹھہر جائے گی اور آدمی بھی آرام لیں گے۔ صبح ہوتے ہی آگ پھر تعاقب کرے گی اور آدمی اس سے بھاگیں گے اس طرح کرتے کرتے ملک شام تک پہنچا دے گی۔ اِس کے بعد آگ لوٹ کر غائب ہو جائے گی۔ بعد ازاں کچھ لوگ حُبِّ وطنِ اصلی کی وجہ سے اپنے مُلکوں کی طرف روانہ ہوں گے، مگر بحیثیتِ مجموعی بڑی آبادی مُلک شام میں رہے گی۔ قربِ قیامت کی یہ آخری علامات ہیں۔ اس کے بعد قیامِ قیامت کی اوّل علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دُنیاوی نعمتیں، اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جُمعہ کے دن جو یومِ عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سُنائی دے گی، یہی نفخ صور ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اُس کے سُننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے، کہاں سے آتی ہے پس رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی۔ آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جائے گی۔ جب وہ پُوری سختی پر آجائے گی، تو لوگ ہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی۔ سمندر اُبل کر قُرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ نہایت محکم و بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اُٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہان تیرہ و تار ہو جائے گا۔ وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دُنیا میں سب سے زیادہ نصیبہ ور اور دولتمند وہ شخص نہ بن جائے گا جو احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے۔ (یعنی بد اصل اور بد سیرت اشخاص دُنیاوی جاہ وجلال اور دولت کے مالک نہ ہو جائیں گے۔) (مشکوٰۃ شریف)

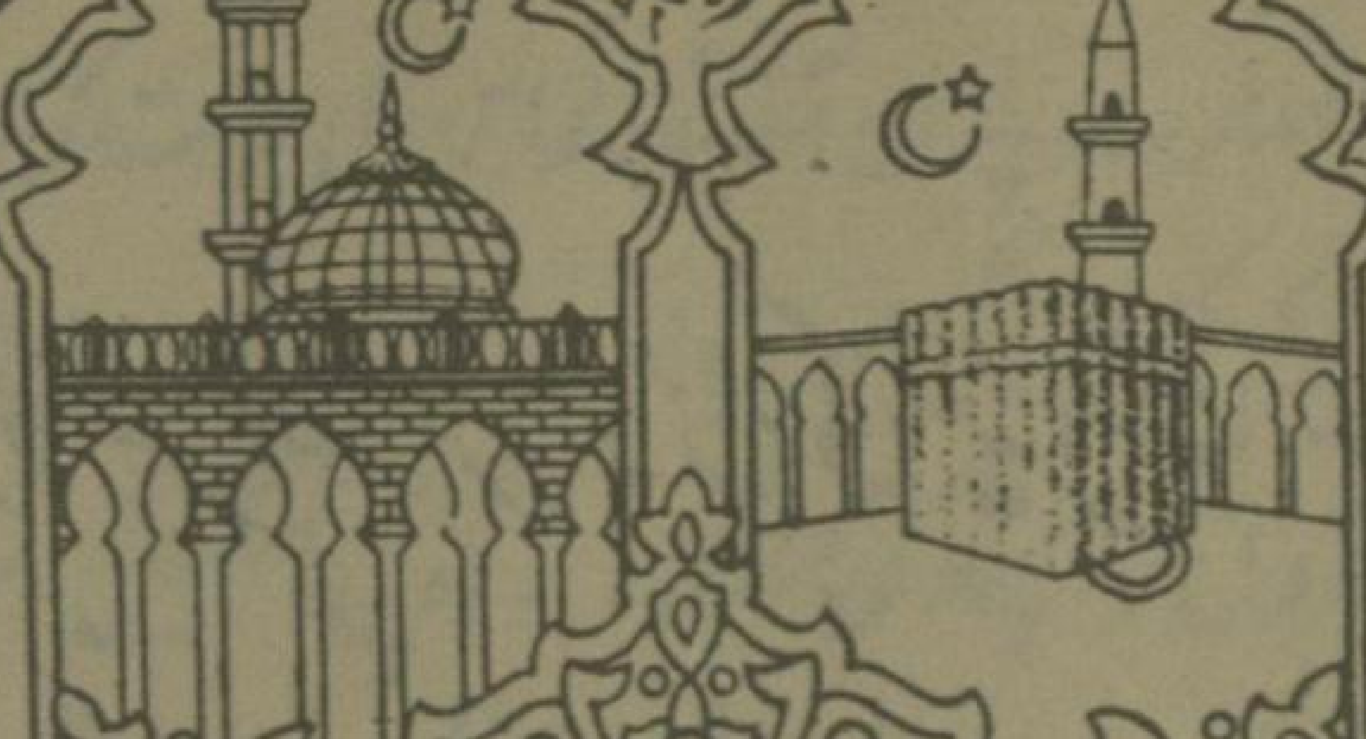
ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے یہ امر (یعنی دین) ظاہر ہوا ہے نبوّت اور رحمت کے ساتھ۔ (یعنی دین کا ابتدائی زمانہ وحی اور رحمت تھا) پھر خلافت اور رحمت کا زمانہ ہوگا، پھر ظالم بادشاہوں کا عہد ہوگا اور اُس کے بعد یہ اَمر ہونے والا ہے تکبّر، قہر، غلبہ اور فساد فی الارض (یعنی زمین میں فتنہ اور فسادات پیدا ہو جائیں گے) اُس وقت لوگ ریشم کے کپڑوں کو حلال سمجھیں گے۔ عورتوں کی شرمگاہوں اور شراب کو جائز قرار دیں گے اور باوجود اس کے اُن کو رزق دیا جائے گا اور اُن کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ خدا سے جا ملیں گے (یعنی روزِ جزا میں خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

قیامت کی نشانیاں اللہ رب العزّت نے اپنے رسُولؐ کی زبانی بندوں تک پہنچادی ہیں اور اس کے آنے کا ٹھیک وقت خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بتایا، البتہ ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت میں اتنا ضرور ہے کہ قیامت جُمعہ کے دن آئے گی اور یہ بھی فرمایا کہ تمام مقرب فرشتے اور ہر ایک آسمان، ہر ایک زمین، ہر ہوا، ہر پہاڑ، ہر دریا ڈرتا ہے کہ کہیں آج ہی قیامت نہ ہو۔ غرضیکہ قیامت کا ٹھیک وقت اللہ کے سوا کسی کو پتہ نہیں۔ بعض لوگوں نے اٹکل سے قیامت کے آنے کا وقت بتایا ہے، مگر وہ محض اٹکل اور اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ کے درجہ میں ہے۔ جب لوگوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے قیامت کا وقت پُوچھا، تو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے حُکم ہُوا کہ "تم کہہ دو کہ اس کا علم میرے پروردگار ہی کو ہے وہی اسکے وقت پر اسے ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمینوں پر بھاری ہوگی۔ اچانک ہی تم پر آپہنچے گی۔"

وَھٰذا آخر السطور من ھٰذا الکتاب المسطور والحمد للہ الخالق العلیم بذات الصدور والصلوٰۃ علی سید رسلہ الذی جاء بھدایۃ الاسلام والنور وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الذین اتبعوہٗ فی المکرہ والسرور

قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ



سچے موتی

خواجہ محمد اسلام گڑھیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

خیر کا ہر لفظ مردِ مومن کی میراث ہے

جہاں سے مِلے اُٹھالے۔

اللہ کے نیک بندوں کے اقوال سُچّے موتی ہیں

سچّے موتی

جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے، تو اس کی عزّت کرو۔

شریر کی بدکاریاں اُس کو پکڑ لیں گی اور وہ اپنے ہی گناہ کی رسیوں سے جکڑا جائے گا۔

خداوند تعالیٰ اِن چھ چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ۱۔ اُونچی آنکھیں۔ ۲۔ جھوٹی زبان۔ ۳۔ وہ ہاتھ جو بے گناہ کو آزار پہنچائے۔ ۴۔ وہ دِل جو بُرے منصُوبے باندھتا ہے۔ ۵۔ وہ پاؤں جو جلد بُرائی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ۶۔ وہ گواہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وہ جو بھائیوں کے درمیان جھگڑے برپا کرتا ہے۔

کلام کی کثرت میں کُچھ نہ کُچھ گناہ ہوگا، مگر وہ جو اپنے لبوں کو روکے رہتا ہے، بڑا دانا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی راہ سیدھے لوگوں کے لیے توانائی اور بدکرداروں کے لیے ہلاکت ہے۔

کوئی انسان شرارت سے پائیدار نہیں رہ سکتا، لیکن صادقوں کی بُنیاد کو کبھی جنبش نہ ہوگی۔

تھوڑا جو خداوند کے خوف کے ساتھ ہو، اس بڑے گنج سے جو رنج کے ساتھ ہو بہتر ہے۔

بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہ ہو۔ چھڑی مارنے سے وہ مَر نہ جائے گا، لیکن تو جہنّم سے اس کی جان بچالے گا۔

مُبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ وہ بہشت کے حقدار ہوں گے۔ مُبارک ہیں وہ جو دل کے غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تُم سے پہلے تھے اِسی طرح ستایا تھا۔

جَو کی رُوٹی کھانا، صاف پانی پینا اور کُھلے میدان میں سو رہنا مرنے والے کے لیے بہت ہے۔

سفر دو قسم کا ہے، دُنیا اور آخرت کا۔ دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے۔ دُنیا کے سفر میں توشہ ہمراہ رکھنا چاہیے اور سفرِ آخرت میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔

دُنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں۔ سخن دلپذیر اور دلِ سخن پذیر۔

ایک بزرگ کا ایک دوست تھا، مگر نادان۔ اس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو اسمِ اعظم سکھا دیجیے۔ ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے، نہ مانا اور نہایت اصرار کیا۔ ناچار بتا دیا اور امتحان بھی کرا دیا، لیکن منع کیا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا، ورنہ تیرے لیے اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر آپ چل دیے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب دیکھوں اسمِ اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ ہڈیاں نظر آئیں، اُن پر اسمِ اعظم پڑھا۔ فوراً ایک شیر زندہ ہو کر غراتا ہوا آیا اور اس کو چاڑ کھایا۔ حضرت اِس راہ سے واپس آئے، تو دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے اور شیر اس کو کھا رہا ہے۔ شیر سے پُوچھا تُو نے اسے کیوں مارا؟ جواب دیا۔ "یہ شخص میرا خالق تو بنا، مگر رازق نہ بن سکا اور رزق کی فکر نہ کی۔ اِس لیے مَیں نے اُس کو کھا لیا۔"

دُنیا داروں کے مکانوں، مالوں اور باغوں کو دیکھنا حرصِ دُنیا کی تحریک دلاتا ہے اور تقویٰ سے بعید ہے۔

جو چیز باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے وہ ناپاک نہیں کر سکتی، اس لیے کہ وہ اس کے دل میں نہیں، بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور پاخانے میں نکل جاتی ہے بلکہ جو آدمی سے نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے دل سے بُرے خیال، حرام کاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدی، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی اور بے وقوفی نکلتی ہے۔ یہ سب باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔

نہیں حاصل ہوتی دولت ساتھ آرزو کے۔ نہیں حاصل ہوتی جوانی ساتھ خضاب کے نہیں حاصل ہوتی صحت ساتھ دواؤں کے۔

عبادت ایک پیشہ ہے، دکان اس کی خلوت ہے۔ راس المال اُس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔

عورتوں کو سونے کی سُرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے۔

بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے اور اس کا گناہ نہ مرے یعنی کوئی بُری بات جاری کر جائے۔ مثلاً کوئی کھوٹا سِکّہ بنانا، بُرا کھیل جاری کرنا، بُری کتاب کی اشاعت کرنا وغیرہ۔
مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہیے تاکہ دعویٰ کرنے والا دیر کے سبب سے کہیں اپنے دعوے سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔ بَدخُو کی دوستی سے احتراز لازم ہے کیونکہ وہ اگر بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے، تو بھی اس سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے۔
کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحّت، کم سونا عبادت اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔
ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں، وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے، وہ مال جو کارِ خیر میں خرچ نہ کیا جائے، وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے، وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے، وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے، وہ اچھّی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے، وہ مصحف جس کی تلاوت نہ کی جائے، وہ زاہد جو خواہشِ دُنیا دل میں رکھے، وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے۔ اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز، روزِ حشر ہے۔
عُمدہ لباس کے حریص کفن کو یاد رکھ۔ عمدہ مکان کے شیدائی! قبر کا گڑھا مت بھول۔ عُمدہ غذاؤں کے دلدادہ! کیڑے مکوڑوں کی غذا بننا یاد رکھ۔
جو کام لوگوں کے سامنے کرنا مناسب نہیں، مناسب ہے کہ اُس کو چھُپ کر بھی نہ کیا جائے۔
شریر عورتوں سے بالکل برکنار رہو، اور جو بھلی مانس ہوں، اُن سے بھی ہوشیار رہو۔
رحم کے زیادہ مستحق یہ تین شخص ہیں۔ ۱۔ وہ عالم جس پر جاہل کا حُکم چلے۔ ۲۔ وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو۔ ۳۔ وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلّط ہو۔
بیشک زمین کا پیٹ مُردہ اور اُس کی پشت بیمار ہے (یعنی پیٹ میں مُردے دفن ہیں اور پُشت پر جو زندہ ہیں، وہ گرفتارِ مصیبت ہیں۔)
بیشک دُنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی دو بیویاں ہوں کہ جب ایک کو راضی کرتا ہے، تو دُوسری ناخوش ہو جاتی ہے۔
حضرت علیؓ کی سخاوت یہاں تک تھی کہ خود فاقہ کشی کر کے غُربا کی امداد فرماتے۔ ایک روز محنت مزدوری کر کے آپ دو درہم لے کر شام کو گھر پہنچے، تو دروازے پر ایک سائل کھڑا تھا

آپ نے دو درہم میں سے ایک سائل کو دے دیا۔ سائل نے بہت غور کے ساتھ اس کو جانچا۔ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم نے کوئی چیز فروخت کی ہے جو اس قدر جانچ پرکھ کر رہے ہو؟ اس نے کہا، ہاں! مَیں نے اپنی آبرو فروخت کی ہے۔ آپ نے یہ سُن کر دوسرا درہم بھی اس کو دے دیا اور معذرت چاہی کہ میں آبرو کی پُوری قیمت نہیں ادا کر سکا۔ تین روز متواتر ایسا ہی واقعہ پیش آتا رہا کہ مشقت کر کے جو کچھ لاتے، نذرِ سائل ہو جاتا، اور آپ معہ اہل و عیال کے مسلسل تین روز مبتلائے فاقہ کشی رہے۔

قُدرتِ انتقام رکھتے ہُوئے غصّے کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔

رہائش کے قابل گھر، بدن ڈھانپنے کے قدر کپڑا، پیٹ بھر روٹی اور بیوی دُنیا نہیں ہے، بلکہ دُنیا یہ ہے کہ دُنیا کی طرف مُنہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف پُشت۔

مُومن کو نیند کرنا زیبا نہیں، جب تک اپنا وصیّت نامہ اپنے سرہانے نہ رکھ لے۔

تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے۔ آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے۔ تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کرتی ہیں۔

چھوڑ دو تکبر کو خالق پر اور مخلوق پر، اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع اختیار کرو اپنے نفسوں میں۔ تمہاری ابتداء ایک نطفہ ہے جس سے گھن آئے، درمیانی حصہ زندگی غلاظت کی پوٹ اور انتہا ایک مُردار ہے جس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اگر انسان چالیس سال کی عُمر تک پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو، تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے کہ نجات نہ پانے والے چہرے پر میں فدا ہوں۔

مومن درختِ خرما لگاتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس کا پھل کانٹے نہ ہوں۔ منافق کانٹے بوتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ ان میں چھوہارے لگیں۔

کسی بزرگ نے ہارون رشید سے فرمایا اگر نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ، جوانوں کو اپنا بھائی چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ اور ان سے اس طرح معاملہ کر جیسے اپنے ماں باپ، بہن بھائی سے معاملہ کرتا ہے۔

مؤذن منادِ رحمٰن ہے اور گویّا منادِ شیطان۔

عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بھی داخل بدکاری ہے اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔

فرمایا سب سے زیادہ وہ دل روشن ہے کہ اس میں خلق نہ ہو اور سب سے زیادہ سیاہ دل وہ ہے جس میں خُلق نہ ہو اور سب سے بہتر کام وہ ہے کہ اس میں اندیشہ مخلوق کا نہ ہو اور سب سے حلال وہ لقمہ ہے کہ جو اپنی کوشش سے ہو۔

جو شخص کثرتِ خواہشات سے اپنے دِل کو مُردہ بنائے اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹو اور ندامت کی زمین میں دفن کرو اور جو نفس کو خواہشات سے باز رکھتا ہے، اس کو رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی زمین میں دفن کرو۔

خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے، ہیبت ہے بغیر سلطنت کے، قلعہ ہے بغیر دیوار کے، فتحیابی ہے بغیر ہتھیار کے، آرام ہے کراماً کاتبین کا، قلعہ ہے مومنین کا، شیوہ ہے عاجزوں کا، دبدبہ ہے حاکموں کا، مخزن ہے حکمتوں کا، جواب ہے جاہلوں کا۔

جو شخص عذابِ قبر سے آزاد رہنا چاہتا ہے، وہ دُنیا سے صرف اتنا تعلق رکھے جتنا بیت الخلا سے رفع حاجت کے وقت رکھتا ہے۔

اکثر تاخیرِ نکاح بھی سببِ زنا بن جاتی ہے اور وبال والدین پر ہوتا ہے۔

تُو اس دُنیا میں دارِ آخرت کی طرف چلنے والا ایک مسافر ہے۔ تیرے سفر کی ابتدا مہد اور انتہا لحد ہے۔ تیری عمر کا ہر برس منزل، ہر مہینہ فرسنگ، ہر دن میل اور ہر سانس قدم ہے۔

بازار کے اندر ذکرِ الٰہی میں مصروف شخص مُردوں میں زندہ کی مثل، مغروروں میں غازی کی مثل اور خشک درختوں میں سرسبز کی مثل ہے

وہ بُنیاد جو کبھی ویران نہ ہو، عدل ہے۔ وہ تلخی کہ جس کا آخر شیرینی ہو، صبر ہے۔ وہ شیرینی جس کا آخر تلخ ہو، شہوت ہے۔ بیماری جو کہ علاج پذیر نہ ہو، ابلہی ہے۔ وہ بَلا جس سے لوگوں کو بھاگنا چاہیے، علیش ہے۔ حضرت شقیق بلخیؒ سے ایک شخص نے وصیت چاہی، فرمایا اگر یار چاہتا ہے تو تجھے خُدائے عزّ وجلّ کافی ہے۔ اگر ہمراہ چاہتا ہے، تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔

اگر مونس چاہتا ہے تو قرآن پاک کافی ہے۔ اگر کام چاہتا ہے تو عبادت کافی ہے۔ اگر وعظ چاہتا ہے تو مرگ کافی ہے۔ جو کچھ کہا گیا اگر پسند نہیں ہے تو تجھے دوزخ کافی ہے۔

بندگی کر اللہ تعالیٰ کی بقدر اپنی حاجت کے۔ لے دُنیا سے بقدر اپنی عُمر کے۔ گناہ کر اللہ تعالیٰ کا بقدر طاقت عذاب سہنے کے۔ توشہ لے دُنیا سے بقدر قبر میں ٹھہرنے کے عمل نیک کر بقدر جنّت میں رہنے کی خواہش کے۔

ہوا ایک کُتب خانہ ہے جس میں ہر انسان کے الفاظ و اعمال لکھے رکھے ہیں۔

خدا تعالیٰ رزّاق ہے بندہ قزّاق ہے۔ مرد کا امتحان عورت سے، عورت کا روپے پیسے سے اور روپے کا امتحان آگ سے ہوتا ہے۔ دردِ سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا۔

سُلطان غیر عادل پر، اُس متموّل پر جو حسنِ تدبیر نہ رکھتا ہو، اس وزیر پر جس کا صدقِ کلام معلوم نہ ہو، اُس بخشش کرنے والے پر جو مال کو بے موقع صرف کرتا ہو، اُس صاحبِ فضیلت پر جو رائے صائب نہ رکھتا ہو، تاسّف کرنا چاہیے کہ عنقریب اُن کا کام تباہ ہو جائے گا۔

بزرگ اطاعت سے، ہمسر خلق سے، خُرد لطف و کرم سے اور حاسد زوالِ نعمت سے خوش ہوتے ہیں۔ اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے اور نہ اتنا خشک کہ توڑ لیا جائے۔

کم گو، کم خور اور بے آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ایمان کا دُشمن جھوٹ، عزّت کا دُشمن سوال، عقل کا دُشمن غصّہ اور دَولت کی دُشمن بد دیانتی ہے۔ ہر ایک بات جو ذکر سے خالی ہو، لغو ہے۔ ہر ایک خاموشی جو فکر سے خالی ہو، سہو ہے اور ہر ایک نظر جو عبرت سے خالی ہو، لہو ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کُتّے میں دس ایسی عُمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں۔

۱۔ وہ بھُوکا رہتا ہے۔ یہ آدابِ صالحین سے ہے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامتِ صابرین سے ہے۔

۲۔ اِس کا کوئی مکان نہیں ہوتا۔ یہ علامت متوکلین سے ہے۔

۳۔ وہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ صفاتِ شب بیداراں اور علاماتِ مُحبّین سے ہے۔

۴۔ جب مرتا ہے، تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا۔ یہ صفاتِ زاہدین سے ہے۔
۵۔ یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اس پر جفا کرے اور اس کو مارے۔ یہ علامت مریدانِ صادقین سے ہے۔ ۶۔ ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے، یہ علامتِ متواضعین سے ہے۔
۷۔ اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا ہے، تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ نشان راضیین سے ہے۔
۸۔ اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آجاتا ہے۔ مار کا کینہ نہیں رکھتا۔ یہ علامتِ خاشعین سے ہے۔ ۹۔ کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے یہ علامت مساکین سے ہے۔ ۱۰۔ کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے، تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ یہ علامت محزونین سے ہے۔

اے عزیز! قناعت کا سبق کتّے سے حاصل کر۔ تو نے اکثر دیکھا ہو گا کہ شکاری کتّوں کو جب گلی کوچوں کے کتّے دیکھتے ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مسکینو! جب تم نے عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید کیے گئے۔ اگر تم بھی گری پڑی اور روکھی سوکھی چیزوں پر قناعت کرتے، تو ہماری طرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں، تیرا کیا ضرر ہے اگر تجھے کوئی نہ پہچانے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معروف و مقبول ہے؟ تیرا کیا نقصان ہے اگر تیری تعریف نہ کی جائے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود ہے؟ تجھے کیا خوف ہے اگر تو دنیاوی حالات میں شکست کھاتا ہے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مظفر و منصور ہے۔ تیرا کیا بگاڑ ہے اگر تجھ سے نفرت کی جاتی ہے جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں، آخر زمانہ میں علما قربِ امرا پر لڑیں گے جس طرح کہ مرد عورتوں پر لڑتے ہیں۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔

حضرت ضحاکؒ بن مزاحم فرماتے ہیں۔ میں ایک رات کامل ایسا لفظ تلاش کرتا رہا جس سے بادشاہ راضی ہو اور اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو لیکن نہ ملا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبی نے مصیبت کی شکایت اللہ تعالیٰ کے پاس

کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی "تو کب تک میری شکایت کرے گا؟ میں شکایت و مذمت کے قابل نہیں ہوں۔ تیرے کام کی ابتدا عالم الغیب میں اسی طرح تھی۔ پس تو کیوں میرے اعلیٰ انتظام پر ناراض ہوتا ہے؟ کیا تو چاہتا ہے کہ تیری خاطر دُنیا کو بدل دوں اور لوحِ محفوظ میں ردّو بدل کروں اور جو تو چاہے پُورا کر دوں اور اپنی مرضی نہ برتوں؟ جیسے تو چاہے وہ ہو جائے اور جو مَیں چاہوں وہ نہ ہو؟ مجھے اپنی عزّت کی قسم ہے، اگر تیرے سینے میں پھر یہ بات کھٹکے، تو مَیں تجھے نبوّت سے محرُوم کر دوں گا، اور تجھے دوزخ میں ڈال دُوں گا اور مجھے کچھ پروا نہیں ہے۔"

مسلم نخاثؒ فرماتے ہیں، جب درہم و دینار پر مہر لگائی جاتی ہے تو شیطان اس کو بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے جو تجھ سے محبت کرے وہ میرا سچا غلام ہے۔

اُس شخص سے بچو جو اپنی برائیاں لوگوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

یہ بات ثابت کرنا بڑا مُشکل ہے کہ جائیدادوں اور جاگیروں کے موجودہ حقوق کس بنا پر جائز ہیں۔ سب سے پہلی دستاویز تو تلوار کی نوک سے تحریر کی گئی تھی اور سپاہیوں نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ قیمت کے عوض تلوار اور خنجر اور بھالے کی چوٹیں ادا کر کے اُن پر انسانی خون کی مہریں ثبت کی گئی تھیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ ہی ناجائز کو جائز بنا دیتا ہے۔ وہ مہربانی کر کے میرے اس سوال کا تسلّی بخش جواب دیں کہ ایک گناہ کو نیکی بننے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے اور کس شرح سالانہ سے ایک ناجائز سودا جائز سودا بن جاتا ہے؟

اس بدنصیب دُنیا میں کروڑوں انسانوں کی روٹی کا دارومدار اور روزی کا انحصار معاشرتی برائیوں اور بدعتوں پر قائم رہتا ہے۔ شراب خوری، زناکاری کی لعنت پر لاکھوں خاندان پل رہے ہیں۔ جرائم کی بدولت ہزاروں محکمے چل رہے ہیں، حتیٰ کہ پادریوں کا روزگار بھی گنہگار مہیا کرتے ہیں۔ پانی سے آگ بُجھ جاتی ہے، چھتری سے دھوپ رُک سکتی ہے، آنکس سے مست ہاتھی مطیع ہو سکتا ہے، لکڑی سے دُوسرے جانور قابو میں آ سکتے ہیں۔ ہر بیماری کے لیے ایک دَوا ہے، ہر گناہ کی تلافی کے لیے کوئی طریق ہے، لیکن احمقوں کی حماقت کسی طرح دُور نہیں ہو سکتی۔

ظاہرا صورت پر اعتبار کرنا بسا اوقات باعثِ پشیمانی ہوتا ہے کیونکہ بعض گندم نما جو فروش اپنے چلن پر پردہ ڈالنے کے لیے زہرِ ہلاہل کی بوتل پر جوہرِ حیات لکھ دیتے ہیں۔

بوڑھے خاوند کو جوان بیوی قبر تک پہنچانے میں گھوڑے کی ڈاک ہے۔

دروازہ جو غریبوں کے لیے نہیں کھلتا، ڈاکٹر کے لیے کھلتا ہے۔

ایک حسین اور با عصمت خاتون خدائے قدوس کی صنعتِ کاملہ کا نمونہ، فرشتوں کی حقیقی شان و شوکت، زمین کا نادر معجزہ اور دنیا کی عجیب ترین چیز ہے۔

ضرورت سے خواہش، خواہش سے کوشش، کوشش سے حصول اور حصول سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

موجودہ نسل فضا میں پرواز کر سکتی ہے، وائرلیس کے ذریعے سے گفتگو کر سکتی ہے ایٹمی طاقت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے، لیکن بچوں کی تربیت اور پرورش سے عاری ہے۔

امن دو جنگوں کے درمیانی وقفے میں ایک دوسرے کو فریب دینے کا نام ہے۔

جنگ کے بعد ملک میں تین قسم کی فوج رہ جاتی ہے۔ زخمیوں اور اپاہجوں کی فوج۔ ماتم کرنے والوں کی فوج اور چوروں کی فوج۔

جب سے مرد نے عورت کا روپ دھارا ہے وہ اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

عورت نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام کو احمق بنایا تھا۔ اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے آج بھی اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے کہ عورت نے مرد پر حکومت کی اور شیطان نے عورت پر۔

مجھے تو مزدوروں کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں کی نسبت مردم خور وحشیوں اور درندوں میں ہزار گنا زیادہ انسانیت، مروّت اور رحمدلی کے آثار نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک دفعہ ہی انسان کو چیر پھاڑ کر کھا لیتے ہیں لیکن سرمایہ دار تو زندگی بھر مزدوروں کا خون چوستے رہتے ہیں اور ان کی نسلوں کی نسلیں تباہ کر ڈالتے ہیں اور مزا یہ ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہیں ہونے دیتے۔

شام کو فٹ بال، ہاکی، ٹینس، گھوڑ دوڑ اور پولو وغیرہ کو اپنی تندرستی کے لیے لازمی تصوّر کرنے والو! دیہاتوں میں جا کر ان بدنصیب کسانوں کا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے جن کے جسم کی ہڈیاں سخت محنت کے باعث چور ہو رہی ہیں۔

وہ دوزخ جس میں قاعدۂ مساوات ہو، اس جنّت سے بہتر ہے جس میں تفریقِ درجات ہو۔

اگر کسی رات کو اچانک کوئی ایسی وبائے خاص پھیلے کہ جس کے سبب سے دُنیا بھر کے تمام بادشاہ نواب، مہاراجے، رائے، رئیس، جاگیردار، سیٹھ، ساہوکار، اُمراء، سرمایہ دار، وکیل اور بیرسٹر وغیرہ مر جائیں، تو نظامِ عالم میں ذرہ بھر فرق نہ پڑے، لیکن اگر اس قسم کی وبا کے شکار کسان، جلاہے، لوہار، بڑھئی، دھوبی، درزی، معمار، تیلی، نائی، چمار، بھنگی، گوالے، گڈریے، کوچوان، قلی، مزدور، گاڑیبان اور موٹر ڈرائیور وغیرہ شکار ہو جائیں، تو یہ دُنیا کسی کام کی نہ رہے اور بہت بڑا دوزخ بن جائے۔

اگر کسی ایک انسان کی جان لینا قتل کہلاتا ہے اور سوسائٹی کا قانون اس کے لیے سزائے موت تجویز کرتا ہے، تو لاکھوں انسانوں کا بے دریغ خُون بہانے اور کشتوں کے پُشتے لگانے والا درندہ خصلت، جلاد صفت، وحشی آدمی، فاتح اور جرنیل کیسے کہلا سکتا ہے؟

کوئی مُلک ہرگز غلام نہیں بنایا جا سکتا تا وقتیکہ خود اُس مُلک کے باشندے حملہ آور کی معاونت نہ کریں۔ لقمان کا قول ہے کہ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا، جب تک اُس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔

دو شخصوں کو کمر میں پتھر باندھ کر دریا میں غرق کر دینا چاہیے۔ ایک تو ایسے دولتمند کو جو اپنی دولت میں مستحق لوگوں کو شریک نہ کرے۔ دُوسرے ایسے مفلس کو جو باوجود افلاس کے خُدا تعالےٰ کی عبادت نہ کرے۔ راستی سے نیکی کی، مطالعہ سے علم کی، نیک رُوی سے حُسن کی، نیک طینتی سے خاندان کی، ناپ تول سے غلہ کی، پھیرنے سے گھوڑے کی، غور و پرداخت سے جانوروں کی اور سادہ لباس سے عورت کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔

جبلہ نامی شام کا ایک مشہور رئیس مُسلمان ہو گیا تھا۔ کعبہ کے طواف کے وقت اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اُس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصّہ سے بے تاب ہو گیا اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کیا اس کی سزا پائی۔ اس نے کہا کہ ہم اس رُتبہ کے شخص ہیں کہ ہم سے جو گستاخی کرے، اُس کی سزا قتل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے پست و بلند ایک کر دیا۔

سُلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں: "اگر کسی نے تیری ایذا

کے لیے راستے میں کانٹے رکھے ہیں تو تُو انہیں راستہ سے ہٹا دے اور اگر تُو نے بھی اِس کے جواب میں اس کے راستے میں کانٹے رکھے تو پھر تمام دُنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: "خواہشاتِ نفس کی متابعت کرنے والا دنیا و آخرت دونوں میں گرفتارِ عذاب رہتا ہے، دُنیا میں بوجہ اس کی تلاش کے اور آخرت میں بوجہ حساب کے۔ یاد رہے جس کی خوراک زیادہ ہے اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہوگا اور جس کے پیٹ کا گوشت زیادہ ہے اس کی خواہشات بھی بہت زیادہ ہوں گی اور جس کی شہوات زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور اس کا دل بھی سخت ہوگا اور جس کا دل سخت ہوگا وہ معاصی و آفات میں غرق ہوگا۔ وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

حضرت ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں۔ مچھر جب تک بھُوکا ہے زندہ رہتا ہے۔ سیر ہو جائے تو موٹا ہو جاتا ہے اور جب موٹا ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ ایسا ہی انسان کہ جب موٹا ہو جاتا ہے تو اس کا دِل مر جاتا ہے۔" حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں: "شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے تیرا کھانا کیا ہے؟ لباس کیا ہے اور سکونت کہاں ہے؟" میں جواب دیتا ہوں کہ میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے۔"

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ادھم بلخیؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دُعائیں قبول نہیں فرماتا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم خدا کو جانتے اور مانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو، مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو، مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہُوئے بھی کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے، مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دُشمن سمجھتے ہو، مگر اس سے نہیں بھاگتے، بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو، مگر عبرت نہیں پکڑتے۔ موت کو برحق جانتے ہو، مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں پکڑتے، بلکہ دُنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔ اپنی بُرائیوں کو ترک نہیں کرتے، لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو۔ بھلا ایسے شخص کی دُعا کیسے قبول ہو؟"

نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دستر خوان پر شکم کی حفاظت کر۔
عورت خود ہی فتنہ ہے اور اس کا لکھنا سیکھنا سخت ترین فتنہ ہے۔
وہ غنا حاصل کرنا چاہیے جو فنا نہ ہو، وہ زندگی جس کو تغیّر نہ ہو، وہ ملک جو بے زوال ہو، وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو۔
عورتوں کے کہنے پر کبھی عمل نہ کرو، تمام آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہو گے۔
خوش خلقی فائدہ مند تجارت ہے۔ قناعت خزانہ ہے۔ دُنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے۔ توکّل پناہ اور عقل کشتیٔ نجات ہے۔
انصاف راحت ہے، صحت بضاعت، کاہلی اضاعت، راستی امانت اور دروغ گوئی خیانت ہے۔ علم کا دُشمن تکبّر، عقل کا دُشمن غُصّہ، صبر کا دُشمن لالچ اور راستی کی دُشمن دروغ گوئی ہے۔
دولت بمقابلہ عزّت، شوکت بمقابلہ حکمت، سلطنت بمقابلہ عبادت، صُورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت ہیچ ہے۔
توارت کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہُوا اللہ کے دیے پر آرام پایا اُس نے دنیا و آخرت میں۔ زبُور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے اس نے نجات پائی دُنیا و آخرت میں۔ انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے ڈھایا خواہشوں کو عزّت پائی اس نے دُنیا و آخرت میں۔ قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیعِ خالق و شفیق مخلوق رہ کر نگاہ رکھا جس نے زبان کو وہ سلامت رہا دُنیا و آخرت میں۔
دَولت ایک معشوق ہے بے وَفا۔ عُمر ایک حریف ہے گریزپا۔ نہ اس کو قیام نہ اس کو دوام۔
وہ شخص جس کا ستارہ اقبال پر نہ ہو اُس کے تمام ہنر خلق میں نامقبول ہوتے ہیں۔ اس کی شجاعت دیوانگی کہلاتی، اس کی فصاحت حشو، اس کی کریمی فساد و نمود، اس کا فضل فضول اور اس کا ہر کام بے اصول شمار ہوتا ہے۔
چار نیکیاں افضل ترین ہیں۔ غصّہ کے وقت درگزر، تنہائی میں پارسائی، تنگدستی میں سخاوت اور طاقت کے باوجود انکساری۔ مال دار کو بُخل، حاکم کو طمع، جوان کو سستی، عابد کو غرور اور سخی کو افسوس خراب کرتا ہے۔

زبان اگرچہ تلوار نہیں، پر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ بات اگرچہ تیر نہیں مگر تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے۔ غصّہ اگرچہ شیر نہیں، لیکن شیر سے زیادہ خوفناک ہے۔ نشہ اگرچہ سانپ نہیں، مگر سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔ گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔

عالمِ بے عمل، موم بے عسل سخی بے زر، درختِ بے ثمر۔ ہرزہ گو آدمی، بولتا ہوا جانور، احمق انسان۔ ناطق حیوان۔ تیغِ بے جوہر، بے مصرف وناچیز، عالم بدکار۔ سوتا ہوا سوار۔ جاہل پرہیزگار پیادہ تیز رفتار، حاکمِ بے عدل، اندھا کنواں، مالدار بخیل، ابرِ بے باراں منعم بے کرم۔ دونوں جہاں میں رُوسیاہ۔ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ ۱۔ نیکی بدی کو۔ ۲۔ تکبّر علم کو۔ ۳۔ توبہ گناہ کو۔ ۴۔ جھوٹ رزق کو۔ ۵۔ عدل ظلم کو۔ ۶۔ غم عمر کو۔ ۷۔ صدقہ بلا کو۔ ۸۔ غصہ عقل کو۔ ۹۔ پشیمانی سخاوت کو۔ ۱۰۔ غیبت نیک اعمال کو۔

دس خصلتیں دس شخصیتوں سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ ۱۔ بُخل مال داروں سے۔ ۲۔ تکبر فقیروں سے۔ ۳۔ طمع عالموں سے۔ ۴۔ بے شرمی عورتوں سے۔ ۵۔ حُبِّ دُنیا بوڑھوں سے۔ ۶۔ سُستی جوانوں سے۔ ۷۔ ظلم بادشاہوں سے۔ ۸۔ نامردی غازیوں سے۔ ۹۔ خود پسندی زاہدوں سے۔ ۱۰۔ ریاکاری عابدوں سے۔

پانچ چیزیں تکلیف دِہ ہیں۔ ۱۔ جذام کا مرض۔ ۲۔ بُرے کا قرض۔ ۳۔ حاکم ستمگار۔ ۴۔ بگڑا گنوار۔ ۵۔ جاہل عہدیدار اور ہمسایہ بدکار۔

بے لُطف ہے سیرِ بوستان بغیرِ دوستان۔ عُمر بے شباب۔ شربت بے گلاب۔ زین بے رکاب۔ ریش بے خضاب۔ طبیعت بے جَودت۔ سخن بے حکمت۔ مالِ بے تجارت۔ دلِ بے سخاوت۔ مردِ بے جرأت۔ زنِ بے عصمت۔ زور بے حکم۔ دَوائے بے پرہیز۔ زندگی بے پسر۔ عمل بے علم اور علم بے عمل۔ آٹھ چیزیں سیر نہیں ہوتیں۔ ۱۔ آنکھ دیکھنے سے۔ ۲۔ زمین بارش سے۔ ۳۔ عورت مرد سے۔ ۴۔ عالم علم سے۔ ۵۔ سائل سوال سے۔ ۶۔ حریص جمع مال سے۔ ۷۔ دریا پانی سے۔ ۸۔ آگ لکڑیوں سے۔ (حدیث)

تین شخص سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔ ۱۔ فقیر متکبّر۔ ۲۔ بڈھا زانی۔ ۳۔ بدکار عالم۔ (علیؓ)

عورت کی خُوبی دو باتوں میں ہے۔ ۱۔ اس کو کوئی نامحرم نہ دیکھے۔ ۲۔ وہ کسی نامحرم کو نہ

دیکھے۔ (خاتونِ جنت رضؓ)

عورت سے چار چیزیں چاہو۔ ۱۔ اس کے دل میں نیکی ہو۔ ۲۔ اس کے چہرے میں حیا ہو۔ ۳۔ اس کی زبان میں شیرینی ہو۔ ۴۔ اس کے ہاتھ کام میں لگے رہیں۔

لوگوں سے کنارہ کش رہ تین برکتیں حاصل ہوں گی۔ ۱۔ راحتِ جسمانی۔ ۲۔ قوتِ رُوحانی۔ ۳۔ حفاظتِ ایمانی۔ بادشاہوں کے جاہ و جلال و شان و شوکت، اُمراء کے دولت و مال و حشمت و ثروت اور حسینوں کے حسن و جمال اور زیب و زینت ہی کو نہ دیکھو، بلکہ بنظرِ عبرت یہ دیکھو کہ کتنی جلدی جلدی چلے جاتے ہیں۔

عورت سے خلوت کرنا ہی معصیت ہے اگرچہ زنا نہ کرے بلکہ ایسی جگہ کھڑا ہونا بھی گناہ ہے جو عورتوں کی گزرگاہ ہے۔ دُنیا میں شعر ایک نوحۂ ماتم، موسیقی ایک فغان یاس، پھول ایک منجمد قطرۂ گریاں، روشنی ایک اُمیدِ گریزاں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

دُنیا پرستو! تم کو دُنیا کی کس چیز نے مغرور بنا رکھا ہے؟ حالانکہ یہ ایسا گھر ہے کہ اس میں بھلائی بہت قلیل، اس میں طرح طرح کے شر موجود۔ اِس کی نعمتیں سریع الزوال اور مسلوب، اس سے صُلح رکھنے والا مغلوب، اس کا مالک درحقیقت مملوک اور اس کا سامان آخرکار متروک ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

اگر تُو تمام دُنیا کو بھی چھان ڈالے بہت کم لوگوں کو قابلِ صحبت پائے گا۔ ورنہ عوام کالانعام کا یہ حال ہے کہ قائل اقوال بیہودہ، فاعل افعال گناہ آلودہ، مواعظ و نصائح میں سب لقمان زمان اور بدکرداری میں بے تکلف شیطان۔ چھوٹے بزرگوں کے ساتھ بجوش۔ ہمسایہ کے ساتھ ہمسایہ بجزوش۔ تمام وضیع و شریف حق پوش اور ناحق کوش، اظہارِ حق سے خاموش، گلیم شقاوت بردوش، شیطان کا حلقہ بندگی بگوش۔ سب کو روزِ جزا فراموش بادۂ مکرو فریب سے مدہوش، گندم نما جو فروش۔ ناقصانِ دہر اور ستم پیشہ۔ شاہدِ مُراد سے ہم آغوش، فکرِ فردا نہ ذکرِ دوش۔ حصولِ معاش و فکرِ نان سے آزاد مصروف نائے نوش، بخلاف ازیں اہلِ علم و ہُنر و طبقہ نیکاں سینہ بریاں و چشم گریاں، ہمہ تن عُریاں یا بوریا پوش، بے خانماں یا خانہ بدوش۔ فرزانہ و خردمند کو افلاس و پریشانی بے خرد اور نالائقوں کو آسودگی و تن آسانی۔ بوڑھے بے انصاف، جوان

بے حیا او بے باک اور چھوٹے گستاخ۔ طبقۂ نیکاں رنجور، گروہ بداں مسرور، حق شکست خوردہ مقہور، باطل مظفر و منصور۔ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے خونخواری کر رہے ہیں۔ ان کی یاری گویا بے کسی ہے اور ان کی ہمراہی بمنزلہ واپسی، دُعا کی بجائے دغا ان کا پیشہ۔ محبت ایک دَوا ہے جو طبلۂ عطار روزگار میں نہیں پائی جاتی اور وفا ایک جوہر ہے جو زمانہ ناہنجار کے خزانے میں موجود نہیں۔ مروت مثل سیمرغ کے ہے کہ جس سے سوائے نام کے کچھ حاصل نہیں اور انصاف مانند کیمیا ہے کہ جس کا کہیں نشان نہیں۔ ان کا اظہار اتحاد و لاف یگانگی مثل تقرب بادشاہاں و حسن خوباں و لطف دیوانگاں و اعتقاد بے خرداں و طفلان خوش گلو کے ہے کہ ان میں سے ایک بھی سزاوار اعتماد اور شایان اعتبار و قابلِ یقین نہیں ہے اور معمولی باتوں پر ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچتا رہتا ہے۔

؎ اگر موت آئے نہ رنجور ہو — جو چھٹی ہو مزدور مسرور ہو
بدل جائے جینے کا دُکھ چین سے — جو مر جائے سو جائے سُکھ چین سے
بِلا مرنے والوں کو آرام وہ — کہ اُٹھنے کا لیتے نہیں نام وہ

اے اہل دُنیا! جان لو کہ تم کو بھی ایک دن مرنا۔ موت کے بعد اُٹھنا اور اپنے نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا کو پہنچنا ہے۔ پس دُنیا کے چند روز جینے پر مت بھولو اور موت کو کبھی نہ بھولو۔ دُنیا مصیبت کا گھر ہے۔ فنا ہونا اس کا مشہور اور دھوکا دینا اس کا شعار ہے۔ اس کی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال ہے۔ جب آدمی کو اس میں تھوڑا آرام ملتا ہے، تو اس کے عوض برسوں کا رنج سامنے آجاتا ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اس کا ذائقہ چکھنا سب کو لازم ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندو! آج تمہارا دُنیا میں ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا جو تم سے عمر میں زیادہ، طاقت میں قوی، آبادی میں کثیر اور مکانات میں اعلیٰ تھے۔ مگر زمانہ کے انقلاب سے آج ان کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ ان کے جسم قبروں میں سڑ گئے، شہر اُجڑ گئے اور مکانات گر گئے۔ یا وہ محلات عالیشان گاؤ تکیے اور مخملی فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹیں، خاکِ گور اور گوشۂ لحد ہے۔ کیا تمہیں کچھ شبہ ہے کہ جیسا ان کا حال ہوا وہی تمہارا حال نہ ہوگا؟ وہی تنہائی نہ ہوگی اور وہی خاک میں یہ جسم کیڑوں کی

خوراک نہ ہوگا؟

سنورتے تھے کہ اک عالم کی آنکھیں ہم کو دیکھیں گی
خبر کیا تھی ہماری مجلس ماتم کو دیکھیں گی

ستم ہے جامۂ ہستی کا اس تن سے جدا ہونا
لباس تنگ ہے اُترے گا آخر دھجیاں ہو کر

جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے
زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے

نظرِ غور سے جو دُنیا کی حالت دیکھی
ہم نے برپا ہیں ہر روز قیامت دیکھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پُوچھا کہ علم بہتر چیز ہے یا دولت۔ آپ نے فرمایا علم دولت سے بہتر ہے، اِس لیے کہ دولت قارون و فرعون کو ملتی ہے اور علم پیغمبروں کو ملتا ہے۔ انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ دولت والے آدمی کے دُشمن بہت ہوتے ہیں، مگر علم والے آدمی کے دوست۔ دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت مند بخیل اور علم والا سخی ہوتا ہے۔ دولت کو چور چرا سکتے ہیں علم کو نہیں چرا سکتے۔ دولت غرور سکھاتی ہے اور علم حلم سکھاتا ہے۔ دولت کی حد ہوتی ہے لیکن علم کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

نیک دل انسان دُشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرنے سے نہیں چُوکتے۔ صندل اس کلہاڑے کا منہ بھی خوشبودار کر دیتا ہے جو اُسے کاٹتا ہے۔

ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے نوکر رکھ لو۔ قزاق نے پُوچھا: "پہلے تم نے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟" اُس نے کہا: "دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس میں رہا ہُوں۔" قزاق نے اُسے نوکر رکھ لیا اور کہا: "یہ دونوں نوکریاں تُو نے ایسی کی ہیں کہ گویا اتنی مدت تُو ہمارے ہی گروہ میں رہا ہے۔"

تواریخ میں مذکور ہے کہ سکھدیوجی نے اپنے باپ بید بیاض جی سے کہا، مَیں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جائے اور جیون مکت کا مرتبہ میسّر ہو۔ باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالبِ صادق تھا، منازل طے کر کے راجہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ جی کو میرے آنے کی اطلاع دے دو کہ سکھدیوجی، بید بیاس جی کا پُتر آیا ہے۔ راجہ نے کہا، اچھا کھڑا رہنے دو۔ تین روز کے بعد پھر اطلاع کی، تو کہا اچھا

دُوسرے دروازے پر لاؤ۔ وہاں بھی تین روز کھڑا رہا۔ تیسری بار اطلاع کی تو کہا آنے دو۔ سکھدیو اُندر گیا تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹھ دُنیا داری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا یہ تو خود جگت بیوپاری ہے۔ مجھ کو کیا تعلیم کرے گا؟ راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا۔ اس کو ٹھہرایا اور دُوسرے دن شہر کے تمام اطراف میں اور گلی کوچوں میں ناچ رنگ اور جا بجا تماشا کرایا گیا۔ پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورا دودھ سے لبریز اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک کی پُوری سیر کرو، مگر خبردار دودھ نہ گرنے پائے۔ اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اس کے ہمراہ کیے کہ اگر ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے، تو سکھدیو کے پُرزے اُڑا دو۔ اِسی طور سے جیسا اس کو حکم ہوا تھا، وہ دونوں سپاہی سکھدیو جی کو شہر میں پھرا کر لے آئے۔ راجہ نے پُوچھا "دودھ تو نہیں گرا۔ سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور اگر ایسا ہوتا تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے، قتل نہ کر دیے جاتے۔ پھر راجہ سکھدیو جی کی جانب متوجہ ہوا۔ اور دریافت کیا کہ آج تُم نے تماشا تو خوب دیکھا ہوگا۔ جا بجا ناچ تماشے کی دھوم دھام تھی۔ اس نے جواب دیا کہ مہاراج! مجھ کو اس کٹورے کی حفاظت بلائے جان ہو رہی تھی۔ ہر دم یہی خوف تھا، اگر دودھ کا قطرہ بھی گرا تو فوراً مارا جاؤں گا۔ بھلا اس حالت میں تماشا کیا دیکھتا مجھ کو بجز دودھ کے اور کوئی شے نظر نہیں آئی۔

اس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تُم پر یہ ایک دن گزرا ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اِس دولت، حشمت طمطراق اور مال و جاہ کی کرّ و فر ہماری نظر میں سب ہیچ ہے۔ ہماری توجہ کسی طرف نہیں۔ تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔ اے سکھدیو! اسی واقعہ سے جو تم پر گزرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے۔ تن کٹورہ مَن دودھ اور راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا۔ وہ دُنیائے فانی کا سیر و تماشا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی دُنیا کے دھندے میں دل نہیں لگایا کہ ایسا نہ ہو دودھ گر جائے اور دل یادِ الٰہی سے چُوکے اور مارا جائے۔ اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اس کے حوصلے کے موافق تعلیم دے کر رخصت کیا۔

ندامت چار قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ ندامت ایک دن کی، جب کوئی شخص گھر سے بلا کھانا کھائے چلا جائے۔ ۲۔ ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے۔ ۳۔ ندامت عُمر بھر کی، جب بیوی سے موافقت نہ ہو۔ ۴۔ ندامت ابدی کہ خُدائے برتر ناخوش ہو۔

وقت روئی کی گالوں کے مانند ہے۔ عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اس کے قیمتی پارچات بنا لو۔ ورنہ جہالت کی آندھیاں اُسے اُڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیں گی۔

صُوفی زمین کی مانند ہے جس پر ناپاک چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ لیکن جتنی چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں نفیس و پاک ہوتی ہیں۔

صُوفی وہ ہے جس کو جانوروں کی آواز میں۔ ہر ایک سوز و ساز میں۔ چڑیوں کی چہک میں۔ پھُولوں کی مہک میں سبزے کی لہک میں۔ جواہرات کی دمک میں۔ سورج کی چمک میں۔ سماو سمک میں۔ درختوں کے رنگ میں۔ شیشہ و سنگ میں۔ آہنگِ رباب و چنگ میں۔ زمزمۂ گنگ میں۔ پتھر کی سختی میں۔ خوشحالی و بدبختی میں۔ زمین کی نرمی میں۔ آتش کی گرمی میں۔ دریا کی روانی میں۔ کواکبِ آسمانی میں۔ پہاڑ کے اُبھار میں۔ بیابان و مرغزار میں۔ خزاں و بہار میں۔ ایک نادیدہ ہستی کا جلوہ نظر آئے۔

ساری دُنیا کے انسانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اللہ کے احکام پر چلو۔ دین میں نئی بات نہ نکالو۔ نافرمانی مت کرو۔ صبر رکھو۔ بے صبری نہ کرو۔ کشائش کا انتظار کرو۔ نا اُمید نہ ہو۔ اللہ کے ذکر پر سب متفق ہو جاؤ۔ آپس میں پھوٹ پیدا نہ کرو۔ توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ معصیت کی گندگی سے آلودہ نہ ہو اور اپنے مولا کے دروازے سے نہ ہٹو۔ فرائض کے بعد اچھے کاموں میں سب سے اچھّے کام محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا ہے اور خاص و عام کے ساتھ خوش خلقی کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں۔ اے مسکین جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب دین کے طالب علموں اور فقرا اور مساکین پر صدقہ کر دے یا دینی درسگاہ بنوا کر آخرت میں اپنے ربّ سے اجر لے لے، پیچھے کچھ نہ چھوڑ۔ جس اللہ نے تجھے دیا تھا، وہ تیری اولاد کو بھی دے گا۔ اگر تیری اولاد نیک ہوگی، تو نیکوں کا وہ خود وارث ہے اور اگر بدکار ہوگی، تو تجھے ان کی ضرورت نہیں۔

اللہ کے ہو جاؤ۔ تقویٰ ضروری سمجھو۔ اپنے نفس کا ساتھ نہ دو۔ صبر کا دامن تھام لو۔ اللہ کے طلب گار بن جاؤ۔ غرور سے باز آجاؤ۔ ظاہر کی آراستگی پر اکتفا نہ کرو۔ طرح طرح کی غذائیں کو کھاؤ، مگر زہد کے ہاتھ سے نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے۔ قسم قسم کا کھانا کھا، مگر تیرا دل حق تعالیٰ

کے ساتھ رہے تو کھانوں کی خرابی سے محفوظ رہے گا اگر طبیب کے ہاتھ سے کھائے گا۔

دوستو ہمارے دل کس قدر سخت ہو گئے۔ ہم امانت کھو بیٹھے۔ ہمارے درمیان سے رحمت و شفقت اُٹھ گئی۔ شریعت کے احکام ہمارے پاس امانت تھے۔ جن کو ہم نے چھوڑ دیا۔ افسوس اگر ہم امانت کی حفاظت کو ضروری نہ سمجھیں گے، تو عنقریب ہماری آنکھوں میں پانی اُتر آئے گا۔ اللہ پاک اپنی رحمت کا دروازہ ہم پر بند کر دے گا۔ دوستو اپنے سروں کو اللہ کے سوا دُوسروں کے سامنے جھکانے سے محفوظ رکھو۔ اندھے پن اور غفلت سے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو، بلکہ بصیرت اور علم اور بیداری کے ساتھ اُن سے ملو۔ اگر اُن سے کوئی اچھی بات ملے تو اختیار کر لو۔ بُری بات ہو تو اُس سے خود بھی اجتناب کرو اور اُن کو بھی روک لو۔ افسوس تو کس قدر تاویلیں کرتا ہے اور وجوہ جواز ڈھونڈتا ہے۔ اپنے ناروا فعل کی تاویلیں کرنے والا بد عہد باغی ہے۔

عزیمت جاتی رہی اور اس کے اہل بھی جاتے رہے۔ یہ زمانہ رخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا۔ یہ زمانہ دوغلی بات نفاق اور دُوسروں کا مال لینے کا رہ گیا۔ بہت لوگ ہیں جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام نیک کام مخلوق کے لیے کرتے ہیں۔ خالق کے لیے نہیں کرتے۔ اِس دنیا کا بڑا حصّہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا۔ دوستو ہم سب مُردہ دل ہیں۔ زندہ نفس ہیں، زندہ خواہش والے ہیں، طالب دُنیا ہیں۔ دل کی زندگی اِس میں ہے کہ مخلوق کے خیال سے نکل جائے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جائے۔ یہاں صُورت کا اعتبار نہیں، قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ممانعت پر پابند رہنے اور مصائب پر صبر رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مال دار بننے کی تمنا نہ کرو۔ بوالہوس نہ بنو۔ علم بغیر عمل کے مفید نہیں اور عمل بغیر اخلاص کے نامکمل ہے۔ کماؤ اور کھاؤ اور اس سے دوسروں کی غم خواری بھی کرو۔

اللہ کا شکوہ بندہ سے نہ کرو۔ اللہ سے ڈرنا کامیابی کی کنجی ہے۔

غنیمت سمجھ زندگی کے دروازہ کو جب تک وہ کھلا ہوا ہے۔ لوگو بنا لو جو کچھ توڑ چکے ہو۔ دھو لو جس کو گندہ کر چکے ہو۔ سنوار لو جس کو بگاڑ چکے ہو۔ صاف کر لو جس کو میلا کر چکے ہو۔ لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو۔ واعظ بننا زیبا نہیں۔ جب تک اپنے باطن کے اعتبار سے سب

کو چھوڑ نہ دے۔ کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے، پشیمانی کی رسی اس کی گردن میں ہوتی ہے۔ بدکاروں کی محبت سے پرہیز کرو۔ اللہ سے شرماؤ۔ غفلت میں نہ پڑے رہو۔

شریعت پر عمل کرنے سے ہی رُوحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ طلب کرو یا نہ کرو رزق مقدر ضرور ملے گا۔ احمق کی صحبت بڑی نقصان دہ ہے۔ اگر تُو جاہلوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اُن کی جہالت تجھ تک بھی پہنچے گی۔ اپنی حقیقت کو پہچانو۔

قلب کے عمل کے بغیر زبانی علم تجھ کو حق کی طرف ایک قدم بھی نہ چلا سکے گا۔ رفتار قلب ہی کی رفتار ہے۔ بشرطیکہ اعضاء سے شریعت کی حدود کی محافظت ہو۔ جس نے اپنے اعمال مخلوق کے لیے کیے اس کا کوئی عمل نہیں۔ اعمال خلوتوں میں ہی ہوتے ہیں، جلوتوں میں نہیں ہوتے، بجز فرائض کے کہ اُن کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔

اگر یقین کی بُنیاد کو مضبوط کرنے میں کوتاہی ہو چکی، تو اُوپر کی عمارت کی مضبوطی بے سُود ہے۔ اگر بُنیاد مضبوط ہو اور اُوپر کی تعمیر میں خرابی آجائے، تو تعمیر کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بُنیاد توحید و اخلاص ہے۔ جس کے پاس توحید و اخلاص نہ ہو اس کے پاس کوئی عمل نہیں۔

ریاکار کا کپڑا صاف ہے، دل گندہ۔ مباح چیزوں کو ترک کر کے زاہد بنتا اور کمائی کرنے سے کاہل رہتا ہے۔ دین کے ذریعہ سے دُنیا کماتا ہے اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ عوام سے اُس کی حالت پوشیدہ ہے، مگر خواص سے مخفی نہیں۔ اس کا سارا زہد اور ساری طاعت ظاہر ہی میں ہے۔ اُس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے صرف قالب سے نہیں۔

تیری زبان پرہیزگار ہے، مگر تیرا دل بدکار۔ تیرا ظاہر مسلمان ہے، مگر دل کافر۔ تیرا بیرون موحد ہے مگر باطن مشرک۔ تیرا زہد ظاہر میں ہے، تیرا دین ظاہر میں ہے۔ لیکن تیرا باطن خراب ہے۔ جیسے بیت الخلا پر قلعی۔ مومن اوّل اپنا باطن آباد کرتا ہے، پھر ظاہر کو بناتا ہے۔ جیسے مکان بنانے والا پہلے بیرونی حصّہ بناتا ہے، پھر اندرونی تعمیر سے فارغ ہو کر دروازہ بناتا ہے۔ ایمانداروں کی آزمائش ہوتی ہے۔ خدمت کرو مخدوم بن جاؤ گے۔ عبادت میں تکلّف نہ برتو۔

افسوس کہ تُو حافظِ قرآن بنتا ہے اور اُس پر عمل نہیں کرتا۔ سنتِ رسول اللہ کا حافظ

بنتا ہے اور اُس کی عملی موافقت نہیں کرتا۔ دُوسروں کو حکم دیتا ہے خود نہیں کرتا۔ تم کیوں کہتے ہو ایسی بات جو خود نہیں کرتے۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ کیوں دعویٰ کرتے ہو ایمان کا حالانکہ تم خود مومن نہیں۔ بغیر عمل کے تحصیل علم میں عمر ضائع نہ کرو۔

شریعت کی حدود کی حفاظت کرو۔ عارف مصیبتوں میں رہ کر بھی دم نہیں مارتا۔ شریعت پر عمل کرنے سے ہی حقیقی تصوّف حاصل ہوتا ہے۔ اوّل ظاہری فقہ حاصل کرو، پھر باطنی فقہ کی تحصیل کے لیے عزلت اختیار کرو۔ تونگری کی طلب چھوڑ دو۔ تونگر بن جاؤ گے۔ اے علم کا دعویٰ کرنے والے مولوی! اللہ کے ڈر سے تیرا رونا کہاں گیا۔ تیری طرف سے گناہوں کا اقرار کہاں گیا۔ شب و روز اللہ کی اطاعت میں بسر ہونا کیا ہُوا؟ تیری اپنے نفس کو ادب آموزی کدھر گئی۔ تیری توجہ کا پُورا مرکز کُرتہ، عمامہ، کھانا پینا، نکاح مکان، دوکان اور دُنیا کے ساتھ تعلق ہی ہو کر رہ گیا ہے۔ اپنی توجہ کو ان تمام چیزوں سے الگ کرلے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تیرے نصیب کی ہو گی، تو اپنے وقت پر خود تیرے پاس آجائے گی۔ علماء، صلحاء اور اولیاء پہاڑوں کی طرح ہیں جن کو آفات و مصائب کی آندھیاں نہ ہلا سکتی ہیں، نہ اکھاڑ سکتی ہیں، وہ توحید کے مقام سے ہلتے ہی نہیں۔ مال دار اور فقیر کے درمیان امتیاز نہ رکھو عامل بن جاؤ۔ جان بوجھ کر جاہل نہ بنو۔ عالم باعمل اللہ کا نائب ہے۔ بندہ کے دل کی آبادی اسلام ہے۔ تم نفس کی دُنیا کے خواہش کے بندے ہو۔ عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔ تمہارے اقوال ہیں، افعال نہیں۔ افعال ہیں تو اُن میں توحید اور اخلاص نہیں۔ دُنیا سے کچھ بھی محبت رکھو گے، تو ہر گز فلاح نصیب نہ ہو گی۔ جہاد باطن جہاد ظاہر سے زیادہ سخت ہے۔ مسلمانو! ہمارا روزہ دار بن کر دن بھر بھوکا پیاسا رہنا اور شام کو مالِ حرام سے افطار کرنا کیا کارآمد ہو گا۔ حرام خورو! تُم دن میں اپنے آپ کو پانی پینے سے روکتے ہو اور افطار کا وقت آتا ہے، تو مسلمان بھائی کے خُون سے افطار کرتے ہو۔ تُم سیر ہو کر کھاتے ہو، حالانکہ تمہارے پڑوسی بھوکے ہوتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہو مُسلمان ہونے کا۔ مَیں کہتا ہوں یا تو اسلام کی جُملہ شرائط کے پابند بنو ورنہ مسلمان ہونے کا زبانی دعویٰ مت کرو۔ تم مخلوق کی غمخواری کرو، اللہ تمہاری غمخواری کرے گا۔ تُم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تُم پر رحم کرے گا۔

تجھے اعتماد ہے اپنے نفس پر۔ مخلوق پر۔ روپیہ پر۔ تجارت پر اور شہر کے حاکم پر۔ جس چیز پر تیرا اعتماد ہو وہی تیری معبود ہے۔ جس سے تجھے خوف یا طمع ہے وہی تیرا معبود ہے جس کو تو نفع پہنچانے والا سمجھے وہی تیرا معبود ہے۔ واعظ مت بن ظاہر کو خوبصورت بناکے جب کہ تیرا باطن بگڑا ہوا ہے۔ ریاکار منافق زبان سے دُنیا کمایا کرتے ہیں۔ اور باوجود نااہل ہونے کے نیکوں کی سی صُورت بناتا، ان جیسی باتیں کرتا اور اُن کا سا لباس پہنتا ہے حالانکہ اُن جیسے کام نہیں کرتا۔ کوشش تو کرو مدد کرنا اللہ کا کام ہے۔ اس سمندر میں ہاتھ پاؤں مارو۔ موجیں تمہیں اُٹھاکر اور پلٹے دے کر کنارہ تک لے ہی آویں گی۔ نصیحت وہی کارگر ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو۔

دُنیا کی مکروہات اور اُن سے نجات کا راستہ

جس کو بھی نجات ملی، اُس کو بغیر اس کے نجات نہیں کہ اُس نے سچّائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے پناہ لی اللہ نے فرمایا: اور اللہ نے رحمت فرمائی اُن تینوں پر جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے یہاں تک کہ جب باوجود کشادہ ہونے کے زمین اُن پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ سوا اس کے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جاوے۔ اس سے بچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں اور جس نے بھی نجات پائی اس نے بغیر صدق اور تقویٰ کے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا اللہ اہل تقویٰ کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے اور جس نے بھی نجات پائی بغیر وفا عہد کی نگہداشت کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پُورا کرتے ہیں اور پیمان کو نہیں توڑتے اور جس نے بھی نجات پائی بغیر تکمیل حیاء کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا: کیا اس کو علم نہیں ہوا کہ اللہ دیکھتا ہے اور مَیں کہتا ہُوں کہ بغیر حکم الٰہی اور قضاء سابق کے جس سے پہلے ہی اللہ واقف تھا کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا ہے: جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدار ہو چکی ہے، دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے۔ دُنیا اور اہلِ دنیا سے روگردانی کیے بغیر کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے

فرمایا ہے دُنیاوی زندگی تو بس کھیل اور بھلاوا ہے۔ رسول اللہؐ نے بھی ارشاد فرمایا کہ دُنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ قُربت حاصل کرنے والوں کے لیے حصولِ قرب کا ذریعہ ادا فرض سے بہتر اور کوئی نہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ نے دُنیا کو پیدا کیا ہے کبھی پسندیدگی کی نظر سے اُس کو نہیں دیکھا۔ دُنیا اللہ کی نظر میں مکروہ ہے اس لیے چشم رحمت سے کبھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ دنیا بندے اور خدا کے درمیان بڑا حجاب ہے۔ یہی کھرے کھوٹے کو پہچاننے کی کسوٹی ہے جس پر دُنیا کا کوئی اثر باقی ہو اس کو مناجاتِ الٰہی کی شیرینی مل نہیں سکتی۔ کیونکہ اللہ اور اس کی محبوب چیزوں کی دُنیا ضد ہے۔ اللہ نے ثواب کا وعدہ کیا، عذاب کی دھمکی دی ۔ جنّت و راحت کی رغبت دلائی۔ دوزخ سے ڈرایا۔ اِس طرح مخلوق کو اپنی توحید اور اطاعت کی طرف بُلایا۔ پس اُس نے ڈرایا دھمکایا، خوف دلایا، تنبیہ کی۔ تاکہ مخلوق کو کوئی عُذر باقی نہ رہے اور حجت پُوری ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا: اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اگر اس سے پہلے ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر ڈالتے تو قیامت کے دن وہ کہتے کہ پروردگار تُو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے ہم تیرے احکام کا اتباع کرتے۔ اللہ نے فرمایا: بغیر پیغمبر کو بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے۔ اللہ نے فرمایا۔ لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت اور دل کی بیماریوں کی شفاء اور عمومی ہدایت اور مومنوں کے لیے خصوصی رحمت پہنچ گئی۔ یعنی قرآن پاک۔ اللہ نے عذاب سے ڈرانے اور خوف دلانے کے لیے فرمایا۔ اللہ تم کو اپنے ذاتی عذاب سے ڈراتا ہے، اور خدا بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا جان لو کہ اللہ تمہاری باتوں سے واقف ہے۔ پس اُس سے ڈرتے رہو۔ جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے خُوب واقف ہے۔ اللہ نے فرمایا: عقلمندو مجھ سے ڈرو۔ اُس دن سے ڈرو جب تم کو بارگاہِ خداوندی کی طرف لوٹایا جاوے گا۔ پھر ہر شخص کو اُس کا کیا پُورا ملے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جاوے گی اِس

دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ اس کا بدلہ قبول کیا جاوے گا۔ نہ کوئی سفارش اُس کے لیے سُود مند ہو گی۔

لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن کا خوف کرو کہ کوئی باپ اپنی اولاد کے اور کوئی اولاد اپنے باپ کی طرف سے بدلہ نہ دے سکے گی۔ بلاشُبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تم کو دنیوی زندگی فریب خوردہ نہ بنا دے اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو دھوکے میں نہ رکھے۔ لوگو اپنے رب سے ڈرو۔ بلاشبہ زلزلۂ قیامت سخت چیز ہے۔

لوگو اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ جس کی صُورت یہ ہُوئی کہ پہلے آدم علیہ السلام کو بنایا اُس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور پھر دونوں سے بہت مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کو منقطع کرنے سے ڈرتے ہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہارا نگران ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچّی بات کہو۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ کل قیامت کے لیے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اللہ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم کو ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لایا جائے گا۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو یُونہی بیکار چھوڑ دیا جاوے گا کیا بستیوں والوں کو ڈر نہیں کہ رات کو سوتے میں ہمارا عذاب اُن پر آپہنچے یا بستیوں والے اِس بات سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب دن چڑھے اُن پر آپہنچے جب کہ وہ کھیلتے ہوں۔

اے مسکین اِن سب باتوں کا تیرے پاس کیا جواب ہے اور ان کے موافق تیرا کیا عمل ہے۔ ان ناپاک خواہشاتِ نفس سے تو کیوں باز نہیں رہتا جو دونوں جہان میں تجھے دُکھ پہنچانے والی اور اس بدبختی اور ذلّت کے مقام پر تجھے اتارنے والی ہیں جس کی آگ تجھے جلائے گی۔ جس کے سانپ تجھے نوچیں گے اور ڈسیں گے جس کے بچھو

اور کیڑے تجھے کاٹیں گے۔ جہاں کے کیڑے مکوڑے تجھے کھائیں گے۔ جہاں کے فرشتے اور چوکیدار تجھے ماریں گے اور روزانہ نو بہ نو قسم قسم کے عذاب تجھے دیے جاویں گے۔ جہاں فرعون، ہامان، قارون اور شیطانوں کے ساتھ تو برابر ہوگا۔ اللہ نے فرمایا جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لیے نکاس کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جو اُس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے اور اُس کا اجر بڑا کرتا ہے۔ اے انسان تجھے تیرے اس مالک کریم کے متعلق کس چیز نے فریب دے رکھا ہے جس نے تجھے بنایا اور ٹھیک کیا اور درست کیا۔

کیا ابھی اہلِ ایمان کے لیے وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد کی وجہ سے نرم پڑ جائیں۔ اللہ نے تجھے تقویٰ کے راستہ پر چل کر، تقویٰ کا پابند ہو کر اور تقویٰ پر ہمیشہ قائم رہ کر اپنے فضل کی، رحمت وسیع کی، پاکیزہ رزق کی، اپنے پاس راحت پذیر اور طمانیت اندوز ہونے کی ترغیب دی ہے اور تیرے لیے اس کا راستہ واضح کر دیا ہے اور حجت بیان کر دی ہے اور اس کے بعد تیرے گناہ معاف کر دینے کا اور خطاؤں کو ساقط کر دینے کا اور اجر و ثواب بڑھانے کا ذمہ لیا ہے اور فرمایا ہے۔ پھر تجھے غفلت، خواب اور راہ خدا کی طرف سے اندھا بن جانے اور اللہ کے احکام، نصائح اور تنبیہی مواعظ کو سُننے کے باوجود اَن سُنا بنا دینے پر تنبیہ فرمائی ہے تاکہ اس کے مُعاملے میں تو بے رغبت نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے بیان کیا کہ اللہ نے تجھے پیدا کیا۔ نیست سے ہست بنایا۔ پہلے تو کُچھ بھی نہ تھا، پھر تجھے زندگی بخشی۔ فقیری کے بعد مالدار کیا۔ کمزوری کے بعد طاقت عطا کی۔ نابینائی کے بعد تجھے اپنی اصلاحی چیزوں کو دیکھنے کے لیے بصارت دی۔ جہالت کے بعد علم دیا۔ گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی۔ پس اے غافل تو کیوں اس کے فضل وسیع کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے اور کیوں اس کی اطاعت کی پابندی سے سُستی کر رہا ہے۔ اس کی اطاعت تو تجھے دُنیا میں معزز بنا دے گی اور آخرت میں تجھے سعادتمند کر دے گی اور تیرے بلند درجات اُونچے کر دے گی۔ کیا تجھے حیاتِ دنیوی ہی پسند

ہے اور بہتر کے عوض حقیر کو ٹولینا چاہتا ہے اور دُنیا کو، دُنیا والوں کو اور اس ظاہری زینت کو جو فنا پذیر ہے تو نے فردوس اعلیٰ پر، پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دے رکھی ہے۔ کیا تُو نے نہیں سُنا کہ اللہ نے فرمایا ہے: کیا تم نے بجائے آخرت حیاتِ دنیوی کو پسند کر لیا ہے۔ حیات دنیا کا سامان تو آخرت میں حقیر ہو گا بلکہ تم دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے۔ پس جس نے سرکشی کی اور حیاتِ دنیوی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جان لو کہ جہنم میں داخلہ کفر کی وجہ سے ہو گا اور عذاب کی زیادتی طبقات جہنم کی تقسیم بُرے اعمال و اخلاق کے مطابق ہو گی اور جنت میں داخلہ ایمان کی وجہ سے ہو گا اور عیش کی زیادتی اور درجات جنت کی تقسیم اچھے اعمال اور اچھے خصائل کے مطابق ہو گی۔ اللہ نے جنت کو پیدا کیا ہے اور اہل جنت کو ثواب دینے کے لیے نعمتوں سے اس کو بھر دیا ہے اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کو سزا دینے کے لیے اُس کو عذاب سے بھر دیا ہے اور دُنیا کو پیدا کر کے آزمائش اور امتحان کے لیے اس کو دُکھ سکھ سے بھر دیا ہے۔ پھر مخلوق کو پیدا کیا۔ تو جنت دوزخ اُن سے پوشیدہ ہیں۔ اُن کی نظروں کے سامنے نہیں۔ (وہاں) دنیوی دکھ سکھ آخرت کا نمونہ ہیں اور آخرت کی راحت و تکلیف کا چسکا ہیں۔ اللہ نے اِس زمین پر اپنے بعض بندوں کو بادشاہ بنایا۔ لوگوں کے دلوں میں ان کا رُعب ڈالا اُن کو تسلط عطا کیا اور اس تسلّط کے ساتھ لوگوں کو حکمران بنا دیا۔ اللہ کی تدبیر حکمرانی اور اجراء امر کی یہ ایک مثال اور نمونہ ہے اور اس سب کی خبر قرآن مجید میں دے دی اور اپنی حکومت، اقتدار۔ انتظام۔ احسان اور منفعت کی حالت کا بھی ذکر کر دیا اور مثالیں بھی بیان کر دیں۔ اِس کے بعد اللہ نے فرمایا: ہم یہ مثالیں (کہاوتیں) لوگوں کی اصلاح کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اِن کو سمجھتے صرف عالم ہی ہیں۔ پس اللہ کو جاننے والے اللہ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مثل کا معنی ہے کہ دیکھی ہوئی چیز کی حالت سے تم بن دیکھی ہوئی چیز کی حالت کو جان لو اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس سے اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں۔ اِس طرح تمہارا دماغ اُن چیزوں کو دیکھ لے گا جو آنکھوں سے نظر

نہیں آتیں۔ اور مثل کو سمجھ کر تمہارا دل اس کلام کو سمجھ جائے گا جس میں عالمِ ملکوت کی دُنیا اور دین کی اور شہنشاہ (اللہ) کی اطلاع ہو گی۔

معاشی بدحالی کے خطرہ کو محسوس کرنے والے حضرات کے لیے

میرے بھائیو! شیطان ہمیں بدکاری اور بدمعاشی کی دعوت دیتا ہے وہ ہمارے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اللہ پاک کی نافرمانی پر اُکساتا ہے اگر ہم اسلام کے بتائے ہُوئے سنہری اصولوں پر عمل کرنے کا قصد کرتے ہیں تو وہ معاشی بدحالی اور بین الاقوامی بدنامی کے موہوم خطرات سے ہمیں ڈراتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے بدخواہ کے حکموں میں آکر اللہ پاک کی نافرمانی نہ کریں اور اُس کے چکّر سے بچنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نکل کر اللہ کے دین کے کام میں لگ جاویں۔

دین پر نہ چلنے والوں کے لیے

مُسلمانو! اللہ رب العزّت نے جو عزّت اور امانت اپنے احکام پر چلنے کی ہمیں سونپی وہ ہم سے پہلے بھی کئی قوموں کو دی گئی لیکن جب اُنہوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس کا غلط استعمال شروع کر دیا تو دنیاوی عزّت اُن سے چھین لی گئی اور دین حق کی امانت اُن سے واپس لے لی گئی اور انہیں ذلیل و رسوا کر دیا گیا۔ مسلمانو! اگر ہم نے بھی اللہ پاک کے احکام پر عمل نہ کیا اور ایمان کی جو نعمت ہمیں اللہ پاک نے عطا فرمائی ہے اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا اور اس کا صحیح استعمال کر کے اپنے لیے اور دُوسروں کے لیے ہدایت کی راہ ہموار اور روشن نہ کر دی تو یاد رکھو ہمارا انجام بھی ویسا ہی ہو گا۔ اگر مثال دیکھنا چاہو تو تمہیں قدیم کتب خانوں کی ورق گردانی کرنے اور پُرانے کھنڈرات میں سالہا سال سر گریباں محو فکر کھڑا رہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جو بنی اسرائیل کی قوم اسی دُنیا میں بس رہی ہے اس سے پُوچھ لو وہ اپنی کج بحثی اور حق پوشی کی پُرانی عادت کے باوجود ان تاریخی واقعات کا انکار نہیں کر سکتی۔

حقائق کو چھپانے والے حضرات کی خدمت میں

معزز حضرات دیکھیے اللہ پاک

نے ہم سب کے لیے ایک ہی قرآن پاک نازل فرمایا اور اسی کو آپ حضرات جاننے اور سمجھنے والوں نے اِس کتاب کو ماننے والی اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپ کا باہمی اختلاف اور فرقہ بندی حُسن نیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حسد اور عناد اور سرکشی کا جذبہ ہے جس کی وجہ سے مِلّت کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے اعمال پر عمل کی دعوت کا کام ختم ہو چکا۔ مسلمان ایک جسم ہیں ایک قوم ہیں۔ مسلمان صرف مسلمان ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اور جیسا تمام انبیاءؑ نے فرمایا اور جیسا صحابہ نے فرمایا کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ اب بھی وقت ہے آپ حضرات اختلاف اور فرقہ بندی سے اپنا دامن بچائیں۔ بنی اسرائیل کے علماء نے بھی حقیقی باتوں کو چھپایا تھا۔ آج آپ حضرات بھی غور کریں۔ آپ حضرات میں بھی ایسے لوگ شامل ہو چکے ہیں جو حق بات کو دبائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ اپنے ذاتی وقار اور ناموری کے لیے قرآن کے نام پر مِلّت کے اتّحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ عوام کو اس جال میں پھنسنے سے بچاؤ۔ اگر آپ حضرات اِس خوش فہمی میں مُبتلا ہیں کہ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد اب تم پر جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں تو اس خام خیال سے باز آجاؤ۔ خوب کان کھول کر غور سے سُن لو۔ ہوشربا مصیبتیں، کڑی آزمائشیں اور لرزہ خیز امتحانات آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں اس وقت اگر آپ حضرات نے اپنے اختلافات ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک اسٹیج پر کھڑا کرنے اور ان میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی اور پھر آپ ثابت قدم بھی رہے اور صبر کا دامن بھی مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اللہ پاک کی مدد آپ کی دستگیری کو یقیناً آئے گی۔ اے اسلام کے نام سے بدکنے والے بزرگو جن بزرگوں کے ناموں پر آپ حضرات الگ الگ مذہبوں کی بنیادیں استوار کر رہے ہیں اُن سب کا دین تو اسلام ہی تھا اور وہ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور ان سب کا کام دین کی اشاعت ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ نے جس دین کی خاطر اپنا خُون بہایا تھا وہ دین آج ہماری آنکھوں کے سامنے مٹ رہا ہے اور ہم اطمینان سے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ آؤ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کے غم میں حِصّہ دار بنو اور دین کی دعوت کا کام کرو۔

تاجروں کی خدمت میں

میرے دوستو، بزرگو! یہودی جب آپس میں لین دین اور خرید و فروخت کرتے تو اس وقت احکامِ خداوندی پر کم و بیش عمل کرتے لیکن اہلِ عرب خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ عجیب قسم کا تھا، اُن سے خرید و فروخت کرتے وقت دھوکا کرتے، وعدہ کر کے پھر جاتے، امانتوں میں خیانت سے باز نہ آتے۔ غرضیکہ اُن کے ساتھ معاشرت میں اخلاق اور دین کے کسی ضابطہ کی پابندی نہ کرتے اور اگر انہیں اس خیانت، عہد شکنی اور بد معاملگی پر ملامت کی جاتی تو بجائے نادم ہونے کے یہ جواب دیتے کہ ہمیں اپنی کتاب نے عرب کے ان بے علموں کے مال کو خرد بُرد کرنے کی اجازت دی ہے، اور یہ اُن لوگوں کا بہتانِ عظیم تھا۔ اللہ پاک تو انہیں لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ہر کسی سے معاملہ کرتے وقت دیانتداری، ایفائے عہد اور سچ بولنے کے اصولوں پر کاربند رہیں۔ اس سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جس کسی سے معاملہ کریں خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، نیک ہو یا بد، اپنا ہو یا بیگانہ اس سے راستبازی اور دیانتداری سے معاملہ کریں تو بتاؤ پھر اب بھی تاجر حضرات اپنے کاروبار میں اللہ کے احکام کا خیال رکھیں گے یا نہیں؟

تمام مسلمانوں کی خدمت میں

دوستو بزرگو! رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب کے جزیرہ نما کی کیا حالت تھی۔ وہ آپس میں انس و محبت اور شفقت و رحمت کرنے والے انسانوں کا ملک نہیں تھا بلکہ ایک کوہ آتش فشاں تھا جس سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ بغض و عناد کی آگ برستی رہتی تھی اور دور دور تک آبادیاں جل کر راکھ ہو جایا کرتی تھیں۔ ہر قبیلہ دُوسرے قبیلہ سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے جنگ آزما تھا۔ جذبات اتنے بے قابو اور مشتعل تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایا کرتی تھیں۔ ایک بار اگر جنگ کی آگ سُلگ پڑتی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ اوس و خزرج میں لڑائی کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا۔ کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہ تھا۔ یہاں تک کہ اسلام کا بادل آیا اور رحمتِ خداوندی بن کر برسا۔ حضور ﷺ کا ظہور ہوا تو عرب کے اُجڑے دیار میں بہار آگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے، وحشت کی جگہ اُنس نے، انتقام کی جگہ عفو نے۔ خود غرضی کی جگہ اخلاص و ایثار

نے اور غرور و تکبّر کی جگہ تواضع و انکسار نے لے لی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ جس کی برکت سے عرب کے صحرا نشینوں نے تاریخ عالم کا رُخ موڑ دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنا احسانِ عظیم کرکے کس طرح اپنے محبوبؐ کی برکت اور فیضِ نگاہ سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور ذلت و رسوائی کی پستیوں سے نکال کر ترقی و عزّت کی شاہراہ پر گامزن کردیا۔ لوگ دوزخ کے کنارے کھڑے تھے بس آنکھ بند کرنے کی دیر تھی اور لوگ اس گڑھے میں گر پڑتے لیکن رحمتِ الٰہی نے دستگیری فرمائی اور جہنّم کی آگ سے بچنے کے لیے انسانوں کو اپنے حبیبؐ کے ذریعے ہدایت کا راستہ دکھایا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ پاک کے ان احسانوں کو یاد کریں جو ہم پر کیے گئے ہیں اور ہمیں قرآن پاک کو پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا نہ ہو اور نہ ہی ہم لوگ فرقوں میں تقسیم ہوں۔ یہ دینِ قیّم جس نے عالمِ بشریت کی تقدیر بدل دی۔ اس کی تبلیغ و اشاعت ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اگر اس مِلّت میں ایسے افراد نہ ہوں جو اس پیغامِ رحمت کو دُنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیں تو یہ عالمگیر پیغام ہدایت چند ملکوں میں محدود ہو کر رہ جائے گا اور یہ اس پیغام سے بھی ناانصافی ہوگی اور ان قوموں پر بھی ظلم عظیم ہوگا جو گھپ اندھیروں میں بھٹک رہی ہیں جن کی زندگی کی تاریک رات کبھی روشن چراغ کے لیے ترس رہی ہے۔ نیز وہ قوم اور ملک جس نے دین اسلام کو قبول کرلیا ہے اس کے آئینہ دل میں بھی غفلت کی گرد پڑ سکتی ہے۔ ان کی گرمئ عمل بھی سستی کا شکار ہو سکتی ہے اور اردگرد کے گمراہ کن تاثرات سے وہ بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسی ہستیاں نہ ہوں جن کا کام ہی اسلام کے حکیمانہ انداز سے لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا۔ اُن کی گرمئ عمل کو باقی رکھنا اور خارجی اور اجنبی تاثرات و تحریکات سے اُن کے دل و دماغ کو محفوظ رکھنا ہو تو بہت سی گمراہیاں خود اس قوم میں راہ پا سکتی ہیں جو اس دین کی علمبردار ہے۔

یہ دونوں کام یعنی مِلت اسلامیہ کو شاہراہ اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور غیر مسلم اقوام تک یہ پیغام رشد و ہدایت پہنچانا جتنا ضروری ہے اتنا اور کوئی کام اہم نہیں اس لیے اس وقت میں ایک ایسی جماعت کے ساتھ تعاون نہ کرنا جو دین کا کام کر رہی ہو گناہ عظیم ہے۔ اس

وقت ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب کچھ وقت تبلیغی جماعت کے ساتھ لگائیں اور ساتھ ساتھ ایسی جماعت تیار کرنے پر محنت کریں جس جماعت کا علم و عمل، ظاہر و باطن، سیرت و کردار رسولِ کریمؐ کا مظہر کامل ہو اُن میں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ سیرت کی پاکیزگی، کردار کی پختگی اور ظاہر و باطن کی یکسانی پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے اس کے لیے جس بڑی سے بڑی مالی قربانی ایمانی فراست، قلبی بصیرت اور رُوحانی تربیت کی ضرورت ہے وہ پُوری ہونی چاہیے۔ اگر ہم لوگ اس اہم ترین فریضہ کو ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیں اپنی کوتاہی کے لیے جواب دہ ہونا ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے جب تک ایسے افراد تیار ہوتے رہے گلشنِ اسلام میں فصلِ بہار رہی۔ جب تک مدارسِ اسلامیہ غزالی، رازی، سعدی اور بیضاوی اور خانقاہیں رومی، ہجویری، اجمیری، زکریا ملتانی، شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایسی فخرِ روزگار ہستیاں تیار کرتی رہیں کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے، حق کی قوت باطل کے قلعوں کو مسخر کرتی رہی لیکن آج ہم خود اپنا چہرہ دیکھ لیں اس پر ہماری حرماں نصیبوں کی داستان کندہ ہے میرا حال پوچھو نہیں۔ یہ اتنا دردانگیز ہے کہ نہ مجھ میں بیان کرنے کی طاقت ہے اور نہ آپ میں سننے کی تاب۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ہمارے حال پر رحم فرماوے اور ہمیں دین کی تبلیغ کا کام دین کی محنت کرنے والوں کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

گروہ بندی سے بچنے کا ایک ہی راستہ

مسلمانو! گروہ بندی اور اختلاف سے بچو اور اُن سابقہ اختلاف کی لعنت میں گرفتار قوموں کی داستان کو اپنے سامنے رکھو۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا تھا اور فروعی اور جزئی مسائل کو اُنہوں نے اتنی اہمیت دے رکھی تھی کہ اُنہیں کی وجہ سے کُفر کے فتوے لگائے جاتے اور ملّت کی وحدت کو اس طرح انتہائی بیدردی سے پارہ پارہ کر دیا جاتا۔ آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ ایک خدا۔ ایک رسُول۔ ایک کتاب، ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو اتنے فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور کچھ پیٹ پرستوں نے اُن کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دی ہیں کہ اب اُن کا آپس میں مل بیٹھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ نبی کریمؐ

کے فضائل و کمالات پر جب بحث ہونے لگی اور مناظروں کی ضرورت محسوس ہونے لگی تو اب وہ کونسی چیز ہے جو ہمیں اکٹھا رکھ سکتی ہے۔

قیامت کے روز دل کی کیفیت چہروں پر عیاں ہوگی جن کے دل نورِ ایمان سے منوّر ہیں قیامت کے دن اُن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوں گے اور جن کے باطن میں دوسروں کو اللہ کی راہ میں روکنے کے باعث گمراہی کی تاریکی جمی ہوئی ہے اس روز ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر کے اللہ کی راہ میں نکلیں تاکہ ہمیں بھی اللہ پاک روشن چہروں والوں کے ساتھ ملادے۔ قیامت کے روز بعض پر انعام واکرام کی بارش اور بعض پر غضب و ناراضگی کی پھٹکار بلاوجہ نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک کے اپنے اعمال کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس سے بلند اور پاک ہے کہ وہ کسی پر زیادتی کرے یا اُس کے اعمال کو ضائع کردے۔ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہاں ہم خود جان بُوجھ کر اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے اعمالِ بد سے اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے دین کی دعوت کا کام چھوڑ کر ہم خود اپنے اُوپر ظلم کر رہے ہیں۔ ہم نبی کریمؐ کے اُمتی ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے خیرالامم کے جلیل القدر لقب سے سرفراز کیا ہے۔ ہم سے پہلے جتنی بھی اُمتیں صفحہ ہستی پر ظاہر ہوئی ہیں اُن سب سے ہمیں بہتر کہا گیا ہے کیونکہ ہماری زندگی کا مقصد بڑا پاکیزہ بہت بلند ہے ہمیں اس لیے زندہ رہنا ہے کہ حق کا بول بالا ہو۔ ہدایت کی روشنی پھیلے، گمراہی کی ظلمت کافور ہو۔ باطل کا طلسم ٹوٹے اور اخلاقِ حسنہ کو قبولیت حاصل ہو۔ آج کے حیوانی رسم و رواج جنہوں نے طاقتور کو ظالم اور چیرہ دست اور کمزور کو مظلوم و فاقہ مست بنا رکھا ہے، مٹ جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی صداقت (یعنی توحید) پر جب ہم خود بھی ایمان لاچکے ہیں تو پھر ہمارے ذمہ یہ فرض ہے کہ ہم دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیں اگرچہ پہلی اُمتیں بھی اچھے کاموں کی دعوت اور بُرے کاموں سے منع کرتی تھیں اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہمّت، خلوص اور سرفروشی کا جذبہ لے کر اللہ کے دین کی دعوت کے لیے اُٹھیں اور دُنیا کے کونے کونے میں اللہ کے دین کو پہنچادیں۔ اللہ

پاک نے اقوامِ عالم کی بھری محفل میں ہمارے سر پر فضیلت کا تاج رکھا ہے۔ دُوسری قوموں کے فیضانِ ہدایت سے ایک، محدود علاقہ ایک مخصوص قوم ایک مقررہ وقت تک مستفیض ہو سکتی تھی لیکن اللہ کے دین کی دعوت کا کام کرنے والے مسلمانوں کا ابرِ کرم بحر و بر۔ نشیب و فراز۔ سیاہ و سپید۔ نزدیک و دُور ہر خطہ پر برستا رہا اور ہر خطہ کے پیاسوں کی پیاس بجھتی رہی۔ دین کا کام کرنے والے مسلمانوں کی برکتیں صرف اپنے لیے اور صرف اپنوں کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہیں۔ آؤ آج ہم بھی پھر اپنے اصلی کام کو اپنا کر اللہ پاک کے ہاں اپنے فرض سے سُرخرو ہوں۔

اب گروہ بندیوں سے بچنے کے لیے راستہ ہمارے سامنے ہے میں ہر پیر صاحب سے، ہر بزرگ سے، ہر حاکم سے، ہر تاجر سے، ہر زمیندار سے نہایت ہی ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ سب اپنے حلقۂ اثر لوگوں کو دین کی تبلیغ میں لگا کر خود بھی سرخرو ہوں اور ان کو بھی سرخرو کریں۔

یہ تبلیغ کا کام اس دَور میں حضرت نوحؑ والی کشتی کی مثال رکھتا ہے جو اِس کشتی میں سوار ہو گیا وہ انشاء اللہ منزل کو سامنے پائے گا۔ تبلیغ کا کام کرنے والے حضرات مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں آپ کو ملیں گے اُن کے پاس تشریف لے جاویں اور تبلیغ کا کام کر کے جنّت میں بلند مقام حاصل کریں اور اس مسکین خواجہ محمد اسلام کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرماویں کہ اپنے سے زیادہ دنیا میں کسی کو محتاج نہیں پاتا۔

نسخۂ کیمیا برائے رُوحانی امراض

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا۔

"مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجیے۔"

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چُننے میں مصروف تھا اس نے سر اُٹھا کر کہا:

جو تجھ سے لَو لگاتے ہیں وہ تنکے چُنتے ہیں۔

"شبلی! یہاں آؤ میں اس کی دُوا بتاتا ہوں۔ حیا کے پھُول۔ صبر شکر کے پھل۔ عجز و نیاز کی جڑ۔ غم کی کونپل۔ سچّائی کے درخت کے پتّے۔ ادب کی چھال۔ حُسنِ اخلاق کے بیج۔ یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستہ میں کُوٹنا شروع کرو اور اشکِ پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چُولہے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکّر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جس وقت تیار ہو کر اُترے تو اس کو خوفِ خُدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔"

حضرت شبلیؒ نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دُوکان اپنی بڑھا گئے

سیّد المرسلین۔ خاتم النبیّین۔ رحمۃ اللعالمین سرکارِ دو عالم سرور کائنات
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا

آخری خطبہ

۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو الوداعی خطبہ کہلاتا ہے اور جس کو پڑھ کر قیامت تک مسلمانوں کے دل ایمان سے منوّر ہوتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! میری بات سنو۔ معلوم نہیں کہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے ہوں گے یا نہیں۔

لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور عزتیں یقیناً ایک دُوسرے کے لیے اس طرح احترام کے لائق ہیں جیسا کہ تم آج کے دن اس شہر کا اور اس مہینے کا احترام کرتے ہو۔

تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی نسبت سوال فرمائے گا۔ لوگو! عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور تم پر عورتوں کے حقوق ہیں۔ عورتوں کے ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آؤ کیونکہ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال کیا ہے۔

اپنی امانتوں میں دیانت دار رہو اور گناہ سے بچتے رہو، سُود حرام ہے۔ آج کے بعد مقروض صرف اصل ادا کرے گا اور سب سے پہلے میں خود اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

زمانہ جاہلیت کے تمام جھگڑے مٹائے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں خود ربیعہ

بن حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں۔

اپنے غلاموں کا خیال رکھو، انہیں وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور اگر ان سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو جو تم معاف نہ کر سکو تو ان کو جدا کر دو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ظلم کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ لوگو! میری بات غور سے سنو، جان رکھو کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے لیے بھائی ہیں، جو چیز ایک بھائی کی ملکیت ہے دوسرا انہیں لے سکتا جب تک وہ خود بخوشی اسے نہ دے۔ اپنے آپ کو بے انصافی سے بچائے رکھو۔

جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں یہ الفاظ پہنچا دیں۔ ممکن ہے وہ لوگ جو موجود نہیں ان لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں جنہوں نے اپنے کانوں سے سُنا ہے۔

اِس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

ہر شخص نے جواب دیا کہ ہاں پہنچا دیا۔ تین بار آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے یہی سوال کیا اور اثبات میں جواب سن کر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا:

"اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا اور اپنے کام کو پُورا کر دیا۔"

دعائے خیر کا محتاج:

مسکین خواجہ محمد اسلام

تمت بالخیر

خواجہ محمد اسلام کی مطبوعات ساہیوال میں ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ، ساھیوال۔

تعمیر پرنٹنگ پریس ۱۹ فیروز پور روڈ، لاہور

سلامتی ہو اس پر جس نے پڑھا کلمہ طیبہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
زندگی گزاری اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق
قائم کیا نماز کو اور تلاوت کی قرآن مجید کی
اور ہر وقت کرتا رہا اللہ تعالیٰ کا ذکر - قدر کی
علمائے کرام کی، ادب کیا بڑوں کا اور شفقت کی
چھوٹوں پر اور ہر کام کو کیا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے
اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے
ہجرت کی اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے کی
دعوت دی - اور بچا ہر اس کام سے جس سے فائدہ
نہ دین کا نہ دنیا کا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے
آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کو
سلام کہا جاوے گا ۔ خواجہ محمد اسلام

خواجہ محمد اسلام کی مطبوعات لاہور میں ملنے کا پتہ :
اِدارہ اشاعتِ دینیات : سعید منزل، ۱۸۷، انارکلی لاہور